کتاب

راحتِ روح

جس مین

روح و نفس کی لڑائی کے قصہ کے پیرایہ مین۔ رنگین و شوخ عبارت مین تصوف بیان کیا گیا ہی

مصنفہٗ

صوفی صافی ابو محمد جلیل الدین حسین عرف حضرت شاہ فرزند علی منیری قدس سرہ

جسکو

جناب شاہ عطاء الرحمن صاحب مصنف کے نواسے نے اپنی خاص فرمایش سے

باہتمام ابو المساکین ضیاء الدین مہتمم تحفۂ حنفیہ

مطبع حنفیہ پٹنہ بخشی محلہ مین طبع کرایا

نصیر حسین

فہرست مضامین کتاب ہذا

[illegible]

الحمد للہ القدوس السبوح خالق الملٰئکۃ والروح کہ کتاب سراپا فتوح حسب فرمائش
جناب سید شاہ عطاء الرحمٰن صاحب نبیرۂ مصنف مرحوم مسمّٰی بہ

الفتوح

بہ تصحیح تمام و اہتمام تام ابو المساکین محمد ضیاء الدین
عفا عنہ اللہ المعین۔ متوطن پھلی بھیت و مہتمم تحفۂ حنفیہ

در مطبع حنفیہ پٹنہ بخشی محلہ گردنی باغ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہی نطق سازاوسکے نواہای راز کا
کہتے ہین جسکو لفظ وہ پردہ ہی ساز کا

مضمون کا وجود ضمیر مین اعتباری ہی عبارت قوت طبع متکلم کی نموداری ہی
جب قلم لوح پر چلتا ہی مدعا نقش کے پیرایہ مین نکلتا ہی۔ خوبی خط خوشنویس کی صفت
ہی تختہ ہستی آئینہ معرفت ہی رباعی

ہر شی لاشی بدیدۂ حق بین است
ور ہست ظہور صفت تکوین است
معدوم بذات این نگارچین است
بود ہست ز نقاش حقیقت این است

شعر نقش کہیے جسکو اک کام وہ نقاش کا ہی
کیجیے اس سے اگر قطع نظر کچھ بھی نہین

قلم تابع انامل ہی اور انامل مطیع دل۔ دل زیر فرمان جان ہی۔ اور جان محکوم امر
فرمانروای کن فکان کیسا فرمانروا کہ تکوین کائنات اوسکی ایک بات ہی کن فرمایا

اور ہوگئی اوسکے آگے کون ہی کائنات ہی لمن الملک کا دعوی اوسیکو زیبا ہی کہ سلطنت لازوال اوسکی احتیاج اور شرکت سے مبرا ہی اگر اوسکے قدم ذات اور جلال ہستی پر نظر کیجیے سب ہستیاں عدم نظر آئین - حادث لائق نہین کہ موجود کہی جائین - ذات اوسکی مخفی - آیات اوسکے ظاہر - فرمان اوسکا نافذ بادشاہی اوسکی قاہر دلیلین اوسکی روشن وجود اوسکا واجب مشیت اوسکی سابق ارادہ اوسکا غالب **مثنوی**

شاہے کہ ہمہ مسخر وے	فرمان بر او بطبع ہر شے
پیدا اے نہان نہانِ پیدا	ذاتش بصفاتِ خود ہویدا
ہر ذرّہ ز ماہ تا بماہے	بر ہستی او دہد گواہے

متصف صفات کمال سے منزہ نقصان اور زوال سے - اگرچہ دلیلین اوسکی ظاہر بلکہ اظہر ہین اور شاہد ایمان کیلیے زیور ہین لیکن حسن ایمان کہ خدا داد ہی زیور کا محتاج نہین آرایش سے آزاد ہی **شعر**

نقاب اوٹھالو کہ عاشق ہون روے تاباں کا	قرار دل کو نہین ہی لباس و زیور پر

اگر ایمان کے ساتھ دلیل بھی ہی نورٌ علی نور ہی اور اگر صرف دلیلون ہی پر ایمان ہی تو فتور ہی کیونکہ معلول بعلت ہی قائم بعلت ہی اور جو محبت کہ بذاتہ نہین بسبب ہی جب سبب نہ رہا غضب ہی ایمان غیور ہی چون و چرا سے نفور ہی **مثنوی**

اصل ایمان است و برہان ہمچو فرع	تخم ایمان است و باقے ہمچو زرع
بہ کہ برہان تابع ایمان بود	نے کہ ایمان تابعِ برہان بود

عقل کا کام تو یہ ہے کہ راہِ عبودیت مین شمع دکھلائے خلق کو بندہ اور خالق کو معبود سمجھکر نفع وضرر سوجھائے- اوسکی بارگاہ عزت مین کہ کم وکیف وحد واندازہ سے منزہ اور عالم ادراک سے بالا ہے قیاس وگمان اسکا کب پہونچنے والا ہے- جیسا کہ اسرار ملوک سے گدائے کوچہ گرد اور بازاری مرد بے خبر ہے- اوسکے صحرائے حیرت زائے جلال مین عقل نابلد اور گم کردہ پے اس میدان مین شرارے اور صاعقے برستے ہین سوختہ جگران وادی طلب پانی کو ترستے ہین نتیجہ تفکر یہان سرگشتگی ہے نصیب نظر برگشتگی ہے **ابیات**

ہے یہان آب زہرہ مردان	عقل اس دشت مین ہے سرگردان
کبھی کھاتی ہے دور مین چکر	پھر کے آتی ہے جائے اول پر
ہے مقید کہین تسلسل مین	جسطرح دل ہو تونکے کاکل مین
کبھی تاویل سے بٹھائے بات	کبھی تمثیل سے کرے اثبات
عقل سرگشتہ وپشیمان ہے	رہنما یان پہ نور ایمان ہے

عقل کی رسائی یہان تک ہے کہ مصنوعات کو دیکھکر ثابت کرے کہ اسکا کوئی صانع ہے بطور نکرہ معرفت استدلالی پر قانع ہے **مثنوی**

کنہ ذات اوسکی بشر کیا سمجھے	نکتہ رس لاکھ ہو پر کیا سمجھے
عجز کے جیب مین جب ڈالکے سر	ماعرفناک کہین پیغمبر
راہ اس کوچے کی ناپیدا ہے	پیک ادراک کا چلتا کیا ہے
اسکی ہوا مین جو اڑے خود کھوجائے	مرغ فکر اڑتے ہی عنقا ہوجائے

وہم و اندیشہ کا یان گل ہے چراغ — گم ہے نام اوسکا جسے کیجیے سراغ
کیا کرے اوسکی کوئی حمد و ثنا — غیر سبحٰنک لا علم لنا

نور عقل سے کسی نے اوسکو پایا ہے خورشید کے آگے چراغ نے اپنا فروغ دکھایا ہے پرتوے آفتاب دلیل آفتاب کی ہے وہ ذات پاک جناب رسالت مآب کی ہے کہ نور اوسکا چشم و چراغ دیدۂ بینش ہے۔ ظہور اوسکا رنگ و بوے بہار آفرینش ہے انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری وجود باجود کا اوسکے نشان ہے خدا یاد آتا ہے کیا شان ہے

مثنوی

فخر عالم گہر تاج رسل — خواجۂ کون و مکان مرجع کل
قرۂ باصرۂ عین حضور — اولین موجۂ دریاے ظہور
نور حق جلوۂ رب شان الٰہ — ہے تو بندہ مگر اللہ اللہ
گر کوئی سالک راہ معبود — چاہے نظارۂ روے مقصود
آگے اس در کی اگر خاک نہو — سر پٹک مر رہے پر خاک نہو

درود و سلام علی الدوام آپ کی روح شریف و جسم لطیف و روضۂ پر انوار پر اور اہل بیت اطہار و آل و اصحاب باوقار پر

مثنوی

فی المثل یہ ہین اگر کشتی نوح — انکے ہے زیر قدم راہ فتوح
تو وہ ہین بحر ہدایت کے نجوم — سمت مقصود ہو جنسے معلوم
ہون یہ شرطین تو نہو غرق نہ گم — رضی اللہ تعالی عنہم

اور اون پر جو آپ کے خیل مین ہین انھین پیشواؤن کے طفیل مین ہین کیونکہ دولت اسلام
اونھون نے خاص حضرت رسالت سے پائی ہی اور ہمنے انکی وساطت سے پائی ہی
ایک نظر اونکی کہ ایمان کے ساتھ آپ کے جمال باکمال پر پڑی ہی اور ونکی حیات دراز
سے کہ عبادت و ریاضت مین بسر ہوئی ہو بڑی ہی سرمایۂ عمر جاودانی ہی روح حقائق
ایمانی ہی جیسا کہ زمانۂ معراج خواجۂ کائنات علیہ الصلوات کہ وہ وقت خلاصۂ زمان
آفرینش و نقد متاع دو جہان ہی ویسی ہی وہ نظر معراج ایمان ہی **بیت**

افضلیت ان کی ثابت ہوگئی	عقل برہان جوے ساکت ہوگئی

مقدمۂ شکر

مثنوی احسان ہی رب جسم و جان کا	رہبر ہوا میرے کاروان کا
ہے شکر مین سر بسجدہ خامہ	طے اسنے کیا سواد نامہ

حمد و نعت کے بعد سب سے پہلے ضرور تھا کہ اختتام کا شکریہ کہلے پھر جو دل چاہے کہے
پوشیدہ نرہے شرمندۂ جسارت و دلیری **فرزند علی منیری** باوجود پستیِ پایہ و کوتاہی
سرمایہ کہ زمین سخن کا کشتکار نہین اپنا خرمن اپنا کشت زار نہین خوشہ چینی کے سوا کچھ علاقہ
نہین اگر کوئی خوشہ ملگیا توشہ ملگیا نہین تو فاقہ سے افاقہ نہین اور اوس فاقہ مستی
مین ڈنڈ پیلنے کی ترنگ لنگوٹی پر پھاگ کھیلنے کا رنگ پیری مین جوانی کی اومنگ
صوفی تخلص اور رندو نکے ڈھنگ نہ شرم نہ ننگ **بیت**

مثلِ پرِ کاہ اپنی جا سے	پران ہون مین جنبش ہوا سے

بیٹھے بٹھلائے سرزمینِ صفحہ پر قلم کا ہل ہانکنے لگا جب تخم ریزی مین عرق ریزی کی نوبت آئی تب تو بغلین جھانکنے لگا تشویش تھی کہ یہ تخم جو ہم بوتے ہین خاک مین ضائع ہوتے ہین یا نہال ہو کر نکلتے ہین پھولتے ہین پھلتے ہین للہ الحمد کہ ہر دانہ درخت مدعا نکلا اور نشو و نما کا رنگ خوشنما نکلا استعارون نے بہار دکھلائی تب تو طبیعت لہرائی۔

قطعہ

نونہالان مضامین نے دکھایا جلوہ	تختہ کاغذ کا مرے تختۂ فردوس بنا
دم سرد اپنی تھی اس باغ مین بادِ سحری	ورد تھا انبتھا اللہ نباتاً حسنا

پھر ابر رحمت سیرابی کیلیے سرپر سایہ گستر ہوا اور بخت خفتہ اوسکی آب پاشی سے بیدار ہو کر سرسبزی مین یا ور ہوا باد بہاری چلی نسیم عنایت باری چلی بارے یہ باری آئی کہ جنس حاصل کندوے حوصلے مین نہ سمائی ہر ورق کا میدان خرمن زار ہے دو رویہ حاصلون کا انبار ہے۔ نہ دیوار ہے نہ سقف ہے دوستون پر وقف ہے ہر دانہ درثمین ہے ہر گچھا خوشۂ پروین ہے اگر نقد قبول حصول ہو مفت مین قیمت وصول ہے اگر یہ ارمغان احبا کے ہاتھ آئے اور صلہ ملجائے کہ وہ نگاہ کرم ہی اسکی طرف رہے دولت وخے شرف لیکن دل صاف رہے قصور معاف رہے غلطی خاصۂ بشر ہے عیب پوشی ہنر ہے مشرقی نژاد اگر دعوی زباندانی کرے لاف ہے فقیر کو اپنی ہیچمدانی کا اعتراف ہے

قطعہ

ہوا اتمام یہ نامہ تو اب دعا ہے یہی	عطا کرے ہمین توفیق فضلِ ربانی

ہزار سے جو زیادہ تھے تین سو اور چار
تو اسکا سال ہوا غزوہای روحانی

پھر ایک اور بھی ڈھونڈھا جو اسم تاریخی
تو ارمغان احبا ملا بآسانی

فروغ دید بھی ہے سال پر مناسب حال
ہوا ہے راحت روح اسکا نام لاثانی

قطعہ طلسم گنج معنی ہے ہر اک لفظ
مرا ممنون ہے شوق نکتہ دانی

جو پوچھی دل سے مین نے اسکی تاریخ
تو بولا استعارات معانی

قطعہ ہے عرش پہ شور دمِ من قال
ہون آج ہین قدسیون کا ممدوح

کہتے ہین فرشتے آکے احسنت
دروازۂ آسمان ہے مفتوح

صوفی عربی مین ایک تاریخ
فرمایئے تلک راحۃ الروح

آج کہ ماہ ذیقعدہ کی چودھوین جمعہ کا دن وقت طلوع مہر گیتی افروز ہے اور حضرت مخدوم شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کا روز ہے مقام منیر مین یہ ماہ منیر سپہر روشن بیانی بدر کامل ہوا شاہد وقت کا جلوہ حسن اتفاق کے شامل ہوا مبارکباد ای طالع مراد خوشخبری ای نصیبہ وری کہ زبان قلم نے نام مخدوم لیا سعادت نے میرا ہاتھ اور قلم کا پانو ایک ساتھ چوم لیا کعبۂ امن و امان قبلۂ دو جہان کا خیال نورانی بنیاد آیا طواف کیلیے لبیک کہتا ہوا اعتقاد آیا قطعہ

خوشی سے نطق کو سیری نہین باطن مین گنجائی
کہ نام آیا زبان پر قطب عالم شاہ دولت کا

فلک خادم ہے اس روضہ کا یہ جاروب نکلا ہے
بنات نعش فلک صوفی ستارہ میری قسمت کا

قبول استقبال کیلیے حاضر ہے ای قلم قبلہ رخ ہو جا کہ ایک غزل لکھنی منقوش خاطر ہے

غزل

لیے حسدم در دولت پہ جبین کے بوسے
بخت نے میری لیے میری جبین کے بوسے

نام کس شاہ کا یہ دل سے ورق پر چمکا
لیے آنکھون نے مرے نقش نگین کے بوسے

جب لکھا اسم مبارک تو سر دست آ کر
یمن نے میری لیے دست یمین کے بوسے

صورت سنگ در آکر جو پڑی یان تو قبول
آکے دی پانون پہ وس خاک نشین کے بوسے

چوم کر عتبہ کو گر کیجیے اس در پہ دعا
لے اثر آکے لب بوسہ گزین کے بوسے

باغ فردوس ہے روضہ گل فردوسی کا
کہدو رضوانسے کہ لے سر یقین کے بوسے

ہون نہ ہین جس لب گور سے بھی ہم یارب
جیسے لب لیتے ہین اس خلد برین کے بوسے

شورش شوق مین پانوون پہ مری پڑکر خاک
لیتے ہین زخم کے لعل نمکین کے بوسے

اسی عتبہ پہ مرا سر ہو یہین نکلے روح
جانفزا ہونگے دم باز پسین کے بوسے

عتبہ و حجرہ و درگاہ و ولادت خانہ
ان قدم گاہونسے ملجائین کہین کے بوسے

لائی ہے نکہت جان بخش یہ کس گل کی صبا
کہ ہوئے تازہ دماغ اہل یقین کے بوسے

نقش پا ہون اسی کوچہ مین مری آنکھ ہے فرش
بس ہین خاک قدم خواجہ دین کے بوسے

نقش پا ہون خط جادہ سے دھر کان پہ ہاتھ
گوشمالی ہے کہ لون کیسے یہین کے بوسے

نقش پا ہون مین انھین قدمون کے احسانکا دبا
اوٹھ کے لینے کا نہین اور کہین کے بوسے

مدح شہ مین در شہوار ہین اشعار بلند
لے ثریا مرے سلک گہرین کے بوسے

گل تر شعر مین میرے اسے چھونیکو مدد
کیا تعجب ہے جو حاسد مرا چھینے کے بوسے

فلک پیر کا محسود ہوا ہین صوفی		لیے جسدم در دولت پہ زمین بوسے

دل کو سرور ہوتا ہی نفس کو غرور ہوتا ہی اللہ تعالے نے منیر کو بھی بڑی دولت دی ہی بزرگون کے نام سے زینت دی ہی یہ گنج شہیدان زیارتگاہ سعدا ہی۔ مخزن اولیا و شہدا ہی۔ سوا اون حضرات کے کہ مشہور ہین آثار و برکات اونکے مذکور ہین اور بھی مردان خدا پردۂ خاک مین مستور ہین کہین غازیان فتحمند اور کہین شہیدان آغشتہ بخون ہین خیر و برکت کے خزانے اس زمین مین مدفون ہین لعل اسکے شہداے خونین کفن اور مرجان جوانان شمشیر زن خون اعدا سے پنجہ رنگین خداداد اونکی تزئین زمرد صوفیان سبز لباس گوہر آبدار صافی دلان حق شناس جسطرف گزریے جواہر نورانیت سے دامن بھریے میدانونمین مکانونمین شہیدون اور سعیدونکے مزار ہین کہین ناپیدا اور کہین نمودار ہین ابتک کشتکارون اور بیلدارون کی کاوشونسے نکل آتے ہین انوار و اطوار سے ظاہر ہو جاتے ہین کبھی لوگونکو خواب مین زیارت ہوگئی ہی تنبیہ اور بشارت ہوگئی ہی اور کبھی بزرگی کی نشانی انگشت اشارت ہوگئی ہی چنانچہ بڑی درگاہ سے جانب مشرق گورستان مین ایک فقیر بے تدبیر نے اپنا اوداسا گرایا جھوپڑا اوٹھایا کئی قبرونکو ہموار کرکے اوس ناہموار نے صحن بنایا ناگاہ ایک قبر پر چوپھاوڑا لگا یا خون کا فوارہ اوس سے روان ہوا یہ معاملہ عبرتگاہ

پیر و جوان ہو ا اہل دین نے نور یقین زیادہ کیا منکرون نے بھی اوسوقت کلمہ پڑھنے کا ارادہ کیا

شعر اب تک ہی خون تیرے شہیدونکا جوش مین	فوارہ ہی روان بن ہی موسی آج تک

خداوند تعالی ان زندہ دلونکو مردہ کہنے سے منع فرماتا ہی شہادت کو ایسی سعادت دی ہی کلام پاک نے اسکی شہادت دی ہی لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۰ دیکھنے والے اس وارد ات کے بعضے ابتک بقید حیات ہین اور بھی زمانہ قریب کے چند واقعات ہین کہ قابل اعتماد کے ہین بلکہ دو تین قصے میری یاد کے ہین لکھنا طول ہی اور طول فضول ہی اب ای قلم سر کے بل ادب سے چل کہ بر سر راہ پہونچا ہی در دولت سے کہ آستانہ شرف ہی قریب بارگاہ پہونچا ہی شعر

سر گرم جبین سائی تعظیم سے ہی خامہ	اب مہر سلیمان سے پاتا ہی شرف نامہ

قصبۂ متبرکۂ منیر کہ تشریف شرافت اسپر چسپت ہی اسکو جو شریف کہتے ہین درست ہی۔ تاج عزت اور چتر مفاخرت اس خطۂ دلنشین بلند بخت زمین کے سر پر یہ ہی کہ یہ مقام واجب الاکرام اوس آفتاب عالمتاب کا مطلع روشن ہی کہ حضرت بہار شریف جسکا مستقر اور مدفن ہی کون بہار وہ بہار سراپا بہار جسکو جنت الفردوس کہیے تو بجا ہی خدا نے اسکو ایسا ہی شرف دیا ہی مثنوی

جہان روضہ ہی مخدوم جہان کا	ملک دربان ہی جس آستان کا
فلک کو ناز ہی اوس سرزمین پہ	زمین کو فخر ہے چرخ برین پہ

یہان کہتا ہی جھک کر بے محابا ‌ ‌ فلک یا لیتنی کنت ترابا
یہان سر کو قدم کرتے ہین زائر ‌ ‌ زمین پر پانون کب دھرتے ہین ائر
جھکے بوسہ کو جب اس آستان پر ‌ ‌ زمین پر سر قدم ہین آسمان پر
یہان نقش قدم کا کب اثر ہے ‌ ‌ کہ وہ اک حلقۂ بیرون در ہے
بلندی بخت کی اس سرزمین کے ‌ ‌ نمایان ہین نشانون سے جبین کے
بلندی ہاتھ رکھواتی ہی سر پہ ‌ ‌ تجلی آستین روے نظر پر
یہ انوار تقدس کی جگہ ہے ‌ ‌ یہان آنکھون کا پردہ فرش رہ ہی
یہان گردن جھکانی دلنوازی ‌ ‌ یہان کی سرنگونی سرفرازی
یہانکا خواب ہی بیداری دل ‌ ‌ یہان کی غفلتین ہشیاری دل
یہی تخت خلافت کی جگہ ہی ‌ ‌ درِ تاج شرافت کی جگہ ہی
یہان دربار شاہنشاہ کا ہی ‌ ‌ یہ دار الملک اوس ذیجاہ کا ہی
کہ روشن ہی تمام اوس ماہ کا نام ‌ ‌ شرف ہی دین کا اوس شاہ کا نام
دلا تعمیل فرمان ازل کر ‌ ‌ ثناے شہ مین تحریر اک غزل کر
زبان فارسی مین ہو نوا سنج ‌ ‌ صلہ مین لے نشان و خلعت و گنج
یہ ہی دستور شاعر پیشگہ مین ‌ ‌ ثنا خوان ہوتے ہین دربار شہ مین

غزل

دل بروز من حسن عزار شرف الدین ‌ ‌ پیداست ازین روضہ بہار شرف الدین

گر دیده نشد جلوه گه نور لقایش — بادا دل من آئینه دار شرف الدین
مخدوم جهان اوست که بر مسند تمکین — پیرایهٔ شرع است شعار شرف الدین
بر مرکز وقت اوست تمکین و کند دور — پرکار زمانه بمدار شرف الدین
او هام بشر کی رسد آنجا که ملائک — حیرت زده حال و کار شرف الدین
روح القدس آید بطرب از نی کلکم — آندم که شوم مدح نگار شرف الدین
از قیمت کونین فزون یافته عشق — چون زد بمحک نقد عیار شرف الدین
چون مردمک دیدهٔ ارباب بصیرت — نور است سراسر شب تار شرف الدین
زنده بتجلی و جلوهٔ حق است غذایش — روح است سراپا تن زار شرف الدین
از حق بتجلی آمد حرکات و سکناتش — با خویش نبوده سروکار شرف الدین
دیدن بسوی لوح چه حاجت که نهادند — لوح از دل روشن بکنار شرف الدین
چشم از دو جهان بستن و بر دوست کشادن — در عالم خود لیل و نهار شرف الدین
پرواز عروجش چه توان گفت که عنقا — هنگام نزول است شکار شرف الدین
از درد طلب وعدهٔ فردا شده نقدش — بالنسیه تنیا و بخت قرار شرف الدین
از آتش دل سوخت نقاب رخ فردا — آه سحر صاعقه بار شرف الدین
شد زنده هر آن مرده که جا یافت بکویش — فردوس برین است جوار شرف الدین
خوش بگذرم آسوده دمی چند بجنت — داند دل من راه دیار شرف الدین
بنگر شرف اختر فیروزی بختم — طالع شده از برج حصار شرف الدین

از بنده چه آید بجز اقرار غلامی
کان آمده فخر من و عار شرف الدین

سایم بدرش جبهه کزان داغ بحشر
زو دآمده باشیم بشمار شرف الدین

قلب است زر من نظرے بایدم از وی
تا آرمش از بهر نثار شرف الدین

دادیم بدستش دل و شادیم که آید
این دانه تسبیح بکار شرف الدین

روز سیه خویش ز شب می نشناسم
کو پرتو خورشید عذار شرف الدین

هان ای دل گم گشته رسانی خبر من
در بارگه عرش وقار شرف الدین

گیرد مگر او دست درین عجز که صوفی
افتاد سر راه گزار شرف الدین

غزل سے نام نامی مدعا تھا
کہ یہ تمغا قبول نامہ کا تھا

لیا جو نام مخدوم زمان کا
مسخر کر لیا مین نے جہان کو

پڑھا وہ اسم پر تاثیر مین نے
دلون کو کر لیا تسخیر مین نے

یہان منت نہین کچھ آسمان کی
خدا کو شرم ہے اس آستان کی

معاذ اللہ کوئی اہل زمان سے
کرے سرتابی اس دار الامان سے

تو چپ رہ جائین گو خدام عالی
اوسے دست قضا دے گوشمالی

مجاور مثل رضوان در پہ حاضر
برنگ حور و غلمان یان کے زائر

وہ کہتے ہین کہ طبتم فادخلوھا
یہ کہتے ہین طبق لا کر گلو جھا

نبی نے پانون جب جا پر رکھا ہے
وہان شیخ جہان نے سر رکھا ہے

رسول پاک کے نقش قدم پر / ادب سے اپنی پیشانی کو رکھ کر
قدم کے نیچے طے یہ راہ کی ہے / یہ تبعیت رسول اللہ کی ہے
جو نقش پای ختم المرسلین ہے / وہی بس آپ کا نقش جبین ہے
نبی کی روح نے تعلیم کی ہے / بزرگی نے یہان تسلیم کی ہے
گرامی گوہر بحر فتوت / صفا پروردۂ دست نبوت
مراد و نمین وہ پھل ہے برگزیدہ / نبی کے ہاتھ مین جو ہو رسیدہ
یہان دریوزہ گر شاہان عالم / گدائی کاسہ ہے یہان ساغر جم
نہین فتنہ بھی اس سایہ سے محروم / کہ سویا ہے بزیر ظل مخدوم
ملا حرمانکو بھی خدمت کا فرمان / کہ دل بے پاے فتنہ جا کے حرمان
جبین اگر رکھے اس در پہ محروم / تو ہو مرحوم بدلے حرف مقسوم
نگین و سکہ و فرمان شاہی / قیامت تک رہین جاری الٰہی
خداوندا رہے یہ ابر نیسان / ابد تک سایہ گستر گوہر افشان
رکھے یارب سدا یہ ابر دُربار / نہال آرزو کو سبز و پربار
سرون پر سایۂ فضل خدا ہے / یہ طوبیٰ روضۂ فردوس کا ہے
نفس باد نسیم گلشن قدس / سخن عطر شمیم گلشن قدس
نسیم غنچۂ افسردہ دل / مسیح روح بخش مردہ دل
جہاد نفس مین فضل خدا سے / مدد درکار ہے اس پیشوا سے

نگاہ خواجۂ قدسی مناقب | شیاطین کیلیے ہے نجم ثاقب
وجود پاک ہے رحمت کی آیت | تعالی اللہ زہے شان ہدایت
گل افشان یہ صبا جو ہر طرف ہے | گدا بے کوچۂ فیض شرف ہے
بھرا دامن زمین جسدم بہاری | کہ ہے جاروب کش باد بہاری
اسی چشمہ سے سیرابی ہے ساری | یہان کا آبکش ابر بہاری
نہ دین دست دعا اسکو اگر کھیل | کھلے فصل بہاری کا نہ آنچل
دعا جو فصل گل کو مل گئی ہے | خوشی سے پھول کر یہ کھل گئی ہے
نشاط افزا جو ہے باد سحرگاہ | وہ ہے اک مروحہ جنبان درگاہ
اسے کہتے ہین باد روح پرور | قدم اسکے چمن لیتے ہین سر پر
اثر جو ہے دم باد سحر مین | دعا پائی ہے اوراد سحر مین
یہ پنکھا صبحدم جھلتی تھی جا کر | قدم پر اپنا موںھ ملتی تھی جا کر
جہان پیر فلک سبزہ زمین ہے | بہار پاک کی وہ سرزمین ہے
غسالۂ خواجۂ دین کے وضو کا | سبب ہے اس چمن کی آبرو کا
یہ اک دھوون ہے پای شیخ دین کا | کہ گلگونہ ہوا روے زمین کا
مکین سے قدر ہوتی ہے مکان کی | بزرگو نسے بزرگی ہے یہان کی

نیر اعظم یہان بدر عالم یہان وہ شمس الضحی یہ بدر الدجی **بیت**

روذرِ روشن یہان کا پرتو عرش | کہ زمین پر ہے آفتاب کا فرش

رات ہر ایک شب قدر لیلۃ البدر **شعر**

نام آگیا جو حضرت عرش آستانہ کا **شعر** ساتھا اپنے مجھے پھراتا ہے ہر طرف قبلہ ہے یان **صوفی** کدھر رخ کیجے	دل نے ادب سے سر کو ہمارے جھکا دیا مرغ قبلہ نما ہے دل میرا **شعر** کعبہ کے اندر ہو زیبا ہو جدھر رخ کیجے

ایک طرف تیغ برہنہ کی شان جلال منکرون کے لیئے قاطع حجت وجدال ہر طرف دوستان خدا کے مقبرے ہین انوار جمال وجلال سے بھرے ہین اس بحر زخار مین کہ فیضان الٰہی کا قلزم ہے چار موجہ فیض کا نلاطم ہے اس طوفان مین جو پڑ گئے غرق رحمت پروردگار ہوئے اور جو کنارے رہے ساحل نجات سے ہمکنار ہوئے گلی کوچون مین سالکان راہ دین علما و شہدا و مجاہدین معدن جواہر اصفیا ہے مدفن اکابر اولیا ہے **مثنوی**

عالم نور کا یہ گلشن ہے ہر شجر مین ہے نور کا جلوہ راستے اسکے رہبر جنت لب رضوان پہ یان بوجہ خطاب دے مکرر مجھے قدح ساقی مانگ رضوان سے تو کرم کر کے لیکے پیمانہ کیا غرارہ کرون	تختہ ہر ایک دشت ایمن ہے ریگ مین کوہ طور کا جلوہ ہر یہ اک عتبۂ در جنت شور وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِ نرگس مست کسطرح ساقی حوض کوثر سے دے سبو بھر کے دے سبو تا وضو دوبارہ کرون

غسل ہی کریون پھر سے بہتر ہی — نام پاکون کا میرے لب پہ ہی
اب وہ تسبیح گوندھتا ہی کلک — ہی عدن کی جو موتیونکی سلک

اب جنت الفردوس سے جنت العدن کی سیر ہی حضرت مخدوم مولانا مظفر شمس بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر ہی

مثنوی

ہی قلم اپنا عصاے موسوی — پشت ہی جس سے عقیدت کی قوی
دست گیر اپنا ہوا ہی راہ مین — لیچلا ہی ہمکو مدح شاہ مین
کون شہ موہنہ جسنے سب سے موڑ کر — بندگی لی بادشاہی چھوڑ کر
سایۂ شیخ اپنا چتر سر کیا — تخت کی جا سنگ در بستر کیا
خلعتِ الفقر فخری تنگ و چست — قامت اقبال پر اوسکے درست
گھر مین ہو جاتے تھے جمع اسباب جب — گھر لٹا دیتے تھے اپنا آپ سب
تھا سوا دست کش درخواست مین — فرد تھے در باخت اور برخاست مین
فخر تھا مخدوم کو اوس شاہ پر — مہر کا پورا ہے عکس اوس ماہ پر
نائب و وارث ہی شاہنشاہ کا — ہی خلیفہ وہ سلیمان جاہ کا
شیخ تک جاتا ہی اوس سے سلسلہ — ہی وہ اس منزل مین میر قافلہ
کیون نہ ہو پہنچین کعبہ مین وہ خوشخرام — جنکے مولانا مظفر ہون امام
آستین ہے کوچۂ بیت الحرام — جلوہ گاہ کعبہ و رکن و مقام
ہر کہ زیر سایۂ او راہ جست — بر سر جان باشدش گام نخست

ہر کہ سر بر آستان وی نہد | پا بدنیا سر بعقبے کے نہد

قصیدہ حمیدہ

اسکے قدمون پہ ہے رکھنا سر سنت مجھکو
کھینچتی ہے ترے کوچہ مین ارادت مجھکو

حج یہین رخ اسی جانب ہین رہنا دائم
یہی کعبہ یہی قبلہ یہی جنت مجھکو

کہکے لبیک مین کرتا ہون ترے در کا طواف
کیون نہ سعدیک کہے گردش قسمت مجھکو

آستانہ پہ ترے ہو نہین فلک سے بالا
کہین پا سکتی ہے اختر کی نحوست مجھکو

ضعف کی ہے یہ نوازش کہ رگ دل مین ہے
زمزمۂ ساز طرب زخم مصیبت مجھکو

ہے ترے لطف سے امید کہ ان شاء اللہ
تہنیت کی ہو نوا شور قیامت مجھکو

حج کو جانیکا نہین ہو مری تقصیر معاف
ہو ترا ساتھ تو ہان ہے یہ سعادت مجھکو

ڈر ہے زمزم سے تیمم ترے کوچہ مین کرون
کہ کہین آئے نہ پندار طہارت مجھکو

سگ ہے پہلو مین مرے غسل و وضو ہے بیکار
کہ یہ ترا ہو تو لگے داغ نجاست مجھکو

مین طفیلی ہون کہ ہے خواجہ سے میری عزت
نہ ریاضت ہے نہ طاقت نہ لیاقت مجھکو

کسقدر ہین مرے دفتر مین نہ مارد کے نشان
نہ عمل ہے نہ عبادت ہے نہ حالت مجھکو

ہے فزون کردہ گناہون سے الٰہی توبہ
یہ جو ناکردہ گناہونکی ہے حسرت مجھکو

سجدہ سے روے زمین ہو مرے نامہ سا سیاہ
گر نہو ہو وضو آب خجالت مجھکو

ڈالی جاتی ہے جو مونھ پر مرے طاعت میری
اور ہو جاتی ہے وہ پردۂ غفلت مجھکو

وان بھی سایہ مین ترے ہوگی عقوبت سے نجات
جیسے یان فرض کفایہ ہے عبادت مجھکو

یہی کرتا ہون عاشق سے در دولت پہ
ترے صدقے مین ملے صدق عقیدت مجھکو

مین سکندر نہین اے خضر کہ مایوس پھرون
مری امید ہو گلبانگ بشارت مجھکو

ناصحا مار نہ پتھر مجھے ہشیار ہون مین
مری ہر بات ہو خود سنگ ملامت مجھکو

پردہ دون عیب پر اپنے تو وہ ہو پردہ ساز
خود کھلون مین کہ چھپا لے یہی عادت مجھکو

یاوہ گوئی کی بچاوٹ ہے مری آزادی
بے ردائی ہے سراپردہ عصمت مجھکو

عجز مین میرے تعلی ہے تعلی مین ریا
مین جو روتا ہون تو ہنستی ہو ندامت مجھکو

بزم رندان مین جو گرتی ہو ہنسی سے بجلی
اپنی تضحیک سے روتی ہو ظرافت مجھکو

ہاتھ خالی بھی ہون پر دل مین نہو گر زر و سیم
دے نہ شاہی مری افلاس کی تہمت مجھکو

عاجزی ہو مری درپردہ ستایش اپنی
کیون نہ الزام دے ہر کام مین نیت مجھکو

کیا کرون کیا نہ کرون چھوڑیے کیا لیجیے کیا
ترک مین چین ہو نہ اخذ مین راحت مجھکو

رخ جدھر کیجیے جس سمت بدلیے پہلو
ہو ہر اک رنگ مرا روے قباحت مجھکو

ہون گنہگار پہ حربا نمط اے پرتو مہر
یہ مرا رنگ بدلنا بھی ہے زینت مجھکو

خاص کہتے ہین کہ جو کام کرین عام پسند
چھوڑنا چاہیے وہ کام ہے آفت مجھکو

مین تو جاتا ہون جہان شکل دکھاتا ہون وہین
دور سے دیکھ کے رہجاتی ہو عبرت مجھکو

لوح سادہ لیے جاتا ہون جہان جاتا ہون
نقش ہو جاتی ہے یارونکی کتابت مجھکو

دل نازک کا گلہ کس سے کرون اے ہمدم
دل عدو کا جو دکھے آتی ہے رقت مجھکو

دل مرا پھول ہو گلچین کو جو میرے باعث
خار چبھتے ہین تو ہوتی ہے اذیت مجھکو

کہتے ہین صاحب قلب اپنی مذمت او مدح
اپنے مونھ سے تو ہے مدح اور مذمت مجھکو

عاجزی بڑھکے تعلّی سے حقیقت مین نہین
لاف طاعت ہی نظر آتا ہے طاعت مجھکو

پاکبازان ملامت بھی عجب ہین عیار
رکھتے ہین پردہ مین مشتاق زیارت مجھکو

کیا ہی اس راہ مین چلتے ہین زبان سے شاعر
معتقد کر گئی غالب کی کرامت مجھکو

مثل طاؤس ہے خوش طبع کی رنگینی پر
دیکھتا ہون جو قدم ہوتی ہے وحشت مجھکو

واعظو تمکو نصیحت کے سکھا دیتا ڈھنگ
پہلے کرنی ہے پر اپنے کو نصیحت مجھکو

سخت حیران ہون کس کس سے حقیقت پوچھون
اہل وحدت نظر آتے ہین بکثرت مجھکو

مین بھی بولون اگر آئینہ نہ دکھلائین مجھے
تا نہ زشتی ہو مری باعث حیرت مجھکو

شیخی زاہد و ہنگامہ سے بہتر ہے کہین
شوخی رنگ مے و شاہد خلوت مجھکو

دوست ملتے نہین لیلونگا کوئی آئینے
انسے ہو جائیگا اک جلسہ صحبت مجھکو

گر کوئی سائل وحدت ہو تو دکھلا بھی دون
دیکھ ہنگامۂ کثرت مین ہے وحدت مجھکو

مین بھی رکھتا ہون زبان شوق سے دکھلانا ہے
زور رکھے خامہ کا کچھ طبع کی جودت مجھکو

کام مضراب کا لون انگلیون سے آسان ہے
پردہ آرائی قانون طریقت مجھکو

نغمہ نکلے تو جلو مین ہین آہنگ و اصول
ساز تحقیق کی دکھلانی ہے شوکت مجھکو

نہو بیراہہ کہ ساتھ اپنے پریشان کرے
بے نوائی سے نوا نکی بری گت مجھکو

چشمہ خضر کی نہرین ہین نے و ساز کے تار
زمزمے سلسلۂ موج طراوت مجھکو

دل سے ہے کام طریقت کا زبانسے مین یون
تو وہ گویا ہو کہ ہے دل کی نیابت مجھکو

زمزمون پہ مرے رندان قلندر مشرب
نغمہ سنجی سے رہین ذوق مین فرصت مجھکو

وہی مدعو ہی کہ جو مغز سخن کو پہونچے
نہین منظور سگ کہف کی دعوت مجھکو

شیر ہون مین کہ مرا کام ہی خود صیادی
نہین روباہ کہ فضلہ ہو غنیمت مجھکو

ہون مین شہباز کہ کرتا ہون مین زندہ کو شکار
نہین کرگس کہ ہو مردار پہ رغبت مجھکو

ہی پہ ناپاک نہین اس سے مجھے کچھ سروکار
دخت رز کی نہین پالائش حرمت مجھکو

مے سے مطلب ہی مرا بیخودی و ترک ریا
چاہیے ہی ذوق مباحات شریعت مجھکو

کفر ہی کفر بطاغوت ہتو نسے اعراض
ہی گمان پرتو بت ذہنیہ صورت مجھکو

غمزۂ چشم سخنگو ہین کنائے میرے
آنکھین وہ کھلاتی ہین انداز اشارت مجھکو

ہی ظرافت مین شکر خندۂ دلبر کا مزہ
قند مصری ہی لطیفونکی حلاوت مجھکو

دلربائی کی ادا میری زبانکی شوخی
حسن الفاظ پہ دے داد فصاحت مجھکو

مرے ایہام سے کیونکر نہو دل سرگردان
ہو وہ بت چین مین بتلائے یہ تبت مجھکو

بحر قطرہ مین چھپے قطرہ سے ہو بحر عیان
حبذا کہتے ہین اجمال و صراحت مجھکو

عازم اوج ہون معنی کا طرفدار ہون مین
ورنہ مشکل نہین لفظونکی رعایت مجھکو

جشن نوروز کا مطرب ہی مرا طرز جدید
ساز تجدید طرب ہی مری جدّت مجھکو

مرے مضمون ہین ادق گرچہ عبارت ہی سلیس
کیون نہ احسنت کہے حسن بلاغت مجھکو

نملے خلق کو جز نام وہ عنقا ہون مین
دام مین لا نہین سکتی مری شہرت مجھکو

پائینگے شاہد مطلب کو مرے پاک نظر
للہ الحمد نہین خوف رقابت مجھکو

جلوۂ تازہ دکھانا مجھے ہر پردہ مین
ہی بدلنی نئی ہر رنگ مین ہیأت مجھکو

کبھی ہوتا ہون مین عاشق کی زبانسے گویا
کہنی ہوتی ہی جو کچھ دل کی حکایت مجھکو

روی معشوق کا بنجاؤن کبھی آئینہ
جب کہ دکھلانی ہو اللہ کی قدرت مجھکو

ابروی یار سے چلنا مجھے عشوہ ہوکر
خود ہی ہونا سپر تیغ شہادت مجھکو

درد دل ہو مین کبھی گاہ دوا گاہ شفا
مری اوقات ہی سرمایۂ حکمت مجھکو

شوق ہون مین لگا مین اپنے کہ جب اوٹھنا چاہون
قلقل شیشہ ہی تکبیر اقامت مجھکو

دم مرا صور ہی کرتا ہی قیامت برپا
روح معنی ہی تو قالب ہی عبارت مجھکو

سر مین میرے جو خیالات ہین دکھلائے ہین
سیر ہنگامۂ محشر دم فکرت مجھکو

گر غزلخوان ہون تو دکھلائے غزل کا مطلع
مطلع صبح قیامت کی صباحت مجھکو

غزل

دل نے دی ہی خبر حشر محبت مجھکو
وصل جنت ہی جہنم تری فرقت مجھکو

ہی ثواب اسمین وفا اور ہی اعراض گناہ
شرک اس راہ مین ہی غیر کی الفت مجھکو

ترے قد سے ہوا مجھکو قیامت کا یقین
پھر دکھا بہر خدا جلوۂ قامت مجھکو

کردے آباد مرے گھر کو اب ای جلوۂ حسن
کر دیا ہی سیہ عشق نے غارت مجھکو

ڈر سے گوشہ مین رہا اب مین حسینون سے نہان
سہل ہو خلد مین تا دل کی حفاظت مجھکو

کافر عشق ہون بت کا نہین بندہ کہ طلب
کرنی وہ حور بہشتی پہ قناعت مجھکو

رنج پر اور بھی اک رنج ہی فکر درمان
زحمت چارہ نہین چارۂ زحمت مجھکو

جھوٹھ جانین وہ کیونکر مری بیماری کو
ملک الموت تری شکل بنا کر آیا
کیا قیامت ہے تراکر یہ بولے ہنسکر
وصل کی باتین ہین دل ملنے سے اُلٹی پلٹی
دل افسردہ خیالون سے بہل جاتا ہے
کشتۂ دعوت زاہد ہون پلا مے ساقی
مین نے مانگی جو دوا دی مجھے تم نے دشنام
تیغ رانی تری کیا لگتی تھی مجھکو اچھی
دار فانی کی کوئی چیز نہین لینے کی

جب وہ آتے ہین تو ہو جاتی ہے صحت مجھکو
سخت جانی کے سبب تا نہ ہو دقت مجھکو
آگئے تھے ہی زندہ جو دیکھا لب تربت مجھکو
ضعف کا عذر انھین پاس نزاکت مجھکو
کم نہین بتکدہ سے گوشۂ عزلت مجھکو
ہو گئی چاے کے پینے سے یبوست مجھکو
بدرقہ کے لیے بوسہ ہو عنایت مجھکو
وار دیگر کی نہ دی موت نے مہلت مجھکو
بنی ہوتی تو پسند آگئی تھی غربت مجھکو

صوفی اک اور غزل جمع ہین دل اور حواس
مجمع اپنون کا ہے گلدستۂ عشرت مجھکو

ہے شب وصل بہشتون کی بھی حاجت مجھکو
دوزخ اک جلوۂ رحمت کا ہے مشعل بردار
حور کا ذکر بھی مجھسے نہ سنا ہوگا کبھی
اپنے دل کی ہوس مین حسرت نہ عدو کی حاجت
دیر مین بھیس برہمن کا بنا کر آیا
رہزن راہ ملامت ہے شکایت دل کی

کرتی ہے بزم کی گلدستون سے زینت مجھکو
راہ بر خلد کی ہے بیم عقوبت مجھکو
کیون کہے جاتے ہو پھر بندۂ شہوت مجھکو
کہ نکلنا ہو ترے در سے سلامت مجھکو
بت کو توڑونگا اگر ملگئی خدمت مجھکو
نہ سمجھنا کہ برا کہتی ہے خلقت مجھکو

در میخانہ پہ اوس سے جو ملاقات ہوئی
رہبری دیکھیے زاہد کی کہ دکھلاتا ہی
کر دیا دل کو مرے فکر زمانہ نے خراب
خوف مسجد مین ریا کا ہی تو میخانہ مین
اب مجھے کام وہی چاہیے کرنا ای دل
مگر اک کام کہ گر در سے کہے جانے کو
مے کو دارو جو کہون ہو نہین یان کا رکہ ہی
تر نہین ہوتے ہین مجذوب محبت کے قدم
دور کر چاے کو مے دے مجھے ای شیخ کہ مین
ترے دربان کی صورت مین فرشتہ آیا
حرمت دختر رز رہ گئی ای قاضی شہر
دون مین صوفی کہ پڑھو وعظ مین واعظ یہ غزل
مری بہکی تھی زبان جوش جنون مین بہر دل
وصف لکھتا ہون ترا خامہ ہی موسی کا عصا
آج ہنستے ہین دم صبح سے میرے انفاس
خاک مین مجھکو ملا دیتی ہی میری نسبت
ذرہ ہون کیون نہ ہون مطلع کا طلبگار ای مہر

ہو گئی توبہ سے کل فسخ عزیمت مجھکو
میکدہ چھوڑ کے بتخانہ نخوت مجھکو
مے کے پینے سے بدل لینی ہی حالت مجھکو
دعوی ترک ریا ہے یہ رعونت مجھکو
جسکی دے پیر خرابات اجازت مجھکو
روک لے شرط وفا کر کے شفاعت مجھکو
زہر سے چارہ گری اپنی عداوت مجھکو
مین جو دریا پہ چلون ہی یہ ہلاکت مجھکو
چاے پیتا ہون تو ہوتی ہی یبوست مجھکو
ایک لے جان تو سو دے دم رحلت مجھکو
ہی خوشی تیرے نہ چھونیسے نہایت مجھکو
پیر میخانہ سے ملجائے جو رخصت مجھکو
کھینچ لایا طرف عتبہ حضرت مجھکو
سانپ بنکر نہ ڈرائے مری سیرت مجھکو
مرا آئینہ دکھائے تو کدورت مجھکو
عرش پر کھینچتی ہی تیری اضافت مجھکو
پر پرواز ہی شوق در دولت مجھکو

مطلع

آستانہ کی ترے لکھنی ہے رفعت مجھکو
پرِ عنقا سے قلم کی ہے ضرورت مجھکو

کہتی ہے شان تری پیروی سرورِین
مرغ سدرہ سے نہ دینا کبھی نسبت مجھکو

حسن کردار یہ تیری ہے شریعت عاشق
کی ہے آراستگی ہے یہی حجت مجھکو

نفس کو تیرے رہِ حق مین شہادت کا عشق
دی گئی کام تری داد صداقت مجھکو

اسمین لکھتا ہون جو مین تیری روش کی تعریف
روز محشر کا وثیقہ ہے یہ ساعت مجھکو

دل زبان دونون ہی ہین مدح مین تیری قاصر
گو مضامین و قوافی مین ہے وسعت مجھکو

ذکر تیرا سبب رقص ہے نازش کو مرے
روکتی ہے تری تادیب و اطاعت مجھکو

مدح سلطان ہے شعار شعرا واجب تھی
لئے شاہان اولوالامر کی مدحت مجھکو

للہ الحمد کیا دست جنون نے تاراج
بار گردن تھا کہن خرقۂ خصلت مجھکو

ضعف سے آکے گرا ہون ترے در پر اے شاہ
ہو جوانانہ عطا اب کوئی خلعت مجھکو

دستگیری کا ہے یہ وقت کہ جب اوٹھتا ہون
مدعی کہکے گرا دیتی ہے ہمت مجھکو

در پہ دریوزہ کو آیا نہین رکھتا قیمت
ہو نہین سائل نہین آتی ہے تجارت مجھکو

در کا پالا ہون ترے ہون مین غلام اور خادم
نہ کہے حق نمک کافر نعمت مجھکو

غیر کا سر پہ مرے گر کوئی احسان ہوتا
طعنہ سرپیٹ کے دیتی مری غیرت مجھکو

کیا یہ کم ہے کہ ہے نسبت مجھے مولانا سے
مین نے مانا کہ نہین علم و فضیلت مجھکو

خادم اہل دول بنکے مین کہلاؤن شیخ
نوکری کرنیکی پیری مین ہے قوت مجھکو

مین گدا ہون ترے در کا مری شاہی یہ ہے
یہ شرف ہے یہی دولت یہی عزت مجھکو

مددلے خواجہ کہ پائی ہے مرے دل نے شکست
دے نہ فوج الم و یاس ہزیمت مجھکو

تو مظفر ہے ترا نام ہے میری شمشیر
مژدۂ فتح نہ دے کیون تری نصرت مجھکو

نہ گلہ گردش گردون کا نہ سیارون کا
کر رکھا ہے مری چالون نے فضیحت مجھکو

ہے مرا روے سیہ آئینۂ رسوائی
مونھ چھپانے کو ہے پردہ مری ظلمت مجھکو

دیکھتا ہون جو مین اپنے کو تو اتنا ہون ذلیل
کہ نظر میری ہے خود چشم حقارت مجھکو

زال دنیا کی لگاوٹ کیطرح زہر ہے زہر
گردش بخت پلاتی ہے جو شربت مجھکو

ناتوان کرکے مجھے کر لیا غم نے بس مین
خبر خوش کی نہین تاب سماعت مجھکو

عید کا چاند بھی تلوار ہے سر پر کہ نہین
خبر قتل سے کم مژدۂ رویت مجھکو

نیزۂ خورشید لگاتا ہے مجھے دیکے نمک
صبح خندان ہے نمکدان جراحت مجھکو

شام میری ہے سیہ پوشی فوت مطلب
صبح ہے روز عزاداری فرحت مجھکو

صورت اغیار کی جتنی نظر آتی تھی مہیب
کنج تاریک مین اوتنی نہین ہیبت مجھکو

بدگمان تھا بھی مین اچھا ہے مجھے روز سیاہ
اپنے سایہ کی نہ بھاتی تھی رفاقت مجھکو

تیرہ بختی نے مری اوسکو لگایا کالکھ
مونھ دکھاتی جو نہین صبح مسرت مجھکو

دیکھتا ہون بھی جو دریا تو سمجھتا ہون سراب
غلبۂ یاس سے پہونچی ہے یہ نوبت مجھکو

ہاتھ اوٹھایا ہے تو مل جائیگا دل کا مطلب
پھیر دیگی نہ دعا میری اجابت مجھکو

دل نادان ہے گرفتار فریب امید
یہ نہوتا تو نہوتی یہ مشقت مجھکو

راہ تھی غم کے نکلنے کی مرے گریہ ہوتی
کشش ناوک دلدوز کی طاقت مجھکو

مری کوشش نہیں شرمندۂ انجاح مرام
کیوں ڈبوتی ہے عرق میں مری محنت مجھکو

خواہشیں ہیں مری وابستۂ دشمن کامی
دشمنی اپنی ہے کاموں کی کفالت مجھکو

ہے تمنا مری شمشیر بدست دشمن
اپنے خوں کرنے پر کرتی ہے دلالت مجھکو

مٹ گیا دل سے مری حسرت مرحوم کا داغ
ناامیدی کی مبارک ہے ولادت مجھکو

ہے شب یاس مری حاملۂ روز مراد
خون تاثیر ہو کچھ چاہیے مدت مجھکو

عشرت آتی ہے بن ای خون شفق شیر سحر
شام سے دیتی ہے مژدہ شب عشرت مجھکو

دم میں بھرتا ہوں ترے صبح نمط ای خورشید
جیب سے میرے دکھا جلوۂ طلعت مجھکو

ہو توجہ تری شاہا تو مرے داغ جگر
گل فردوس کی دکھلائیں نضارت مجھکو

دور روضہ سے ہوں پر خاک ہوں تیرے در کی
ہے عدن سینہ تو دل ہے تری تربت مجھکو

روضۂ عدن عدن ہے ہوئی لونڈی مقبول
کھل کے کہتی ہے یہ تجنیس کی صنعت مجھکو

سر ترے عتبہ پہ رکھا تو سبکدوش ہوں میں
گل دستار ہوا بار امانت مجھکو

کفش بردار ہوں میں شیخ کا در پر تیرے
مرحبا کہتی ہے خوش ہو کے وسیلت مجھکو

خرقہ رکھ چھوڑ کہ گندہ ہے پسینہ تیرا
ہے یہی پیر طریقت کی وصیت مجھکو

سایۂ شیخ ہے سر پر مرے ای بخت جوان
دی جوانی کی ذرا لوٹنے لذت مجھکو

چور تھا میری بہار ونکا یہی مثل حنا
دل کے پسنے سے ملا رنگ طبیعت مجھکو

میں نہیں شیخ کہ پرہیز ہو مے سے لیکن
ہے تنک ظرفی احباب سے نفرت مجھکو

واہ کہ کہہ کے زبان سے نہ بنائین واہی — داد بیداد ہے کیون دیتے ہین لذت مجھکو
نغمہ سنجی پہ مری دھیان رکھین نغمہ شناس — دل کا طالب ہون سخن بانگی نہین حاجت مجھکو
نہ پڑے نامہ پہ یارب مرے حاسد کی نظر — ہے صفائی سے اس آئینہ کی دہشت مجھکو
صلۂ مدح کے لالچ سے کہون حق کے خلاف — زر کماؤن نہ اگر لینی ہو رشوت مجھکو
معترض کو مین سکھادون یہ ہی کشتی کا پیچ — حق کہے تا نہ رہے روے شکایت مجھکو
تیر باران مطاعن سے مجھے باک نہین — ہون مین حق پر تو یہ ہے بارش رحمت مجھکو
عیب ہو مین اس سے کہ لیتا ہے بزرگون کا نام — ورنہ معلوم ہے صوفی کی حقیقت مجھکو

تذکرۂ بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تیمنا و تبرکا لکھا گیا اب نامہ نگار سیاہ کار کا اصل مطلب پر آگیا اس کتاب مین جو کسی کا کلام لکھا گیا ہے بحالت لاعلمی لا اعلم اور بشرط واقفیت قائل کا نام لکھا گیا ہے اور فقیر حقیر کے اشعار مستغنی بے شعوری کی مؤلف خاک نشین انگشت اشارت ہین بے انگشتری و نگین جیسا کہ ایک عیار نے اپنے یار کی خالی اونگلی کو اپنی نشانی بتلایا تھا اور ایک عورت نے اپنا انگوٹھا خالی رکھکر جرمانہ بیوقوفی کا یادگار ٹھہرایا تھا۔

حکایت دو شخصون مین باہم الفت تھی ہر دم صحبت تھی ایک کو سفر کی ضرورت ہوئی جدائی کی صورت ہوئی دم رخصت یار سے انگوٹھی مانگی کہ غیبت مین یاد دلائیگی نشانی دیکھکر دل کو تسکین آئیگی مَن مُنِعَ عَنِ النَّظَرِ یَتَسَلّٰی بِالْاَثَرِ اوسکو تو انگوٹھی انوٹھی تھی دوستی جھوٹھی تھی **قطعہ**

تھی دوست سے دوست تر انگوٹھی   بے مہر و سند تھا مہر نامہ

انگشت نما وہ آج تک ہے   اونگلی سے بتا رہا ہی خامہ

کہا اگر یادگار کی ہوس ہی انگوٹھی کی جگہ یہی اونگلی بس ہی **بیت**

میرا اشارہ ہی اس انگشت مین   میری نشانی ہی تری مشت مین

اسکو دیکھکر دل کو شاد کر لینا اس خیال سے کہ یار نے انگوٹھی نہ دی مجھے یاد کر لینا۔

بیت مل گئے دو دل تو پائے رہ ان کیونکر دریغ   جب دریغ آپسمین ہی ایسی محبت پر دریغ

الحاصل وہ سادہ دل یار کی اس ادا سے انگشت بدندان کچھ گریان کچھ خندان

کھسیانا ہوا یہ کہکر روانہ ہوا **غالب**

کافی ہے نشانی تیری چھلے کا ندینا   خالی مجھے دکھلا کے بوقت سفر انگشت

حکایت ایک عورت انگشتری آئینہ دار اپنی نرانگشت سے نکال کر صندوقچہ مین ڈال کر فراموش کر گئی جب ڈھونڈھنے پر نہ ملی اختیار سے گزر گئی دائیو نسے استفسار کیا تو سبنے یہ کہا اور انکار کیا **شعر**

عادت نہین اپنی کہ پڑی چیز اوٹھا لین   اس بات پہ کہیے تو پڑی چیز اوٹھا لین

اسنے بہت دھمکایا کہ دیکھنا قیامت مچیگی اوسپر نام میرا کندہ ہی یہ چوری بچیگی جیسا کہ ایک دہقانی غریب کسی تقریب سے ایک امیر کی مجلس مین باریاب ہوا اساز و سامان وہان کا دیکھکر اسکو استعجاب ہوا منجملہ اور اسباب نمایش اور سامان آرایش کے ایک چھوٹی سی دھرم گھڑی تھی کہ قیمت مین بڑی تھی نادر و نایاب بے مثال

ولاجواب دل عاشق کے مانند ہر دم طپان اور ساعت بساعت نالان غمزہ اوسکا آہوگیر چشم غزالان شیدائیان اوسکی دلبری مین نگاہِ نازِ چشم شوخ پر فائق دیکھنے کے لائق نظر اوس کی شائق **شعر**

یارب گھڑی ہے سامنے اونکے دھری ہوئی	یا عکس آئینہ مین ہے چشم سیاہ کا

حیوان نہین مگر ناطق ہے پہیلی اوسپر صادق **چیستان**

کہو وہ کیا ہے کہ بولے تو سب کہین کیا بجا	ہمیشہ اوسکو ہے گردش پر آسمان نہین
قمر ہے وہ شب تیرہ مین روز ابر مین شمس	نظر کر اوسپہ ستارونکا گر نشان نہین
غضب ہے غمزہ مین وہ شوخ اور نہین ہے حس	طپان ہے سینہ مین دل اور بدن مین جان نہین
گھڑی گھڑی وہ صدا دیتی ہے اگر سمجھین	وہ اپنا نام بتاتی ہے اور زبان نہین

طوفان طمع اور غبار ہوس نے اسکی آنکھون مین خاک ڈالی نظر بچا کر اوسکو چرا کر اپنی پگڑی کے پیچ مین چھپا لی پھر جب گھڑی نظر نہ پڑی ملازمان صاحب خانہ جستجو کرنے لگے باہم گفتگو کرنے لگے گمان ہر طرف دوڑا مگر کہین راہ نپائی سو اچپ ہو جانیکے کوئی بات بن نہ آئی یہ دل مین مسرور و شادان تھا گھڑی کبھی نہ دیکھی تھی نادان تھا جب گھنٹا پورا ہوا گھڑی پر صدا ہوئی سر پر بجنے لگی سزا ہوئی آفت آبرو کے سر پر گزری جان بچگئی تمام محفل مین ہنسی مچگئی **شعر**

دل چکا تھا کشش دل سے نزاکت کو جواب	اونکے خلخال نے آنے جو لگے شور کیا
آؤ آؤ مگر آہستہ کہ آواز نہ ہو	نام پازیب ہے جسکا کہین غماز نہو

کوتاہی سخن وہ سیم تن پہلے تو بہت گرم ہوئی جب یاد آئی تو کچھ نرم ہوئی جب
ملگئی تو پھر نہ پہنی ایسی شرم ہوئی کہا خالی انگوٹھا نشانی رہی یادگار نادانی رہی کہ
پھر ایسی حرکت نہ کروں کسی پر جھوٹھ تہمت نہ دھروں شعر

کیا آرسی رکھوں کہ مجھے شرم آتی ہے	نادانی اپنی مجھکو انگوٹھا دکھاتی ہے

سبب تالیف

شعر ہو بشارت بیخودی جو یار دردی نوش کو	موج مے آغوش کھولے ہے وداع ہوش کو

ہین ہیں قابلیت نہین رکھتا کہ نصائح کی دکان اور دار دے پند کی پوڑیا کھولوں
زبان نصیحت کی تلخی دور کرنے کو لطائف وظرائف کے قند و مصری گھولوں مثل ہے
خود فضیحت و دیگران را نصیحت استاد

کعبہ کس موںھ سے جاؤ گے غالب	شرم تم کو مگر نہین آتی
شعر میرے اعمال کا ہے ناطقہ میرا جو فریادی	مرا دیوان صوفی داور یگاہ قیامت ہے
شعر دست ظلم نفس سے فریاد ہے میرا کلام	کاغذی ہے جامہ میرے شاہد اعمال کا
شعر موںھ سے آتی ہے بوئے مے صوفی	وعظ کہتے حیا نہین آتی

موںھ چھوٹا اور بات بڑی ہے سخنورا نہ کہین ایسی تقریر آپڑی ہے یہ دلاوری زبان آوری
ہے کہ لازمۂ سخن گستری ہے شعر

سمجھے اسے جو پند یہ توفیق ہے ورنہ	آئینہ پہ طوطی یہ مرا بول رہا ہے

حکایت ایک پیر مرد کا لڑکا بتاسے کھا رہا تھا باپ کے سامنے میٹھی

باتین بنا رہا تھا کھیلتا ہوا خم آب کے پاس آیا اندر جھانکا تو اوسکے عکس نے چہرہ دکھلایا
یہ ہمجنس سمجھکر کھیل کی گھاتین کرنے لگا میل کی باتین کرنے لگا کہا یہ دیکھو مٹھائی تم بھی
کھاؤگے بھائی یہان سر استفسار جنبش مین آیا تو اوسنے بھی سر ہلایا اسنے ہاتھ بڑھایا تو
اوسنے بھی اوسکے ساتھ بڑھایا پہلے ذرا سا دیا پھر ایک بتاسا دیا پھر پوچھا اور پھر دیا
اسی طرح سب بتاسونکو نذر آب کیا جب کچھ نہ رہا باپ کے پاس روتا ہوا گیا کہا مٹ
مین ایک لڑکا بیٹھا ہوا ہی سب بتاسے میرے کھا گیا بوڑھاپے کا لڑکا تو زیادہ پیارا
ہوتا ہی عصای پیری دستگیری کا سہارا ہوتا ہی اوسکا کہنا پیر فرتوت کے دل مین اثر
کر گیا وہ خالی ذہن تو عقل کا شکا تھا غصہ سے بھر گیا زبان اختیار سے نکل گئی حروف
ابتدا کے تغیر سے الفاظ مسخ ہوگئے صورت بدل گئی کہنے لگا بھاٹ تو مرا ہوا ہی یعنی
ماٹ تو بھرا ہی پھر سر خم کرکے سر خم پر گردن جھکائی تو آئینہ حماقت مین ایک مرد کی
شکل نظر آئی دیکھا تو ماٹ کے پیٹ مین ہی نابالغ ایک بچہ ہی کہا لڑکا سچا ہی خفا ہوکر
ملامت کرنے لگا کہ ای بیغیرت خام طبیعت ڈاڑھی کے بال پکانا اور لڑکونکے بتاسے کھانا قطعہ

طفل بدخو ہی مرا شوق کہ جب ہٹ پر آے — بے منائے نہ بنے اور وہ منائے نہ بنے
ذوق ہی شوق کو میرے سخن شیرین سے — موہنہ مین جب تک یہ مٹھائی نہ وہ پائے نہ بنے
چھیڑ کی اسکی ہین باتین نہ بنے بن بولے — گر بگڑ جائے تو بے بات بنائے نہ منے

میرے شوق نے مجھکو بیکار پایا بیگار بنایا بوجھا سر پہ دھر کر زیر بار کیا یعنی اس قصہ
کے لکھنے مین اصرار کیا مین ناتوان اور بوجھ بھاری تھا اور توسن طبع متکفل تیز رفتاری تھا

نہ تحمل بار برداری اور اوس پر راہ کی دشواری کہین لغزش کا ڈر کہین راہزن کا خطر کہین راہ کی چپقلش کہین کانٹونکی خلش دامن اوٹھائے ہوئے پہلو بچائے ہوئے روانہ ہوا نفس شوق کا چلنا سمند طبع کا تازیانہ ہوا میدان جنگ تنگ خامہ نے گام فرسائی کی بھیر اتفاق سے نے کج ادائی کی خسرو اقلیم سخنوری فخر خاقانی وانوری مشہور آفاق اس مدح کے مصداق ہو گئے

سب تیغ زبان سے اونھین پہچانتے ہین	غالب وہ ہین سب اہل سخن جانتے ہین
یہ شیر خدا کے نام کی ہے برکت	لوہا اسد اللہ کا سب مانتے ہین

کہ آفتاب عمر اونکا لب بام بلکہ قریب سرحد شام تھا اور اسی سبب سے اس افسانہ کے اتمام مین مجکو ابرام تھا اونکے انتقال کی خبر آئی نامرادی کی مراد بر آئی اب بندہ ہیچ میرز میرزا ے مرحوم کی تاریخ نو طرز زیب طراز کرے غفور رحیم نام پاک کی برکت سے خلعت مغفرت سے اونکو سرفراز کرے۔

قولہ اسد اللہ خان تمام ہوا	ایدریغا وہ رند شاہد باز قطعہ
یگانہ شاعر رشک ظہوری و عرفی	سخن پناہ اسد اللہ خان تمام ہوا
یہ اوسکا مصرع مشہور سال فصلی کا	ہے خود گواہ اسد اللہ خان تمام ہوا
بڑھا کے رکن لکھا مین نے سال ہجری یون	کہ آج آہ اسد اللہ خان تمام ہوا ۱۲۸۵

بعد اسکے موانع پیش آتے رہے چلنے ندیا باران حوادث نے آرزو کو دل سے نکلنے ندیا سر راہ دریا بہا اونیس برس تک قلم رکا رہا۔ اس سال قافلۂ توفیق باز ادو راحلۂ تحقیق دمع بارانی پہونچا منزل مقصود پر بآسانی پہونچا سر شوریدہ نے زانوے فکر سے

بالش استراحت پر قرار پایا ہان اب قصہ شروع ہو کہ آرام کا وقت آیا **ابیات**

کرتا ہون مین نذر رازدانان
درزشگہِ نفس و روح ہے یہ
سنلو کہ ہے برق پنبۂ گوش
لکھتے ہین یہان سے اب وہ قصہ

افسانۂ عشق جان و جانان
مفتاح در فتوح ہے یہ
دیکھو کہ ہے نشتر رگ ہوش
تھا غیب مین جو ہمارا حصہ

بنام خدا آغاز مدعا روح کی جلوہ افروزی عشق کی ادب آموزی حقیقت کے شمع جمال کا پروانہ ہونا اقلیم بدن کی طرف روانہ ہونا - مثنوی

یہ نامہ کہ غارتگر ہوش ہے
اصیل و نجیب و شریف عرب
مرا خامہ ہے لاابالی خرام
سوئے کعبہ جاتا ہے یہ حق پرست
ذرا کہیو پیر مغان یاوری
کہ مستی مین بھی ہوشیاری رہے

بہشت نظر جنت گوش ہے
کہ پہنا ہے پیرایۂ اہل ہند
کہ ہے دست آزادگی مین زمام
بزیر قدم تو خرابات ہے
کہ صوفی کو ہے شوق ساقی گری

مضامین مین سادات علوی نسب
یہ بیتین صالح ہین صورت مین رند
خرابات سے ہو کے آزاد و مست
طرف قبلہ کے مونہ ہے کیا بات ہے
ترا مشرب صاف جاری رہے

شاہد دلنشین مدعا کہ مقصود جانی ہے خلوتی نہان خانۂ معانی ہے تحریک فکر رسا سے دل کے ارادہ اور طبیعت کے اقتضا سے قوت ذہن اور تیزی ذکا سے چلتا ہے اور آرائشگاہ خیال مین عبارت کا لباس پہنکر چست و درست بنکر پردۂ حرف و صوت سے

نکلتا ہے اور پھر بمقتضای قول صداقت آمود مِنهُ بَدَأَ وَاِلَیهِ یَعُودُ دریچۂ چشم وگوش سے راہ ہوش سے نمایشگاہ خیال مین آتا ہے اور فہم قاعدہ دان کی دستگیری سے دل مین بیٹھکر نقاب چہرہ سے اوٹھاتا ہے جب دست قدرت نے عالم کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً سے طلسم شب کا پردہ اوٹھایا اور سپیدہ فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ نے دامن افق پر اپنا رنگ دکھلایا وقت صبح ظہور کاثر کا نور کا تھا کہ آفتاب جہانتاب روح نے مطلع غیب سے عالم امر مین طلوع کیا پردہ اسرار کے مطربون نے اپنی سازو نوا مین زمزمہ تہنیت شروع کیا لا اعلم

آن دہان پر نمک بیکس پیدا نبود	خندہ کردی وشورے درجہان انداختی

دایۂ رحمت نے دامن دولت پھیلایا کنار عاطفت مین اوٹھایا اختر بخت کے نجومی نے سعادت کا قرعہ ڈالا زایچہ کھینچا طالع نکلا فال کے لیے کلام قدیم نکلا تو لَقَد خَلَقنَا الاِنسَانَ فِی اَحسَنِ تَقوِیمٍ نکلا ثُمَّ رَدَدنَاہُ اَسفَلَ سَافِلِینَ کے معنی سے خوف کی صورت نمود ہوئی اور اِلَّا الَّذِینَ اٰمَنُوا سے امید موجود ہوئی یقین کہنے لگا دلیل نجات قوی ہے اَلاِیمَانُ بَینَ الخَوفِ وَالرَّجَاءِ حدیث نبوی ہے امن مین امان نہین یاس جز زیان نہین نومید وہی ہے جو وادی امن ایمان سے بھٹکا ہے اور ایمن ہوجانے مین بھی کھٹکا ہے۔ راہ کا نشان درمیان امید وبیم ہے کہ صراط مستقیم ہے اسفل سافلین سے مراد سفر ہے کہ نظر مین مشابہ سقر ہے اَلسَّفَرُ قِطعَةٌ مِّنَ العَذَابِ مخبر صادق کا کلام ہے اسکے دوزخ ہونے مین کیا کلام ہے اور اِلَّا الَّذِینَ اٰمَنُوا فال خوشحالی ہے ایمان والونکا

اللہ والی ہے اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ خلاصہ یہ کہ
آغاز و انجام نیک ہے مبدا اور مرجع ایک ہے لیکن کربت غربت در مصائب سفر سے مفر نہین اور
یہ مرحلے رہگزر کے ہین مقر نہین خطر راہ کا خطرہ خاطر خطیر مین لانا اندیشۂ رہزن خوف
دشمن کا ذہن مین آنا مالیخولیا ہے۔ مفتی ہمت نے یہی فتوی دیا ہے وَھُوَ مَعَکُمۡ
اَیۡنَمَا کُنۡتُمۡ ارباب شرع نے بدلالت وحی ربانی اوس نور چشم کا روح نام کیا پھر
فارس کے اہل فراست نے جو کلام کیا اور اوصاف گرامی کے تذکرے اکثر رہنے لگے
عربی زبان سے انجان تھے جان کہنے لگے حاصل کلام وہ عالیمقام پردہ سرا ے
راز و نیاز مین ناز و نعمت سے آنکھون مین پلتا تھا بخوف نظر پردہ چشم سے باہر نہ نکلتا
تھا کشش نہانی گہوارہ ہلاتی تھی طپش درونی تھپک کر سولاتی تھی حفاظت
کی تاکید تھی نگہبانون پر تہدید تھی حکم تھا کہ حضور کبھی غائب نہ ہے نگرانی کرے
کہ یہ نور عین نظر سے باہر نہو جمعیت ہمیشہ پاس رہے پاسبانی کرے کہ تفرقہ مین پڑ کے
ابتر نہو روز بروز بفضل الٰہی قوتون کا مرتبہ بڑھتا جاتا تھا مگر روح تو عاشق طبع تھا
اکثر گھبراتا تھا تجرد کا عالم تھا تنہائی کا غم تھا۔ باطن مین کسیکی تلاش تھی خاطر حزین
طالب انتعاش تھی جی مین کسیکی محبت اور چاہ تھی ضمیر منیر مین پوشیدہ راہ تھی شعر

جنبش دل مین ہے آہستگی طرز خرام	ہے پس پردہ نزاکت سے خرامان کوئی شعر
کسپہ عاشق ہون نہین معلوم کسکی ہے کشش	دل کھنچا جاتا ہے پہ دلبر نظر آتا نہین

جب نام خدا علم پیدا کرنیکے دن قریب آئے حضرت عشق سے استاد ادیب آئے

پیار سے گود مین لیکر مالوف کرنے لگے - باتون مین تعلیم حروف کرنے لگے کہا الف
ہمیشہ ساکن اور سرو کے مانند استادہ ہو اسلیے کہ سیدھا اور سادہ ہو بار تعلق سے
آزاد ہو اور بے کا حرف اتنا چت زمین پہ ہو اس سبب سے ہے کہ بار نقطہ پشت ناز نین پر
ہو - اسیطرح جیم معجمہ تک صورت خطی بتائی جائے خطی مین اشارت و کنایت
کی راہ دکھائی بیت

حرف مطلب سر زبان آیا	حای حطی کا جب بیان آیا

کہا اس حرف مین جان جہان آرام جان کے نام کا اشارہ ہو جسکے وادی طلب مین
سارا جہان سرگشتہ و آوارہ ہو حرم سرا کے قدس مین ایک پردہ نشین عالم افروز ہو جسکے
فروغ حسن کے سامنے آفتاب چراغ روز ہو - اگر احیانا رضوان کا وہان گذر ہو جائے
یہ کہکر بیہوش و بے خبر ہو جائے رباعی

خورشید سپہر عالم نور تو ئی	رشک مہ و مہر و غیرت حور تو ئی
ماشاء اللہ چشم بد دور توئی	مثل تو اگر زاہد لے دید کسے
کہتا ہو موجہ یہ آپ سا یہ دوسرا بھی ہو	شعر مشاطہ موتہین ٹھوکر ے جھوٹا ہو آئینہ

حقیقت اوسکا نام ہو بے پروا و خود کام ہو مثنوی

سرگشتہ ہو اک زمانہ اوس کا	آشوب جہان فسانہ اوسکا
دل خلق کے آسیا مین پیسے	گردش مین ہو آسمان اوسی سے
جانان وہی جان جان وہی ہو	دارائے جہان جان وہی ہو

تیغ استغنا سے اوسکے صف کی صف ایک دم مین صاف ہے اوسکے کوچہ مین شحنۂ غیرت پر خون خلق معاف ہے **مثنوی**

سب حسینون نے اک نیا انداز	ہمہ تن عشوہ و کرشمہ و ناز
خاطر آشوب خلق و فتنۂ دہر	ظلم آفت غضب قیامت قہر

یہ تو عالم بے خبری کا رہنے والا تھا اپنے محل سے پانو اور دروازہ سے سر باہر نہ نکالا تھا۔ جب **حقیقت** کی حقیقت سے ماہر ہوا شگوفہ ظاہر ہوا غنچۂ خاطر کھل گیا درد تنہائی کا چارہ مفرح دلکشا کا نسخہ مل گیا دیدار کی آرزو ہوئی وصال کی جستجو ہوئی **شعر**

خیال عارض ہے بیٹھے بیٹھے وصال کا دھیان لیٹے لیٹے	جو شوق زانو بدل رہا ہے تو ذوق پہلو بدل رہا ہے
شعر ہجر مین تیرے رات دن رہتے ہین اضطراب مین	شام ہوئی تو صبح ہے صبح ہوئی تو شام ہے

عشق تو اوسکے حسن استعداد و قابلیت خداداد کا عاشق اور دیوانہ تھا استاد یگانہ یکتاے زمانہ تھا جب دیکھا کہ شوق کارگر ہوا ذوق راہبر ہوا آج ہین محبت کام آیا خوش ہو کر مکتب اشتیاق مین بٹھلایا مصحف روے یار زلف مشکبار کے غلاف سے نکال کر روبرو کر دیا ناگاہ شوق نے دوڑ کر استقبال کیا استاد کی انگشت شہادت ہادیِ راہ ہوئی عنوان پیشانی مین مدّ ابرو پر بسم اللہ ہوئی **شعر**

مین گرد پھرا خانۂ دل کے تو یہ دیکھا	روزن سے کوئی پردہ نشین جھانک رہا ہے

عشق نے کہا نگاہ جماؤ دل لگاؤ خوب یاد کرنا چاہیے اسی پر مرنا چاہیے۔ یہ

مصحف ناطق ہے ایمان عاشق ہے ناظرہ سے دیکھنا اسکا آنکھون پر فرض عین اور یاد کرنا اسکا دلون پر تقاضاے محبت کا دین **شعر**

مصحف رخ کا تیرے دل جو مرا حافظ ہے	بھولنے کا یہ نہین اسکا خدا حافظ ہے

تلاوت اسکی ملاحظۂ معنی کے ساتھ واجب ہے مگر مدّ ابرو حاجب ہے سواد خط نزول کی شان ہے نقطۂ خال آیت کا نشان ہے **شعر**

خیرہ تھی چشم تمنا جلوۂ دیدار سے	سبزۂ خط گر نہوتا عارض پرنور پر

مطلب اور ہے مقام غور ہے حسن جانان محتاج زیبایش کا نہین جمال مطلق مقید آرایش کا نہین تکلیف تکلف سے قطعاً بے نیاز ہے قول حافظ شیرازی اہل نیاز کو ناز ہے

شعر ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است	بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روے زیبا را

جبتک بند صورت سلسلۂ زیب و زینت مین اٹکا رہیگا منزل مقصود تک نہ پہونچیگا راہ معنی سے بھٹکا رہیگا **قطعہ**

مدرسہ مین ظہور کے جاکر	چاہیے طبع ناشکیب نہو
دانۂ نقطہ دیکھکر نہ گرے	مائل دام رنگ و زیب نہو
حسن معنی کا ہو تماشائی	خوبی خط نظر فریب نہو

پھر عشق نے اپنے نور دیدۂ برگزیدہ کو کہ معروف بہ معرفت ہے بلا یاد دہنے اگر سرمۂ شناخت روح کی آنکھون مین لگایا۔ جان کا جانان سے رابطۂ یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّونَهُ ازل سے مربوط تھا ضابطۂ محبت پہلے سے مضبوط تھا

مگر شناسائی نہ تھی آئینہ نے صورت دکھلائی تھی **عشق** سے سلسلۂ سابق ہلا سر رشتۂ
قدیم ملا اور **معرفت** کی معرفت سے تعرف ہوا مگر تکلف ہوا **جان** ناز معشوقی
کے کرشمون سے انجان اپنے دلربا کو پہچان انبساط مین آیا ایسا پھولا کہ تماشاگاہ
دیدہ مین نہ سمایا اپنے سے باہر ہو گیا حدقۂ چشم حلقۂ در ہو گیا **شعر**

رات **صوفی** ہم حریم وصل مین	اسقدر پھولے کہ باہر ہو گئے

شعور نے کہ حاجب در تھا اوس نور عین کو تار نظر مین باندھ لیا پھر کہ جانے نہ دیا
چشم بدور شوق نظارہ جو حد سے بڑھ گیا اپنی نظر آپ چڑھ گیا **شعر**

پابند سر زلف تو گشتم نگہے	دام رہ خویشم شدہ تار نظر خویش

آنکھین ملتا تھا اور دیکھتا تھا اپنی طرف بغور دیکھتا تھا **بیت**

تھا تفکر کہ جو عیان ہون مین	کون ہون کیا ہون اور کہان ہون مین

پردۂ پندار حجاب تھا تماشائی دیدار خیال خواب تھا دیر تک سوچ مین رہا
جب سمجھ آئی رو کر کہا **بیت**

وہ آئے جو آنکھون مین بے خبر تو ہے	نظر تھا مین مجھکو سفر ہو گیا

ناگاہ ایک شخص کار آگاہ جسکے تیور سے ہوشمندی چتون سے ارجمندی عیان
تھی زبان حال گرم مقال خموشی گویا بیان تھی آکر دو چار ہوا روے خوب پر نظر
پڑنا شگون نیک اور فال سزاوار ہوا پاکیزہ صورت قدرتی مورت جسم لطیف
کدورت آب و گل سے صاف شیشہ سے زیادہ شفاف پیک نظارہ کو سد راہ نہو

مانع نگاہ نہو نظر نہ اٹکے صاف بے کھٹکے نکل جائے پار کی چیز کا دھوکا ہو جسم نظر
نہ آئے جسکے مقابل ہو وہی رنگ دکھلائے چھوٹا سن بڑھنے کے دن مانند ہلال
گردہ تصویر کمال آغوش نمو کا طفل صغیر نصیب کا جوان دانائی مین پیر صاحب
تمیز مرتبہ شناس کچھ لوگ نورانی صورت اُس پاس شرط آداب بجا لاکر سر جھکا کر
عرض کرنے لگا کہ **عقل** اسم نحیف ہے اور یہ مقام کہ عالم معقول اور جہان لطیف ہے
میرے تعلق ہے حضور کا تصدق ہے اور یہ جو چند اشخاص ہین میرے خواص ہین ایک کا
حافظہ نام ہے کہ یاد رکھنا اوسکا کام ہے دوسرا **فکر** کہ کنہ اشیا نکالتا ہے حرفون سے
معنی اور معنی سے مدعا نکالتا ہے تیسرا **وہم** کہ علم سیمیا مین ید بیضا رکھتا ہے خاصیت
عصائے موسی رکھتا ہے پردہ خیال مین تماشا کرتا ہے طرح طرح کی صورتین تراشا کرتا
ہے نئے رنگ نکالتا ہے تماشائیونکو دھوکے مین ڈالتا ہے چوتھا **خیال** ہے کہ
دبیر بے مثال ہے جو انان مضامین کہ پیرایہ عبارت مین پھڑک نکلتے ہین خلعت
پائے ہوئے اسکے ہین اور طائران معانی کہ رشتۂ تحریر و دام تقریر مین آتے ہین
دانہ دکھائے ہوئے اسکے ہین پانچوان **حس مشترک** کہ صاحب احساس ہے
سر دفتر مجموعۂ حواس ہے۔ باقبال حضور صفت اپنی دکھلائیگا پنجہ حواس سے کشور
فعل پر چیرہ دست آئیگا ہر ایک اپنے مرتبہ مین بلند پایہ ہے ان پانچون پر پنجتن۔ پاک
کا سایہ ہے جیسے نام انکے ہین ویسے ہی کام انکے ہین ہنوز **عقل** کا لطیفہ تمام نہوا
تھا اور اصحاب عقل سے کوئی کام نہوا تھا کہ **الہام** نام قاصد خوشخرام نامہ و پیام

لیکر آیا پیشگاہ تقدیر سے عہدۂ کارگزاری کا فرمان لایا بقول مرزا اسد اللہ خان صاحب
کہ تخلص اونکا کہین اسد ہی اور کہین غالب **شعر**

جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ	مبارک باد اسد غمخوار جان دردمند آیا

کمال لطف و نرمی سے نہایت دل گرمی سے نوشتہ مقسوم ہاتھ مین دیا اور پیغام
زبانی بھی گوش گزار کیا کہ اے غریق آب طلب عین دریا مین تشنہ لب اگر تو طالب
حبیب ہی تو وہ تجھسے زیادہ تیرے قریب ہی مگر تیرے پندار نے آنکھون کا پردہ ڈالا
ہی تار نگاہ دیدہ کا جالا ہی **شعر**

گردش چشم و تارہای نظر	پردہ باف نقاب عارض اوست	غالب
اوتنا ہی ہمکو اپنی حقیقت سے بعد ہی	جتنا کہ وہم غیر سے ہین پیچ و تاب مین	

اوٹھنا اس پردہ کا بے دستیاری فعل کے محال اور فعل کا ہاتھ آنا بالفعل اشکال
کہ وہ عالم اجسام مین اعضا کی قوت سے حاصل ہوگا اور جب تو کہین کام کے
قابل ہوگا کہ ہوش سنبھالیگا ہاتھ پانو نکالیگا خلق خدا کا تو سرتاج ہی لیکن کسب
کمال کا محتاج ہی اگرچہ مضمون آیت اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ عموماً ہر چیز کے
بہتر ہونیکا بیان ہی مگر مفہوم اِنِّی فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ سے خصوصاً تیری
بزرگی سب پر عیان ہی لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ خطبہ تیرے اکرام کا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی
الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً طغرا تیرے احکام کا قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ سکہ تیرے
نام کا لیکن تخم کے سینہ پر جبتک زمین کا غبار خاک کا بار سخت نہو کمال کو

خاک نہ ہو بیج درخت نہ ہو **مثنوی**

دانہ کا خاک مین گھر ہوتا ہی	تو بتدریج شجر ہوتا ہی
شاخ و برگ و ثمر و گل لائے	خاک ہی سے یہ مراتب پائے

جس چیز کا شوق تجھپر غالب ہی اور جس معنی کا تو طالب ہی عالم جسمانی ہو کے اوسکی راہ ہی یہی منزل گذرگاہ ہی تو خستہ ہی خاک مین جا کر نہال ہو گا تو ہلال ہی گردشون مین آکر بدر کمال ہو گا عقل کو اوسکے توابع سمیت ہمراہ لے کہ راہ شناس و عالی دماغ ہی اور رہبر چشم و چراغ ہی جسوقت **معرفت** نے تجھے کحل کیا آنکھون مین سرمۂ آشنائی دیا تیرے صدف چشم سے گوہر اشک غلطان ہوا کار قدرت نمایان ہوا یہ روشن گہر بلند نظر اوسی قطرہ سے پیدا ہوا ہمہ تن حکمت کا پتلا ہوا **بیت**

جوش الفت سے اشک نکلا ہی	گوہر آبدار ہے یہ طفل

رائے اسکی سلیم ذہن اسکا مستقیم راہ صواب مین قدم دھرنا اسکی صلاح پر عمل کرنا عقائد حمائد کی کمک کرکے تقوی کی تقویت سے سرکشان ذمائم کو پامال رکھنا خیر و شر حق و باطل کا خیال رکھنا برے کام مین جعلسازون کے دام مین نہ پڑنا دنیا کو پشت دیجیو مگر دور سے اور اسپر تکیہ کرکے نہ اڑنا بہار کائنات اور اوسکے رنگ بے ثبات پر گل کیطرح بھول نہ جانا یہ یاد رہے کہ ان باتونکو بھول نجانا عمر کی مدت دیجاتی ہی قوت اختیار کہ سرمایۂ عمل ہی امانت دیجاتی ہی ارادہ سفر کر متوجہ سیر ہو السفر وسیلۃ الظفر خدا مبارک کرے انجام بخیر ہو **قطعہ**

راس آئے تجھے ساغر احوال کی گردش	ساقی نے مے جلوہ صد رنگ بھری ہے
جان بخش ہے پیمانہ مین عکس لب ساقی	پر نرگس جادو کی غضب فتنہ گری ہے

جان بمقتضای حُبُّ الوَطَنِ مِنَ الاِیمان اپنی غریب الوطنی پر بے اختیار گھبرایا حسرت نے آکر آرزو کی صورت دکھلا کر تعلق کا نقشہ جمایا دوری وطن قدیم شاق تھی غربت تکلیف مالایطاق تھی بیچارہ اضطرار مین تھا جبر و اختیار کے گیر و دار مین تھا قاضی محکمۂ قضا کا چوبدار کہ تکلیف لقب شرعی پایا تھا دارالقضا قدر سے کرو ہو کر آیا تھا تقاضاے شدید کرنے لگا اعلام سرنوشت دکھلا کر حدود شرع جاری کرنیکی فکر مین تہدید کرنے لگا مدبران کارگاہ قسمت کی تمہید اور مشاوران بارگاہ حکمت کی صوابدید سے مجبور مختار ہونا پڑا اسرار مشیت کا پردہ دار ہونا پڑا بارگاہ الوہیت سے خلعت خلافت عطا ہوا پرتو جمال و جلال سے آئینۂ حال جلوہ گاہ صواب و خطا ہوا ادب نے نگین عقیدت پر نام نامی کندہ کیا مہربانی اور الزام گناہ اپنے ذمہ لیکر سیاہی لگائی شعر

ہم جو ہین روسیاہ شکل نگین	یار کا نام ہمسے روشن ہے

عشق کا کام ناکامی ہے جہان محبت ہے وہان بدنامی ہے شعر

وہ تھے اہل محبت اور محبت مین ہے بدنامی	گناہ حضرت آدم تھا توبہ نیکنامی سے
شعر نقطہ دینے سے ملا پہلے انہین خط قضا	جو کہ ہین اہل محبت وہ ہین محنت وا لے

دم سرد بھر کر یہ کہا اور دم بخود ہو رہا مرضی مولی از ہمہ اولی ناچار بحکم ماتشاؤن

الاان یشاء اللہ دوست کی خواہش کو جی سے چاہ کر مشیت کو ہادی راہ کر
ارادہ کیا راضی ہوا عقل مصلحت اندیش بھی متقاضی ہوا ایک جان و ہزار سودا
عجب کشمکش کا عالم ہوا متوجہ اقلیم بدن او سیدم ہوا تقدیر نے آئینہ رخسار پر
آب دیدہ چھڑک کر وداع کیا زخم غریبی کی ہنسی پر محبت وطن نے رو دیا طلب
دوست امید یافت کی پٹی جما کر عذر خواہ ہوئی وحشت وجود یہ کہتی ہوئی ہمراہ ہوئی مخمس

داد خواہ آتا ہی ہر مضمون خط تقدیر کا
ہے سدا گردش مین پرکار آسمان پیر کا
وحشت ہستی مین حرفون سے بندھا زنجیر کا
نقش فریادی ہے کسکی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

وعدۂ دیدار کل ہے ناشکیبائی نپوچھ
یہ جو کٹ جائے تو جانون ورنہ ای بھائی نپوچھ
ہے شب فرقت پہاڑ اور ہین سودائی نپوچھ
کاو کاو سخت جانیہای تنہائی نپوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوے شیر کا

تیغ وان اوبلی لہو کا جوش سمجھا چاہیے
جلد اے زخم نہان آغوش کھولا چاہیے
کھول کر رشتہ رگ گردن کا کھینچا چاہیے
جذبۂ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

ہے تلاش اپنی جہانسو گمان یافت ہاے
میرے مطلب کو نپائے خود اگر کھویا نجاے
صاحب پندار کے کب فہم مین یہ راز آے
آگہی دام شنیدن جسقدر چاہے بچھاے
مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا

شعلہ رکھتا ہے حنا سے وہ پری وش زیر پا
پیری سے ہے مرے صوفی کو بھی غش زیر پا

آگ میں ڈالے ہے دل کو زلف دلکش زیر پا
بسکہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیر پا

موے آتش دیدہ ہے حلقہ مرے زنجیر کا

اقلیم جسم میں سلطان روح کی جہانداری اور رہبران تخت گاہ خلافت کی کارگزاری

شعر نقشیم ماکہ دردل النقاش بودہ ایم
برلوح شد بعالم غربت ورود ما

خسرو شیرین انداز سخن کہ فکر رسا کا خلف ارجمند ہے بالغہ طبع کا نتیجہ بلند ہے بند و بست مضامین کے لیے سرحد بیان میں قدم دھرتا ہے اور علمدار قلم اپنا علم نصب کرکے قلم و قرطاس میں حکم رقم اسطرح جاری کرتا ہے کہ جب جان غریب نے گذشتن آب و دانہ سے دامگاہ بشریت کیطرف رخ کیا دم بھر کے عرصہ میں ملک قالب میں آکر دم لیا حاجات ضروریہ پیشوائی کو آئین بشریت نے لوازم اپنے پیش کرکر کیفیتیں دکھلائیں مبیر درد ر

اس ہستی خراب سے کیا کام تھا ہمیں
اے نشاظہور یہ تیری ترنگ ہے

چار حد عناصر میں اعتدال کار فرماے مزاج تھا مخالفان طبائع کے درمیان اوسکا حکم موجب امتزاج تھا ایک خطہ دیکھا دلچسپ و پرفضا غمز دون کے لیے غمزدا نظر بندی کی حکمت کا دل کشا طلسم تن و جسم اوسکا اسم سواد اوسکا سواد ختن

آب وہوا ہوس انگیز عناصر کی چار دیواری اعجوبہ کارخانہ نئی تیاری عمارتین خام گلابہ کا کام مکانات قابل رہنے کے نہایت عالی مگر مکین کی جگہ خالی قطع معقول وضع مقبول ڈیل ڈول مین درست تنگ نہین مگر خوبی مین چست سج دھج چمک دمک رنگ ڈھنگ آب تاب صفائی ستھرائی مین انتخاب ایک دوسرے کا جواب مگر ہر ایک لاجواب جو چیز تھی بے مثل اور نادر تھی ہر شے سے کاریگر کی یکتائی ظاہر تھی انصاف ہنگام مشاہدہ عش عش کرے نگاہ صنعت صانع پر غش کرے نظر حق مین اگر کوتاہی نہ کرے دور کی سوجھے سمجھ اگر سیدھی ہو کر آئے بوجھے واللہ صانع بے عدیل ہے صنعت اوسکی ہماری دلیل ہے اگر ناطقہ تھوڑی سی صفت اوسکی سامعہ کو سنائے وہم کج فہم بہت فضول گو اور جھوٹا ٹھہرائے لیکن مردم دیدہ آگاہ مین رویت کے گواہ ہین سرے پر قلعہ دماغ دلپسند وسیع وبلند اور بڑا عالی شان تھا گویا عالم کالبید کا آسمان تھا قصر وایوان دلکش مرصع ومنقش چاندی کی چھت سونے کا کام راحت وآسایش کا سرانجام انسان کے لیے موجب آرام قلعہ محفوظ بنا مستحکم اور خوشنما پانچ دروازے کھلتے ہوئے نہایت دلکشا ہر در پر جمعیت حواس سے ایک دربان ہوشیار مگر بغیر جان کے بیکار آنکھ کے دروازہ پر باصرہ نگہبان مردم چشم اوسکے زیر فرمان چشم بد دور دیکھنے کے قابل سات پردے نور کے حائل جسپر سرخ ڈوروں سے بندھا پردہ سیاہ وسپید پڑا **غالب**

کہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری ہے کسکی	پردہ چھوڑا ہے وہ اوسنے کہ اوٹھائے نہ بنے

کان گوہر سخن کی کان سامعہ کا مکان شامہ کہ بوے خوش و ناخوش مین امتیاز
تمام رکھتا تھا ناک مین قیام رکھتا تھا ذائقہ کہ مزا پہچاننا کام اوسکا تھا کام و زبان
مین مقام اوسکا تھا پانچوان لامسہ تمام چو دروازہ تھا صرف ہاتھ کا اندازہ تھا
چھونے سے کھل جاتا روزن در نظر نہ آتا یہ پانچ دروازے ظاہر کے تھے اور اندر
پانچ محل نورانی جواہر کے تھے جن مین طاز مین عقل کا مسکن ہوا اندر باہر تمام گھر
ان نورانی صورتون سے روشن ہوا پیشگاہ مین صحن سینہ صفائی مین غیرت آبگینہ صدر علم
بادشاہانہ محل لطافت و شرافت مین بے بدل حرم سراے خاص معدن جوہر
اخلاص گنجینہ عہد و وفا آئینہ صدق و صفا ایک دانہ لعل بے بہا کا بنایا ہوا صنعت
کبریا کا ید قدرت کا تو شتبو دست قضا کا الٹو نشتر کدہ درد طلب قلب اوسکا نام
اور لطیفہ مدرکہ اوسکا لقب کبھی جمال کا جلوہ کبھی جلال کی شان کہ انقلب بین
اصبعین من اصابع الرحمن بیم عدل و امید فضل کے درمیان حیران و
سرگردان گردش اوسکی دوامی حرکت مقامی رنگ آمیزی اوس مین عجز و نیاز کی
آب و تاب سوز و گداز کی شیشہ سے زیادہ نازک اور موم سے سوا نرم آب و
ہوا و ہانکی دم سرد و اشک گرم لا اعلم

صد نشتر شوق ہر رگ روح زدند | یک قطرہ ازان چکید نامش دل شد

روشن ایسا کہ ہنگام دید تار نظر شعاع خورشید ہیچ مین اوسکے مثل خال روے
معشوق نقطۂ سیاہ ہویدا نام اوسکا سویدا جان کل اوس نقطہ پر دار و مدار ہوا

پرکار صفات احوال کی گردش دائرہ کی گشت مین پرکار رہا بادشاہ روح
نے تخت سویدا پر جلوس فرمایا اور دل کو دار الخلافت بنایا **عقل** کو منصب وزارت
پر ممتاز کیا اور اوسکے رفیقونکو حسب حال باندازہ کمال سرفراز کیا بقول سیدین
حسینی تخلص صاحب نزہتہ الارواح و زاد المسافرین سزاوار رحمت و آفرین بیت

بر پایۂ تخت احترامش	دستور یگانہ عقل نامش

فکر وزیر کا پیشکار اور نائب ہوا خطاب اوسکا صائب ہوا **حافظہ** کو دفتر خانہ
ملا **خیال** کو احکام نویسی کا پروانہ ملا اور **وہم** کو خدمت بخشی کی غرض سبکی عزت
بخشی کی **وہم** دوست اور دشمن کو دور سے پہچان لیتا تھا نفع اور ضرر کو پہلے ہی
قرینہ سے جان لیتا تھا لیکن اکثر گمان اور اٹکل پر چلتا تھا لغزش گاہون مین پھسلتا
تھا کئی بار اسکا مغالطہ معلوم ہوا اسلیے ہر امر مین خیال اور فکر کا محکوم ہوا اختیار
لے لیا گیا اور حکم دیا گیا کہ کامون مین تجویز کامل کیا کرے جائزہ لیکر سیاہہ داخل
کیا کرے دیوان کا دستخط اور نائب وزیر کا صاد ہو تب اوسکی صلاح پہ اعتماد ہو
حس مشترک حواس خمسہ کو جمع کیے ہوئے پیادون کو ساتھ لیے ہوے آئے سب کے
بعد حاضر ہوا یہ سب اوسکے تابع ہوئے اور وہ ناظر ہوا اور حواس خمسہ کے بعد اپنے
یارون سے پہلے درجہ مین ظاہر و باطن کے درمیان ڈیوڑھی کا مکان اپنا محل
پہچان کر اندر باہر کی خبر گیری مُقدَّم جان کر مقدم دماغ کے کھلتے ہوئے کمرہ
کو اپنے مُقدَم سے مزین کیا اور اون پانچون کو ایک ایک دروازہ پر متعین کیا

یا یون سمجھیے کہ حس مشترک جماعت حواس کا جمع دار ہو اغرض ہر ایک اپنے پایہ
پر سرگرم کار ہو اور بانون پر تاکید شدید تھی احتیاط مزید تھی کہ بے اجازت حضور
کے کوئی آنے نپائے اگر کوئی وقوع حادث ہو فوراً خبر آئے کہ بروقت تدبیر اوسکی کی
جائے حس مشترک راہ ہوش کھولے رہے سامعہ فریادیونکی صدا پر پردہ
گوش کھولے رہے اگر کچھ خطا سننے مین آئیگی گوشمالی واجبی دیجائیگی باصرہ دیدبانی
مین آنکھ لگائے پتلیون کے پھرنے مین فرق نہ آئے اگر چشم زدن غفلت کا طور دیکھنے
مین آئیگا اسکا تماشا دکھلا دیا جائیگا تیر مژگان دیدہ دوزی مین تیز ہی تیغ نگاہ خونریز
ہی شامہ صبح وشام مشام کی عطاری کرے خبرداری کرے اگر بوے بد
آنے لگے ہوا بتادے دم کے جاروب سے ناک جھاڑ کر اوڑا دے اور اگر نکہت گل
یا بوے مشک آئے سانس کے زور سے کھینچ لائے اگر شمہ بھی اشمام قصور کا پایا
جائیگا عذاب دردناک ناک مین دم لائیگا ذائقہ تلخکامی نہ کرے موںھ کو بدمزہ نہونے
دے خامی نہ کرے اگر بے حکم کچھ زبان پر رکھیگا مزا اسکا چکھیگا لامسہ کوئی چیز
مس نہ کرے چھونے سے ڈرے کیا معلوم آتش ہی یا کژدم یا مار سرکش ہی اگر بلا
مرضی ہاتھ بڑھائیگا سر دست سزا پائیگا قصہ کوتاہ حواس خبرگیری مین رہتے جو
امر محسوس ہوتا حس مشترک سے کہتے پہلے پیشگاہ خیال مین آتا وہم اوسکو
اندازۂ قیاس مین لاتا پھر خیال فرد کیفیت محافظ دفتر کو دیتا اور عرضی کرتا مجال
نہ تھی کہ خلاف مرضی کرتا حافظہ پیشکار وزیر کے آگے دھرتا فکر کی نظر سے گذرتا

وہ خلاصۂ مطلب کے تاک مین تاک عبارت سے عصارۂ معنی نکال کر دُردگیر اندیشہ مین چھانتا خلاصہ اوسکا عقل کے حضور مین گذرانتا وزیر موقع پاکر جان جہاندار کو آگاہ کرتا اپنی رائے بھی عرض بارگاہ کرتا موافق وقت فرمان شاہی عقل پر نازل ہوتا اور دیوان خانۂ حفظ مین داخل ہوتا فکر شستہ مضامین سے عقدۂ مقصد کھولتا وہم اپنے اندازے مین ٹٹولتا پھر خیال نقشہ اوسکا ورق تصویر پر کھینچکر ناظر کو دیتا حس مشترک حواس خمسہ سے کام لیتا قوتون کی برکت سے رگون کی حرکت سے اعضا جنبش مین آتے اور کامونکو عمل مین لاتے **غالب**

ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے	پرتو سے آفتاب کے ذرہ مین جان ہے

مدرسۂ قال وقیل مین عقل کو اظہار مدعا کی حاجت ہوئی زبان کو ترجمانی کی خدمت ہوئی **مثنوی**

قدم جب رکھا شاہ نے تخت پر	پھرا چتر قدرت سر بخت پر
یہ پہلا تھا فرمان شاہ غیور	کہ تعمیل حکم ازل ہے ضرور
ملے کاتبون کو دوات و قلم	کہ ہون خط قسمت کی نقلین رقم
جو قوت مین ہے مدعاے ازل	سو ہو فعل مین نقش لوح عمل

کتب معتبرہ مین ہے کہ انسان صاحب عقل و فہم ہے حیوانون مین عقل کی جگہ پر قوت وہم ہے **مثنوی**

نہین دانش سے حیوان کو سروکار	دیے ہین علم خالق نے انھین جابکا
کہ یہ صانع کو ملنے جانتے ہین	غذا کو اپنی یہ پہچانتے ہین
عدو اور دوست سے ہین اپنے آگاہ	نہ دیکھا ہو اگرچہ شیر کو گاہ
ابھی دیکھے تو ہو افتان وخیزان	اوسے پہچان کر آہو گریزان
ہزارون ہون مشابہ اوسکی مان سے	مگر پہچان لے بچہ گمان سے

حیوانون مین اندیشہ وتامل نہین محو واثبات بالکل نہین طبیعت کی درخواست اور وہم کے حکم پر کام ہوتا ہے اور انسان مین عقل کے فیصلہ پر قضیہ تمام ہوتا ہے سخن کوتاہ کارگزاران بارگاہ عدالت پناہ کو محکمہ انسانیت مین بھی معاملہ تھا خیر وشر وحق وباطل کا مقابلہ تھا رباعی

تھی گرم خیال کی کچہری ان رات	قضیو نمین نہ جاتی تھی سنی وہم کی بات
ترتیب مقدمات کرتا تھا فکر	دو تصدیقونسے عقل کرتا اثبات

امیر المومنین امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے رئیس المجتہدین ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا من العاقل یعنی کون عاقل ہے اونھون نے کہا جسکو خیر وشر مین تمیز حاصل ہے آپنے فرمایا بارے بہائم بھی تمیز رکھتے ہین درمیان اوسکے کہ اونکو مارے اور درمیان اوسکے کہ علف دے اور پیار کرے عاقل وہ ہے کہ دو خیر اور دو شر مین تمیز کرکے خیر الخیرین اور اہون الشرین اختیار کرے

حافظ آسمان بار امانت نتوانست کشید	قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

منقول ہے کہ گردش اول مین جب منزل کی تبدیل ہوئی پہلے پہلے اوس آفتاب امید کی برج حمل مین تحویل ہوئی بحکم آیت فِی ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ اندھیرے پر اندھیرا چھاتا پرتا تین طرح کی تاریکیون نے گھیر اٹھا کئی مہینے تکلیف اوٹھاکر خدا خدا کر پردۂ مشیمہ و حجرۂ رحم و زندان شکم سے نکلا قید رنج والم سے نکلا دنیا بھی کیا نجاست گاہ ہے وہ نجاستگاہون سے اس مین آنیکی راہ ہے مگر فضل خدا جسکو آب حیات ایمان سے زندگی پاک روزی کرے زندہ دل ہو کر مرے وہ طاہر زاد ہے زندۂ جاوید اور پاک نژاد ہے شعر

زندہ ہے جو کہ یاد لب لعل مین ترے	ڈوبا ہوا ہے چشمۂ آب حیات مین شعر
گرچہ جہان سر بسر جائے نجس ہے مگر	جو کہ محبت تری رکھتے ہین وہ پاک ہین

کہتے ہین کہ جسدم اوس مہمان عزیز نے خانۂ قالب مین قدم رکھا لوازم بشریت کے خوان دعوت کا مزا چکھا سے پہلے جوع نے رجوع کیا پھر عطش نے اگر استغاثہ شروع کیا وہ کلیجا کاٹنے لگی یہ لہو چاٹنے لگی کچھ دنون خون جگر توشۂ سفر تھا پھر ولادت کے بعد شیر مادر ما حضر تھا شعر

مان سے بھی ہے مہربان تر شان رزاقی تری	پہلے کرتی ہے ولادت سے یہ سامان شیر کا

ایام رضاعت مین جبتک زبان نہ ہلتی تھی روزی بے منت ملتی تھی تکلیف کا نام نہ تھا تکلف کا کام نہ تھا پھر دانت نکلنے کا طور ہوا کارخانہ اور ہوا آب وہوائے وطن اصلی کے آثار زائل ہونے لگے ذریعہ و وسیلۂ اسباب وحیلہ

حائل ہونے لگے آنکھون پر پردے پڑتے چلے اطوار بگڑتے چلے رفتہ رفتہ
اہتمام ہونے لگا آب و طعام کا انتظام ہونے لگا قرینے بدلنے لگے ہاتھ پانو
چلنے لگے پھر تو پانو جاتے تھے اور ہاتھ لاتے تھے اشتہا آسیائے دندان مین غلہ
کو پیکر زبان کے مجرفہ یعنی کوچی سے آٹا اوسکا نکالتی طراوت مونھ مین پانی
لاکر سان ڈالتی جاذبہ لقمون کی لوئیان بناکر گلے کی گلی سے راہ مری سے
معدہ کے باورچی خانہ مین لاتا ماسکہ نگاہ مین رکھتا ہاضمہ پکاتا اگر احیاناً
ہاضمہ کے قصور سے غذا مین خامی رہجاتی دافعہ آروغ ترش ہوکر اندر سے خبر
کرنیکو آتی اسکو چغلی کھانیکی لت تھی مونھ مهکتا تھا یہ گت تھی طبیعت
نام جو حاکم تھا بارگاہ حکمت کا گماشتہ ایک ادنی ملازم تھا اصلاح مین کد
کرتا متلی کو متعین کرکے بائی پچا تارد کرتا دافعہ ہاتھ دیکر دستون مین لیکر
سر دست بطور سہل نکال دیتا غذائے سخت کا پتھر سینہ سے ٹال دیتا اور
اگر ماسکہ رکھ لیتا تو پھر ہاضمہ آنچ لگاکر طبخ دیتا ہضم صالح کے بعد ممیزہ
لطیف کو کثیف سے الگ کرکے ہر ایک کو پہونچاتا عضوون مین جو رئیس
تھے خاصہ اونکے تصرف مین آتا مصورہ خون سے اجزائے جسم پر موافق
اونکے رنگ چڑھاتا غذا کو ہمرنگ تن جزو بدن بناتا دافعہ چرک اور
فضلہ کو مخرجون اور منفذون سے نکال کر دفع کرتا اور سفل کو اسفل راہون سے
پھینک کر حاجات بشری رفع کرتا اگر اخلاط نے فساد پیدا کیے بیماری کے

مواد پیدا کیے طبیعت نے فوراً علاج کیا مفسد ان مواد کو حکم اخراج کیا اگر
خون نے بگڑ کر سامان فتور کیا پھوڑون اور پھنسیون نے اوٹھکر باہر کردیا
نامیہ نامی کے بڑھانے پر نمائشگاہ نشو ونما مین اعضا پھولے جاتے تھے
پیراہن پوست مین نہ سماتے تھے اگر قوت جمادیہ داب دباؤ کرکے نہ سنبھالتی
سبکسری ان کے مجموعۂ ثبات کو درہم وبرہم کرڈالتی اور اگر اجزائے جسم مین گونگی
شیرازہ بندی نہوتی بند بند جدا ہوجاتا دفتر جمعیت ابتر نظر آتا قصہ کوتاہ
بادشاہ جہان پرور رعیت نواز وکرم گستر ارکان دولت بے نظیر کارگزار
خوش تدبیر ہر ایک اپنے کام مین چست عقل ثابت ہوش بجا حواس درست
شہر وقریہ معمور ملک آباد چشم روشن دل شاد خلق راضی رعایا نہال پیشانی
کشادہ چہرہ بحال لب خندان دہن شیرین کام زبان پر خوشی کا کلام ابرو
بلدار شانے تیار بازو وخم ٹھونکتے ڈنڈ پیلتے سینہ کے سپر سے پہاڑ
ٹیلتے غرض حضرت جہان پناہ ظل اللہ کے سایہ مین امن وامان سے
سبکی اوقات گذاری تھی آب وہوا وہانکی بارش رحمت اور نسیم بہاری تھی

سیر روح کی صید گاہ بشریت مین اور گرپڑنا چاہ طبیعت مین

خامۂ سیاہ نامہ کہ غربت زدہ سواد ہند تحریر ہے ہر دم دمساز نالہ صریر ہے وادی صفحہ
مین مسطر کے نشان پر چلتا ہے ہر قدم پر اشک سیاہ نکلتا ہے جگر مین شگاف ہے جو حرف ہے
کوہ قاف ہے جو نقطہ ہے پای قلم کا آبلہ ہے سختیون کا مقابلہ ہے پانو نرم منزل کڑی ہے

غم چھوٹی مصیبت بڑی ہی جان گم کردہ آشیان کو وحشتکدۂ ہستی مین ایک دم ٹھہراو نہ تھا طبیعت کا لگاو نہ تھا انتشار کی حالت سے زندگی کے دن بھرتا اکثر ہوا کھانیکو جی بہلانیکو قصد سیر کرتا جراحت غریبی کو خار صحرا کے سوزن سے سیتا موت کی امید پر جیتا مرنے کا بھروسا جینے کا سہارا تھا نہین تو زندگی کے غم نے جیتے جی مار اتھا شعر

سب جینے پر اپنے مر رہے ہین	ہین مر کے اپنے جی رہا رہون جیت
زیستن باشد گنہ در کیش ما	زین گنہ ہے نیست بدتر پیش ما

حق تو یہ ہی کہ میوہ اگر مختلف حالون سے نہ پلے دنکو دھوپ کی گرمی مین نہ جلے رات کو شبنم سے پالا نہ پڑے کبھی باران کبھی ژالہ نہ پڑے ہوا کا جھونکا نہ اوٹھائے ہرگز پختہ نہو کمال کا رنگ نہ دکھلائے غالب

اہل بینش کو ہی طوفان حوادث مکتب	لطمہ موج کم از سیلی استاد نہین

انسان اگر گرفتار بلا نہوتا درد و الم مین مبتلا نہوتا جنس رنج و راحت ترازو امتیاز کے پلون مین نہ تلتی بازار عالم مین قیمت ان چیزون کی دم نقد نہ کھلتی ظلمت سے نور کی تمیز ہی شب دیجور کے سبب شب ماہ عزیز ہی شعر

قدر شب وصال نہ سمجھا تھا سو رہا	جب صبح ہوگئی تو مری آنکھ کھل گئی

قصہ مختصر روح والا گہر نے ایک دن جس وقت کہ شاہ خاور ملک مغرب مین غریب تھا شام غریبان کا محل قریب تھا عزم سیر کیا عقل و فکر کو ہمراہ لیا

یہ توسن ادراک پر سوار اور جلو مین وہ دونون نامدار منزل محبت کے رہرو
کو قطع مراحل فرض ہی حکم قطعی قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ہی

غزل

خاک راہ سفر ہی کحل بصر
ہی یہی توتیاے اہل نظر

گرچہ ہی اس مین سربسر تکلیف
اور ہی یہ محل خوف و خطر

فرحت افزا مگر ہی سیر بلاد
ہی تفرج کا لطف جان پرور

تجربے اسمین ہوتے ہین حاصل
ہی یہ استاد اہل فضل و ہنر

ستم اسکے کرم ہین کیونکہ یہ ہی
ادب آموز اہل علم و خبر

اس سے ہوتا ہی آدمی پختہ
اس سے کھلتے ہین عقل کے جوہر

قلب ہو کامل العیار اس سے
بوتہ کیمیا گری ہی سفر

تلخیان اسکی حاجی و غازی
نوش کرتے ہین مثل شہد و شکر

کعبہ مدعا کو کب پہونچے
مدعی کو ہی بدویون کا ڈر

طالب یار جو ہوا صوفی
ہی سفر ہی مین اوس غریب کا گھر

الغرض وہ طائر فضاے لامکان بلند آشیان کہ گلزار ملکوت مین درخت جبروت پر نشیمن ناز رکھتا تھا ہواے لاہوت مین پرواز رکھتا تھا اسیر قفس ناسوت ہوکر بساط زمین کے گل بوٹون کی بہار دیکھتا تھا صنعت پروردگار کے نقش و نگار دیکھتا تھا پھرتے چلتے کوہ بشریت کیطرف گذر ہوا دامن کوہ مین صحراے غفلت مد نظر ہوا اس میدان نے وہ سبز باغ دکھلایا کہ جسکی کیفیت نے یاد وطن کو بھولایا

فضا ایسی دلکش کہ تمام عمر آدمی اٹکا رہے گھر آنیکو جی بچا ہے اس راہ سے بھٹکا رہے سر تا سر لالۂ نافرمان پھولے جنکے رنگ پر عاشق گل عارض معشوق کی بہار پھولے لالۂ نافرمان نہ تھے وہ نافرمانی کے لالے تھے گلچین وہاں کے داغ اوٹھانیوالے تھے یہ لوگ تو باغ ہستی کے رنگ و بو کیطرف مائل تھے نیرنگ تقدیر کے نئے رنگ سے غافل تھے دفعتہً ہولے نفسانی کی آندھی اس زور سے اوٹھی کہ قوم عاد کا جھونکا اوسکے آگے دم سرد تھا اور گنبد آسمان دماغ کو کدورت دل کے غبار نے ایسا اندھا دھند کر دیا کہ شیشۂ ساعت گرد تھا ظلمت کی گھٹا بڑھکر چار طرف چھا گئی زمانہ کے چہرہ پر تیرگی آگئی بیتابی کی برق استقلال کا لطف کھونے لگی بارش ہوس ہین وسوسونکی بوچھار ہونے لگی جو قطرہ تھا وہ ایک شہوانی خطرہ تھا جتنے اولے تھے وہ دلکے پھپھولے تھے عقل کو کچھ سوجھتا نہ تھا سخت پریشانی تھی فکر کو سوچ مین حیرانی تھی راہ نہ ملتی تھی کہین پناہ نہ ملتی تھی پیک نظر بہکنے لگا سمند ادراک بھڑکنے لگا بیراہ چلتا تھا سنبھالے نہ سنبھلتا تھا ہزار جگہ مونھ کی کھائی جی ہی جانتا ہوگا جیسی جیسی چوٹ آئی کمر ہمت ٹوٹ گئی عنان اختیار ہاتھ سے چھوٹ گئی دفعتہً جان نازنین خانۂ زین سے جدا ہو کر ماہ کنعان کے مانند چاہ طبیعت مین مونھ کے بل گرا اور راہوار بے سوار دشت غفلت مین چھوٹا ہوا ادھر اودھر بہکا پھرا چاہ کیا غار تھا ایسا تیرہ تار تھا کہ تاریکی کی شوخی چہرۂ آفتاب مین سیاہی لگاتی تھی

چادر روز کو پردۂ شب بناتی تھی روشنائی چشم وہان سیاہی دوات کا رنگ دکھلاتی تھی اندھیر ونکے بادل دل پر دل چھائے ہوئے زاغ شب کے پیٹ سے بیضۂ آفتاب نہ نکلتا تھا دردزہ سے سر ڈلے باز و پھیلائے ہوئے تنگ ایسا کہ بیقراری کروٹ بدل نہ سکتی تھی آہ نکل سکتی تھی نالو نکا دم بند تھا جان پر گزند تھا سانس نکلنے کی جگہ نہ پاتے تھے اوٹھے اور پھر جاتے تھے عمیق ایسا کہ اوسکے قعر کو پستی مین تحت الثری پر فوق حلقہ دام شیطان اوسکے قیدیون کے گلے کا طوق جہلخانہ قید کامرانی کا زندان گرفتاران زندگانی کا نام اوسکا محبس الغافلین ہے دنیامین یہی اسفل السافلین ہے رباعی

زندان طبیعت مین ہو اروح اسیر	پانوون کی ہوئی خواہش جسمی زنجیر
خاصیت خاک و باد و آب و آتش	دکھلانے لگی کشش مین اپنی تاثیر

تکلیف نام پیادۂ شرعی کا آنا بارگاہ نبوت سے نکلنا روح کا چاہ طبیعت سے عقل و فکر کی رہائی خارستان غفلت سے استحکام امور سلطنت کا احکام شریعت سے بطور جدید انتظام بادشاہی یعنی موافق شرع تقیید اوامر و نواہی کشتی نفس کی کشتی خودداری جنگ کی تیاری

خامۂ ہدایت شمامۂ انگشت رہنمائی ہے جلوۂ قرطاس بیاض صبح شناسائی ہے سیاہی نہین روشنائی ہے غنچہ دہن بوے آشنائی کا عطردان ہے زبان گلبرگ گلشن جنان ہے

باد نفس نسیم نکہت فشان ہی بہار نجات کی خبر رسان ہی روضۂ رضوان سے
آتی ہی شمیم رحمت و نوید مغفرت لاتی ہی نشان مسطر جادۂ راہ دار السلام ہی قلم راہبر
کعبۂ اسلام ہی جب بمقتضای کُلُّ مَوْلُودٍ یُّوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ زمانۂ سادگی کا دن
کہ ایک دن بارہ تیرہ برس کا تھا بسر ہوا آسمان بلوغ پر ماہ چہاردہم جلوہ گر ہوا
سرہنگ **تکلیف** جسکا ذکر پہلے آچکا ہی محکمۂ قضا سے آیا اور بآواز بلند مژدہ سنایا
کہ بارگاہ ہدایت سے مخبر صادق کی زبانی صلای دعوت عام ہی اور خطبۂ قدس
سے آوازۂ وَاللّٰہُ یَدْعُوْ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ ہی **حافظ** رح

تراز کنگرۂ عرش می‌زنند صفیر	ندانمت کہ درین دامگہ چہ افتادست

پھر حبل المتین شریعت لگائی اور نرمی سے کہا لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا
حتی الوسع سر رشتۂ احکام محکم تھام اور بزور عمل اس مہلکۂ جان ستان سے نکل **حافظ**

پاک و صافی شو و از چاہ طبیعت بدر آ	کہ صفائی ندہد آب تراب آلودہ

جان تو نیم جان تھا قوت وجدانی و قوت روحانی جو نہ پہونچی تھی ناتوان تھا
تائید غیبی نے دستگیری کو ہاتھ بڑھایا سر خاک افتادہ کو اوٹھایا کہا مین **توفیق**
ہون خلف الصدق **اقرار و تصدیق** ہون مجھے تقدیر نے غیب سے
تیری مدد کو بھیجا ہی اب دیر کرنا بیجا ہی پھر سر رشتۂ شرع ہاتھ مین دیا اور تار احکام
سے وابستہ کیا اتنے مین دو پہلوان **خوف** و رجا نام رشک رستم و سام
ظاہر ہو کر رفیق ہوئے ڈور کے کھینچنے مین شریک **توفیق** ہوئے سلسلۂ نجات

جنبش مین آیا زور عقیدہ کے موافق کشش مین آیا جب جوانی کی اومنگ
مین شباب کے ترنگ مین باد مخالف کا جھونکا آتا تھا بل پر بل کھا کر تلملاتا تھا اگر
توبہ و استغفار نہ تھامتے نہ سنبھلتا چھوٹ کر ایسا گرتا کہ تا قیامت
نہ نکلتا غرض ہزار محنت لاکھ مشقت سے رہائی پائی جب باہر آیا جان مین جان
آئی چاہا ذرا آرام کرے کہین سایہ مین مقام کرے **توفیق** رفیق کہ یار غار تھا کہنے لگی
دار فانی جاے آرام نہین دنیا ٹھہرنے کا مقام نہین جون جون عمر گذران
چلی جاتی ہے موت نزدیک آتی ہے **رباعی**

پیوند حیات عمر کا کٹتا ہے	رکھنا قدم آگے کو یہان ہٹنا ہے
عمر گذران کا عجب الٹا ہے حساب	بڑھنا جسے سب کہتے ہین وہ گھٹنا ہے

زندگی چند دم ہے کام بہت ہین اور مہلت کم ہے **غالب**

خون ہوکے جگر آنکھ سے ٹپکا نہین اے مرگ	رہنے دے مجھے یان کہ ابھی کام بہت ہے

پھر سمند ادراک کو کہ مطلق العنان تھا **توفیق** نے کمند مین گرفتار کیا
اور **جان** عالی تبار کو سوار کیا اگدھری کی راہ دکھلائی شہسواری سکھلائی
رجا گھنگھرو ہلاتا تھا **خوف** اوگی لگاتا تھا اثناے راہ مین **خوف**
کا بیٹا **قبض** اور رجا کا بیٹا **بسط** یہ دونون بھی ملازمت سے مشرف
ہو کر زیب جلو ہوئے رکاب تھام کر مستقر الخلافت کیطرف گرم رو ہوئے **مثنوی**

چلا ملک دل کو اوٹھا کر جو باگ	نکلنے لگی نعل توسن سے آگ

ہوئی گردش حال جو کام مین | بدلتے تھے احوال ہر گام مین
کبھی خوف و غم گہ امید و نشاط | کبھی انقباض اور کبھی انبساط
کبھی حسن ظن اور خشیت کبھی | کبھی انس و بیم مشیت کبھی
نظر جب پڑی اپنے اعمال پر | تو گریان ہوا اپنے احوال پر
ہوا شان رحمت کا جسدم خیال | تو پھر پوچھیے کچھ نہ مستون کا حال
کبھی پاے خم پر خرابات مین | کبھی گرد کعبہ مناجات مین
خرابات وہ جو کہ ہو اصل دین | خرابی اوصاف نفس لعین
غرض کعبے سے ہی صلاح آوری | صفت ہے دل کی عمارتگری
یہ آبادی دل وہ ویرانگی | یہان عقل اور وان ہے دیوانگی

اب بیان ماجرا ے عقل و فکر ہی عبرت کے آنیکا ذکر ہے

وہ دونون تیہ غفلت مین قوم بنی اسرائیل کیطرح سرگردان تھے راہ بھولے ہوئے ہر طرف پریشان تھے کشاکش خار تعلق سے دامن تار تار تھا قدم کا اوٹھنا بار تھا چنانچہ خار کے کھجانے سے سر ابلہ پا کی خارش بجاتی تھی نقش قدم مین چشم پرخون کی کیفیت نظر آتی تھی بادیہ صعوبت کی خاک جو چھنی تھی کف پا غربال بنی تھی گوے کے مانند چوگان قضا کی ضربون سے دشت ادبار مین چکر لاتے سر ٹکراتے پھرتے تھے اور سایہ کی روش پستی و بلندی سے

اوس راہ ناہموار مین اوٹھتے تھے اور گرتے تھے غنی کشمیری

دل بر استدلال بستم ماندم از مقصود دور	نردبان کردم تصور راہ ناہموار را

ناگاہ ایک پیر روشن ضمیر سن رسیدہ جہان دیدہ شربت و زہر لطف و قہر چشیدہ بار احوال کشیدہ چہرہ نورانی ڈاڑھی کے بال سفید یہ خطوط شعاعی وہ صفحۂ خورشید کلاہ سہ ترکی سر اقتدار پر تجربہ کا گدڑا دوش روزگار پر جسمین زمانہ کے پیوند کچھ سیاہ اور کچھ سفید تھے سوزن نظر کے ٹانکے دیے ہوئے قابل دید تھے ہاتھ مین عصائے تنبیہ گلے مین دانہ ہاے اشک کی تسبیح خضر کی شبیہ نمودار ہوا بخت خفتہ آہٹ پاکر خواب غفلت سے بیدار ہوا اوس بزرگ نے عصا کے اشارہ سے بتایا راستی کا راستہ دکھلایا کہا داہنے بائین افراط و تفریط کا نشیب و فراز ہے دونون طرف سے بچکے چلنا شرط احتیاط ہے راہ عدل دونون کے درمیان ہے خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا خط مستقیم یہ نشان ہے میری رہنمائی کے بغیر اس دشت خونخوار ناپیدا کنار سے نکلنا دشوار ہے نام میرا عبرت صاحب اعتبار ہے غرض آگے عبرت راہبر اور پیچھے وہ دونون آشفتہ سر ہر ہر قدم پر عبرت ہوشیار باش پکارتا تھا فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار کا نعرہ مارتا تھا

مثنوی یافتی سرمایہ چون از علم دین	کن تفکر تا شود سودت یقین
شرط راہ آمد تفکر کردنت	حجت حق خود بدست آوردنت

زین دلائل صاحب بینش شوی	چیست علم دین شنو از مولوی
علم دین فقه است و تفسیر و حدیث	ہر کہ خواند غیر ازین گردد خبیث
فکر در دین کن مرو بیرون ازین	رہزنان اند اے برادر در کمین

آغاز تفکر مین آواز مکروہ بھی اچھی معلوم ہوتی تھی سنتے ہی سر مین شوریدگی کی دھوم ہوتی تھی طبیعت ابھر آتی تھی اور صورت زشت بھی محبوب نظر آتی تھی عبرت نے کہا اس راہ سے گریز چاہیے التفات سے پرہیز چاہیے شعر

شعر

نہ بہک عربدہ نکر کہ یہان	دیکھکر ظرف بادہ دیتے ہین
جسکو پاتے ہین جسقدر تشنہ	اوتنی ہی مے زیادہ دیتے ہین
آب و ہوائے عشق ہو صوفی نا دری	رہنے دے غم کو سینہ مین روک اشک و آہ کو

جب ویرانۂ غفلت کو پس پشت کر کر قدم سعی آگے بڑھایا آبادی تحقیق کے سرحد پر جان والا دودمان برق رفتار پر جلوہ فرما نظر آیا تکلیف شرعی ہمراہ رکاب توفیق دولت رفاقت سے کامیاب فکر نے دوڑ کر رکاب کو بوسہ دیا عقل نے دعا و ثنا کو دیباچہ داستان سرگذشت کیا بحکم لہا ما کسبت و علیہا ما اکتسبت تختہ کسب و اکتساب کا دکھلایا علم اور تجربے جو حاصل کیے تھے آموختہ سنایا بلا کی تفصیل آفت کی تاویل کہ مین ہنگام سادگی مین ایام آزادگی مین یہان کی رسم و راہ سے آگاہ نہ تھا لوح فطرت پر ان نقشوں کا نشان و اللہ نہ تھا مدت تک دشت غفلت مین اپنے کو بھولا رہا سرگشتگی سے بگولا رہا وادی

دکوہسار مین سختیان اوٹھاتا گرد باد کیطرح گرد اوڑاتا گردش قسمت سے چکر کھاتا ہر طرف ٹکر کھاتا پھرا ٹھوکرین ایسی کھائین کہ جب پانو اوٹھایا سر کے بل گرا **عبرت** نے راہ راست سوجھائی ہے جب دولت قدمبوس ہاتھ آئی ہے شاہ عالیجاہ نے دلجوئیون سے اوسکی تسکین کی اپنی حقیقت بھی مجملا ذہن نشین کی کہ **بشریت** کے اقتضاؤن نے باہم خانہ جنگی کی **طبیعت** نے تنگی کی کشمکش مین میری حالت غیر ہوئی بات بگڑ چکی تھی دشمنونکی بن پڑ چکی تھی مگر خیر ہوئی شکر لازمۂ حق شناسی ہے شکایت ناسپاسی ہے **شعر**

شب وصال غنیمت ہے دلکو شاد کرو	غم گذشتہ وقت کو اب نہ یاد کرو

عقل تو ماندہ وخستہ جگر سوختہ ودل شکستہ ہو ٹھوکرون پر تنجالے پانوون مین چھالے ناتوان وکمزور ہو رہا تھا زندہ درگور ہو رہا تھا پانوون مین لنگ تھا چل نسکتا تھا قافیہ تنگ تھا جہان پناہ نے مرکب ادراک پر اوسکو اپنا ردیف بنا کر دولت سرا کا رستہ لیا **فکر** کو آگے روانہ کیا وہ بجناح استعجال آستانۂ شاہی پر پہونچا در دل پر ایک جوان دیکھا نوخاستہ حسن خداداد کے پیرایہ مین آراستہ جلوۂ عارض تابان نور دیدۂ مہر درخشان پیشانی کی روشنی مین اگر نظر کیجیے خط سرنوشت آنکھین بوند کر پڑھ لیجیے خانۂ دل مین اگر پرتو فگن ہو کور مادرزاد کی اندھیری رات روز روشن ہو **بیت**

ہمہ تن نور کا پتلا تھا وہ	مردم دیدۂ بینا تھا وہ

فکر نے کہا نام بولا **بصیرت** پوچھا مقام کہا عالم حکمت پوچھا مطلب کیا ہے

یہان آنیکا سبب کیا ہے کہا توجہ شاہ کا انتظار ہے کچھ مدعا ضروری الاظہار ہے
اتنے مین شہریار کامگار نے نزول اجلال کیا **بصیرت** نے استقبال کیا نامۂ
اعمال حسین روز روز کی کیفیت قلمبند تھی دکھایا حال کثیر الاختلال سنایا کہ **نفس**
نام ایک باغی طاغی سرمست نشأ بد دماغی باد فرعونی سر مین آئینۂ خود بینی نظر مین
بانی ظلم و بیداد ہے مجموعۂ فتنہ و فساد ہے انصاف اوسکے ہاتھ سے گرم نالہ و فریاد ہے **قطعہ**

بندۂ نفس کافرم نکنم	بغلط دعوی مسلمانی
حیف مومن زبان کافر دل	ماندہ ام از غرور و نادانی

تمام بزرگان دین اوسکے ہاتھ سے فریاد کر گئے ہین چنانچہ کوئی صاحب
ارشاد کر گئے ہین **بیت**

ازین کافر کہ مارا در نہاد ست	مسلمان در جہان کمتر فتاد ست

بالکل متوجہ لذات فانی ہے قبلۂ مقصود اوسکا حظ جسمانی ہے یہ جو کلام مجید مین
آیا ہے اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ اوسی سے کنایہ ہے وزیر اوسکا
معدن شر و وسواس ہے یہ شیطان **خناس** وہ فرعون ہے تو یہ ہامان ہے فتنۂ
عظیم کا سامان ہے اوصاف ذمیمہ کا ہجوم ہے بلوائیون کی دھوم ہے قلعۂ دماغ کو
لے لیا ہے نگہبان حواس کو نظربند کیا ہے **وہم و خیال** زندان تقیید مین اسیر مین
رسم و عادت کے سلسلون مین پا بزنجیر ہین ریا و **نفاق** بالاتفاق تیغ آبدار
وکمند تابدار لیے ہوئے تیر و کمان درست کیے ہوئے اسلام اور ایمان کی

تلاش ہین خانہ بدوش ہین اور یہ دونون بیچارے ڈر کے مارے دربدر کوچہ بکوچہ روپوش ہین یہ وہی وقت آیا ہی جیساکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اَلاِسلَامُ بَدَاَ غَرِیبًا وَیَعُودُ غَرِیبًا خدا بچائے دن انکے پھیر کر یہی دن دشمنون کو دکھلائے **قطعہ**

غارتگر اوسکی زلف ہی ایمان چھپایئے		ڈر ہی کہ یہ غریب مبادا تباہ ہو
پردہ مین کفر کے رکھو اسلام کو نہان		کعبہ کا پردہ پوش غلاف سیاہ ہو

اگر ذرا تغافل ہوا ملک محروسہ تباہ ہی بیت السلطنت دل سیاہ ہی ابھی نقد تدبیر کیسۂ وقت سے گیا نہین صرف عمل کرنا اصلاح دولت ہی صفات حمیدہ سے جلد آراستگی سپاہ کرنی مصلحت ہی اگرچہ دشمن دربغل ہی سلطنت جاودانی مین خلل ہی جب تک اس رہزن کا قلع قمع نہو گا راہ ایمن نہین منزل مقصود کو پہونچنا ممکن نہین **قطعہ**

قتل فرما رقیب پہلو را		بعد ازان کن براہ عشق مرور
قُبلہ و لمس با حریف فنے		دعوے عقد دختر فغفور

بصیرت تو مواد فساد کا چارہ گر تھا کلام پر اثر اوسکا نشتر تھا رگ جان مین ڈوبکر کاوش کرنے لگا حسرت وارمان کا خون اوس سے تراوش کرنے لگا **روح** نے آیت استرجاع پڑھکر ضمیر حاضر کو جناب الٰہی کیطرف رجوع کیا خشوع و خضوع شروع کیا دست دعا کاسۂ سوال ہوا دم سرد

نسیم صبح اقبال ہوا اشک غماز پردہ برانداز ہو گیا افشاے راز ہو گیا آستانۂ
شاہی بوسہ گاہ رنج و افسوس ہوا طپش دل کا زلزلہ آکر زمین بوس ہوا درِ
عالی پر ہجوم حزن و ملال ہوا غم پرسان حال ہوا تو خوشی کا مونھ نہ کھلا اشارہ
سے جواب دیا مگر قیافہ نے احوال ظاہر کیا تو استقلال نے مونھ پھیر لیا
ہمت شاہ کا مونھ دیکھتا تھا اور مسکراتا تھا جب اوسکی نظر پڑ جاتی تھی تو یہ آنکھین
چراتا تھا شاہ ضمیر آگاہ بہت شرمایا سر اوٹھا کر فرمایا **شعر**

مین کبھی نالان نہونگا لاکھ چھیڑے آسمان — ہی بہت مرغوب اسکو نغمۂ تار نفس
غالب رنج کا خوگر ہوا انسان تو مٹجاتا ہی رنج — مشکلین اتنی پڑین مجھپر کہ آسان ہو گئین

اگر حضرت عشق کا اقبال ہی سر تو کاسۂ سفال ہی اسپر کھیلنا بازی اطفال ہی جوانمرد کے
نزدیک کیا مال ہی متاع دو عالم عزیز نہین جان کوئی چیز نہین توفیق دادِ الٰہی ہی
اسی پر اپنی بادشاہی ہی ہمکو یہ خزانہ چاہیے ہمت مردانہ چاہیے **سید حسینی رح**

آنکس کہ بعشق محرم آمد — ماتم زدۂ دو عالم آمد
آنکس کہ حدیث عشق گوید — باید کہ نصیب خود نجوید

گردن روز ازل سے زیر خنجر تسلیم ہی زخم دل لب قاتل کا نمک خوار قدیم ہی **شعر**

نمک تھا لذت آزار مین تبسم یار — دہان زخم مین تتی ہوئی زبان سپاس
شعر تحفۂ دائیم بلائے کہ رسد از تو بما — نشترے ہست بہانا پے بیداری دل

مثنوی شور محبت کا ذوق — ہی نمک خوان شوق
یہ جو نہو تو کہان — ذائقۂ کام جان

زخم جگر کا دہن
روح کی ہی یہ غذا
گلشکر و لوت پوت
جوش چلائے شتاب
جبکہ زبان پر دھرے
تیزی نمک کی عجب
درد کا خوگر ہو آج
گر نہو رنج فراق

بیمزہ ہی بے سخن
اسکا مزہ جانفزا
ہی یہ فرشتونکی قوت
اور تر و تازہ کباب
ذائقہ شورش کرے
مرچونکی شوخی غضب
ہی یہی اسکا علاج
تو نہ بڑھے اشتیاق

مرچ ہی یہ درد عشق
شربت و شیر و شکر
اور خورش انسانکی ہی
لقمہ وہ چرب اور نرم
گھونٹے سے بیشتر
جب یہ مصالح ملے
سوز سے جب ساز ہو
گر نہو امید وصل

سمجھے اسے مرد عشق
میوہ و حلوای تر
ہوش ربا تند مے
برق زبان گرم گرم
دلپہ لگے نیشتر
دل کے کھلے حوصلے
دل حرم راز ہو
ہو نہ کشش کے سوا اصل

روح کا کام تو لاأبالی تھا حوصلہ عالی تھا مگر عقل کو کہ دور اندیش تھا سخت پس و پیش تھا فکر جدا متحیر تھا رنگ متغیر تھا بصیرت نے کہا آبادی باطن کے متعلق سواد بشریت کی سرحد پر ایک بستی ہی اسکو شہر انسانیت کہتے ہین اوسمین اخلاق حمیدہ رہتے ہین مگر سرحد خاطر سے باہر آ نہین سکتے بالفعل مقابلۂ حریف کی تاب لا نہین سکتے مخالف مردار خوار قصائی کے کتونکی طرح پلے اور یہ منچلے بے سر و سامان زار و ناتوان اگر جنس زہد و اسباب تقوی سے مدد ہو تھوڑے دنون اونکی تربیت و تقویت ہین کہ ہو فوج خداداد ہی ہر ایک رستم و سام کا اوستاد ہی

قطعہ
چاہیے فضل الٰہی پہ نظر عاقل کو
شاہ بلوائے تو حجاب سے رک سکتا ہی
ہان کہے گر گرم اوسکا تو نہین کیا شی ہی
نفس کیا چیز ہی شیطان لعین کیا شی ہی

غرض عقل دستوردان بحکم سلطان تہیۂ لشکر مین مصروف ہوا انتظام فوج
بصیرت کی راے پر موقوف ہوا پہلے فرمان عاملان جوارح کے نام جاری
ہوئے وہ سب بسر و چشم کہکر ہمہ تن سرگرم فرمان برداری ہوئے حکمنامہ
بنام عاملان ہفت اندام یعنی زبان و دہان و چشم و گوش و بینی و دست و پای
آنکہ قول و فعل ممنوع حرکات و سکنات نامشروع سے ہر ایک اپنے کو باز رکھے
اطاعت نفس سے احتراز رکھے اگر احیانا بتقاضاے بشریت خطا ہو جائے
فوراً بوسیلۂ جمیلۂ توبہ و استغفار عذرخواہی کو آئے قصور معاف کر دیا جائیگا
اگر خلاف اسکے کریگا سزاے اعمال پائیگا پھر جہان پناہ نے بمقتضاے
مراحم ظل اللہی سواران قوٰی اور پیادگان اعضا کے لیے درگاہ حق سے
طاقت اور استقامت چاہی توفیق اور ہمت زبان التجا اور دست
دعا سے چارہ جو ہوئے اثر اور قبول آمین گو ہوئے بقول حضرت شیخ
محمد عظم علی فردوسی منیری قدس اللہ سرہ و افاض علینا برہ - بیت

بدہ توبہ مستقیم و درست		ولم را ز عزم گنہ ساز سست	

امید نے خزانہ کا دروازہ کھول دیا تضرع نے ہاتھ بڑھا کر نکالنا شروع کیا
اشکون کے جواہر آبدار نکلے سکۂ داغ کے درم و دینار نکلے توبہ نے آتش
حسرت کو تیز کیا پشیمانی نے قلب کو گداز دیا دار الضرب محبت مین زر
سرخ و سفید ڈھلتے تھے خلوص کے سکے چلتے تھے صیرفیان صدق و

اخلاص دم نقد کسوٹی پر امتحان کر لیتے تھے کھوٹے کو پھینک دیتے تھے کھرے کو رکھ لیتے تھے دربونکو چٹکیون مین پرکھ لیتے تھے شعر

جسکو ناقص عیار پاتے تھے	بوتۂ توبہ مین گلاتے تھے

بصیرت نے جابجا بصلاح خوف ورجا قاصد نظر کو بھیجکر تھوڑے عرصہ مین بہت لوگ بہم پہونچائے خلائق انبوہ گروہا گروہ اقطاع انسانیت سے جمع ہوکر آئے شمار اونکا فہرست قیاس مین نسمایا محاسب اندیشہ نے سوا اسکے نہ بتایا کہ مایعلم جنود ربک الا ہو نعمتخانۂ روحی سے غذاے لطیف ہر وقت بروقت پہونچتی کہ کلوا من طیبات ما رزقناکم واشکروا ورزشگاہ ریاضت مین باہم مشق زور آوری ہوتی تھی تعلیم قواعد جنگ وفنون سپاہگری ہوتی تھی شوق ناظم معرکۂ عمل تھا بصیرت استاد بے بدل تھا ہمت جوانونکو کوشش وجانفشانی کی تاکید کرتا تھا توفیق اوسکی تائید کرتا تھا تربیت جو دلخواہ ہوئی عنایت ازلی ہمراہ ہوئی بحکم من اخلص للہ اربعین صباحا ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ ایک چلہ مین جوانان کار جو ل وقوت پروردگار مشاق ہوگئے اپنے اپنے فن مین طاق ہوگئے شہسواران صفات ملکیہ جو غبار بشریت سے نقاب گرد مین نہان تھے عرق محنت مین نہاکر لباس بدل گئے گویا کیچلی سے نکل گئے رنگ کندن کیطرح دمکنے لگا چہرہ آفتاب کے مانند چمکنے لگا باغ جوانی مین بہار زندگانی نے

گل کھلائے رستم صف شکن و اسفندیار روئین تن نے زیر خاک گل کھائے **مثنوی**

ہوے دست و باز و جوانوں کے سخت	سجے تن پہ شانوں نے شوکت کے رخت
گئے ضعف اور ناتوانی کے دن	پھرے موسم نوجوانی کے دن

جب **بصیرت** نے دیکھا کہ رسالہ فوجوں کا حسب خواہ مرتب ہو گیا سامان جنگ جو کچھ چاہیے سب ہو گیا ایک دن نوردم آستانۂ فیض کا شاہ پر آیا در دل کو بند پایا چاہا رگ جان کی زنجیر ہلائے خدام ادب مانع آئے کہ جہان پناہ استراحت مین ہین ابھی خواب راحت مین ہین نسیم انفاس خنک چل رہی ہے دامن اہتزاز سے پنکھا جھل رہی ہے **بصیرت** نے کہا صبح دولت قریب طلوع ہے سپیدۂ صدق و صفا کا اثر شروع ہے گلشن قدس کے طائر بلند آوازے مین نوائے بشارت مین زمزمہ پرداز ہین وقت ادائے فریضۂ صبوح ہے ہنگام فتوح ہے **حافظ**

صبح است ساقیا قدحے پر شراب کن	دور فلک درنگ ندارد شتاب کن

جب شعلۂ آواز کان کی لو پر آیا پنبۂ غفلت کو جلایا شاہ زندہ دل ہوشیار ہوا دور نیند کا خمار ہوا در دل کھلا اندر آیا تسلیم و تعظیم شاہانہ بجا لایا **شعر**

اپنے دل مین بعولتے ہین جیسے ہم بے حرف و صوت	کہتے سنتے تھے ہم بے منت گوش و زبان

گوشۂ ضمیر مین حواس سے پوشیدہ دفتر صلاح باز ہوا **بصیرت** عرض پرداز ہوا کہ طول امل کی رسی دراز ہے اب ڈھیل نہ دیجیے اور رشتۂ عمر کوتاہ ہے اس سے قطع نظر کیجیے کشتی حیات بادبان نفس پر ہر دم روان ہے اور باد پای عمر دو نوکے

قدموں سے رواں ہے بقول شاہ خلیل الدین احمد جوش منیری رحمہ اللہ شعر

کیون نہون رہرو اقلیم عدم ‏ ‏ ‏ توسن عمر روان رکھتے ہین

موت کو نہ بھولیے یاد رہے مشکلین اس سے آسان ہون غمون مین دل شاد رہے
یہ نسخۂ کیمیا ہے اگر تیار ہو زر قلب کامل العیار ہو جزو اعظم اسمین خستگی ہے حاصل اسکا شکستگی ہے

لا اعلم ای غریقان قلزم شہوات ‏ ‏ ‏ اَکْثِرُوا ذِکْرَ ہَادِمِ اللَّذَّات شعر
سب مزے کھوتی ہے اللہ ہی یاد آتا ہے ‏ ‏ ‏ موت ہی راہ ہے بھولین نہ طریقت والے

عذاب قبر کا موجب تعلق جسم ہے حکیم سنائی کا کلام گنج معنی ہ طلسم ہے بیت

مردہ را کہ حال بد باشد ‏ ‏ ‏ میل او سوے کالبد باشد

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا تَعِیْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ وَکَمَا تَمُوْتُوْنَ تُحْشَرُوْنَ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ عطار رح

ہرچہ در دنیا خیالت آن بود ‏ ‏ ‏ تا ابد در راہ وصالت آن بود

صیغۂ حال واستقبال ایک ہے زمانہ کے پھیرون مین نہ اوجھیے جب ایک دن مرنا ہے آج ہی اپنے کو مردہ سمجھیے کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ کَعَابِرِ سَبِیْلٍ وَعُدَّ نَفْسَکَ مِنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْرِ شعر

قبر خود این وجود را میدان ‏ ‏ ‏ روح را مردہ سان درو انگار

یہ نکتہ قفل دل کے لیے کشایش کی کلید ہے جیتے جی مرجانے مین زندگی جاوید ہے قصیدہ

جسطرف ہو جیے جہان مین دوچار ‏ ‏ ‏ صورتین ہین فنا کی آئینہ دار

تابکے خواہش زن و فرزند — تابکے آرزوئے شہر و دیار
ہے یہ آماس فربہی نہ سمجھ — تو ہے پھولا ہوا سو ہے آزار
ہائے کبتک پھریگا اتراتا — کہ یہ ہے دوست اور وہ غمخوار
بندہ جسوقت تک ہے توان کا — ہے تبھی تک یہ گرمی بازار
گر کرے تو خلاف کچھ ان کے — گرچہ حق ہو یہ تجھسے ہین بیزار
سب ہین بھڑکانیوالے آتش کے — وقنا ربنا عذاب النار
انکی صحبت سے ہے کہین بہتر — صحبت شیر و گرگ و کژدم و مار
کیونکہ انسے ہلاک عقبے ہے — جان و ایمان پہ ہے انکی مار
قفس تن پہ ہے سباع کی چوٹ — طائر جان نہین ہے انکا شکار
قول ممنوع و فعل نامشروع — آجکل خاص و عام کا ہے شعار
شور سے بدعتون کے فتنہ کی — آنکھ لگتی نہین ہے لیل و نہار
بہتر اس عہد مین ہے بستی سے — ساحت دشت و دامن کہسار
یہ زمانہ وہی ہے جسکی خبر — ق — دے گئے ہمکو سید ابرار
اک زمانہ وہ آئیگا جس مین — دین کی ہے محافظت دشوار
ایک روزن سے ایک روزن مین — چھپنے اور بھاگنے سے صورت فار
دین سلامت رہیگا مومن کا — متواتر ہین اور بھی اخبار
گرچہ عزلت کو شرط کہتے ہین — ق — سب بزرگونکا ہے اسی پہ مدار

اس زمانہ مین واجبات سے ہے — فرض گو جانتے ہین تجربہ کا
بیٹھ گوشہ مین کر خدا کو یاد — خلق آفت ہے اور خمول حصار
جو کہ دیوانہ بن سکے یا ابلہ — رہے بیگانہ ہے وہی ہشیار
دشمن اپنا نہ بھول ان پہ — کون کسکا ہے دوست کون ہے یار
انکی چالون سے بیٹھتے اوٹھتے — دل مین اوٹھ اوٹھ کے بیٹھتا ہے غبار
ہم نہ سمجھے وفا کے معنی کچھ — ہے یہ اک لفظ مہمل و بیکار
بید کو کہتے ہین وفا شاید — کہ وہ ہے اک درخت بے گل و بار
دوست عنقا ہے اور یگانہ — ہے وفا سے زمانہ غدار
اور ملجائے دوست بھی بالفرض — ہے حسد پیشہ چرخ کجرفتار
جمع اسباب تفرقہ کر کے — کھینچ دیتا ہے درمیان دیوار
کیون نہ عاقل کو بزم سے ہو گریز — بعد ہر نشا کے ہے رنج خمار
صحبت یار و وصل دلبر کا — ہے نتیجہ فراق آخر کار
مجھسے پوچھین صلاح گر احباب — خوب ہے صلح سے بہم تکرار
الفت اوس چیز کی جو فانی ہے — ہے ہیولائے حسرت دیدار
عاقبت بین کی ہے خزان پہ نظر — کب کرے شاد اوسکو فصل بہار
آج ہی چھوڑ دیجیے بخوشی — کل جسے چھوڑنا ہے بالاجبار
آج ہی کیون نہ ہاے مر رہیے — جب کہ مرنا ہے ایک دن ناچار

ڈر سے بھاگا پھریگا تو کب تک
بعد مردن نہین ہی پاے فرار

منزل گور و حشر ہی درپیش
گلشن خلد ہی صراط کے پار

ہین ضروری یہ مرحلے آخر
انسے کرنا ہی ایک روز گذار

زندگی مین کرے یہ راہ جو طے
ہین کرون سر قدم پہ اوسکے نثار

ہی یہان تک بہشت کا رستہ
یان سے ہی راہ منزل دلدار

پہلے مرنے سے خاک گر ہوجاے
پاے دامن مین اپنے تو گلزار

کوچ درپیش وقت لامعلوم
رہیے باندھے ہوئے کمر تیار

ساتھ مرنے پہ کچھ نہین جاتا
ہی عبث خواہش زر و دینار

ساتھ جاتا ہی آدمی کے عمل
چاہیے کار خیر لیل و نہار

لیک نیت بھی شرط ہی ہو نیک
کہ یہ اصل اور فرع ہی کردار

گر ہی نیت مین کچھ فتور تو ہی
دانۂ سبحہ مین نہان زنار

چاہیے راہرو رہے ہلکا
کسلیے بار جبہ و دستار

حق خرقہ ہی ایک کوہ بزرگ
نہین اوٹھتا ہر ایک سے یہ بار

خرقہ پاکونکا جامہ ہی کہ نہین
اسکے قابل ہر ایک ناہنجار

دل مین تیرے جو شوق پیری ہی
اصل مین ہی وہ حب جاہ و وقار

پردہ اوٹھے تو موںھ چھپاتا ہو
فخر سمجھا ہی جسکو ہی وہ عار

جسکو نیت کہین وہ مستورہ
ہی رقیبون کے ہاے زیب کنار

پرورش جنکی کر رہا ہی تو | ہین وہ بد اصل زادۂ اغیار
بھاگ انسے خدا کی مانگ پناہ | چاہیے توبہ اور استغفار
نیک و بد دیکھکر حساب کو پاک | پہلے اس سے کہ آے روز شمار
تول لے آج تو عمل اپنا | اپنی نیت سے بوجھ لے مقدار
وزن نیکی بقدر عظمت حق | اور جتنا ہو نفس پر دشوار
شاہ ہی تو یہ ملک ہین تیرے | حکم جاری نہین ترا زنہار
تو طبیعت کی چار بالش پر | خواب ہین اور فتنہ ہی بیدار
حکمران شکل ہین سلیمان کے | تخت پر تیرے دیو ہی مکار
علم عقل ہے نگون کہ ہوا | ہی تری فوج کا سپہ سالار
فتح نفس و شکستِ دل سے ہی | نغمہ ور ہین جو تیرے ساز کے تار
پہلے اپنے کو راہ پر کر راست | ہو نہ غیرونکا حامل اوزار
دردمندون کو فکر غیر نہین | اپنے غم مین ہی جسکا دل ہی فگار
رہ شناسی ہی شرط راہبری | دور رکھ سر سے دعوی و پندار
بچ مریدان بو الہوس سے کہ ہین | یہ نمایش کے دیر کے معمار
تجھکو اپنی طرح بنائینگے | جاہ جو خود پرست دنیادار
کر علائق کو ترک اوٹھا کر چل | دامن اپنا کہ راہ ہی پرخار
اپنے فعل اور صفات باطن پر | رہرو دل کو ہے نظر درکار

چاہیے منزل محبت مین
پاکبازدلاورعیار

کیا مخنث کا ہی جہاد مین کام
ہی یہان کارِ غازی و جرار

چاہیے سر سے یان گذر جانا
چھوڑ سکتا نہین ہی تو دستار

جان کا خوف گر کرے غواص
ہاتھ آئے نہ گوہر شہوار

سختی درد زہ اگر نہ اوٹھاے ق
طبع ہی جو کہ حامل اسرار

نہو ہرگز ولادت معنی
نہو حاصل نتیجۂ افکار

لغو ہی جیسے بے وضو کی نماز
بے شرائط تفکر و اذکار

گر مضرات سے نہو پرہیز
غلط ہی کھاے جو دوا بیمار

وای غفلت کہ مین نکما ہون
اور سمجھون کہ ہون مین کارگذار

گاورانی نہ دانہ افشانی
اور تمنا ے حاصل و انبار

کام کے وقت پانون مین منہدی
لاف مردانگی دم گفتار

بعد کشف غبار دیکھیگا
کہ فرس پیر ہی یا کہ خر پہ سوار

دل پہ صوفی جمین جو یہ باتین
پھر زبان پر نہ آے تجھکو قرار

نفس سے اپنے ہی خطاب اپنا
ہمکو اغیار سے نہین سروکار

دودۂ شمع کلک صوفی ہی
سُرمۂ دیدۂ اولوالابصار

مفتی مصلحت کہ اپنے وقت کا قاضی ہی مجھسے بار بار متقاضی ہی نفس سرکش
نشہ کے مانند دماغ پر چڑھا جاتا ہی روز بروز بڑھا جاتا ہی اس جن کو سر سے

اوتارے للہ جی کو مارے آج کہ یہ کا روز فرخندہ و فیروز ہی اور اختر دولت آ
شرف مین نظر افروز ہی فکر کو دوڑا ئیے کہ پتا اوسکا لگائے حقیقت اوسکی معروض
حضور مین پہونچائے حکم کی دیر تھی فکر نے کام کیا طرفۃ العین مین پھر آکر سلام کیا
کہنے لگا خدا جانے وہ نابکار کیا ہی نہ شرقی ہی نہ غربی ہی کیا بلا ہی لیکن کام اوسکا
دگرگون ہی مرکب اوسکا خون ہی ہر رگ وپے مین اوسکی راہ ہی اطراف جسم جولانگاہ
ہی خاصیت اوسکی خود بینی و خود داری ہی حس و حرکت اوسکی اختیاری ہی حامل قوت
حس و حیات اور منبع حرکات ارادی ہی مرتبہ مین فوق روح نباتی و جمادی ہی پرگنہ
حیوانیت مضاف صوبہ انانیت مین مسکن نفس شوم ہی یہی اوسکی زاد بوم ہی اس
دیار مین آدمیون کی کمی ہی اگر ہی بھی تو صورت مین آدمی ہی **ہاتفی**

ہستند نکو نما بدے چند		درصورت آدمی ددے چند

اولئک کالانعام اونکی صفت ہی وہان سے کئی ہزار کوس پر
شہر آدمیت ہی **مثنوی معنوی**

چون بنائے خلقتم را حق نہاد		آمدم اول در اقلیم جماد
از جمادی مردم و نامی شدم		وز نما مردم بحیوانی زدم
مردم از حیوانی و آدم شدم		پس چہ ترسم کے زمردن کم شدم

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نفس کو جسم لطیف فرماتے ہین حکما اوسکو روح
حیوانی بتلاتے ہین بعضے بخار لطیف ٹھہراتے ہین **مصرع**

بخاری لطیف است وخوش جوہریست ؛ حضرت مخدوم جہان شیخ شرف الدین
احمد یحییٰ منیری قدس اللہ سرہ جادہ تحقیق کے رہنما لکھتے ہین کہ نفس عین ہی غیر
نہین جیسا کہ روح مین شر نہین اسمین خیر نہین جامع اوصاف بد و اخلاق زشت
ہی ضد روح یہ کج سرشت ہی مقیم دیر خود پرستی ہی اسیکا نام خودی اور ہستی ہی رباعی

نفس است تبے کہ دل ازو گردد دیر	نفس آمدہ کان شر چو جان معدن خیر
او نیست صفت بلکہ صفتہا اور است	عینے است موضع بدل مالا غیر

شعر جنگ ہر دم نفس سے اور روح سے آپس مین ہی
جو ہوا غالب دل بیچارہ اوسکے بس مین ہی

شعر ظلم اپنے نفس کا صوفی کرون کیا کیا بیان
حشر کا طومار ہی دفتر مرے احوال کا

دماغ مین خلل کرکے اپنا عمل کرکے دل کا عازم ہی تدبیر اسکی جلد لازم ہی بصیرت
نے کہا عقل براہ صواب جائے اوس خودسر کو بعنوان شایستہ سمجھائے شراب
شباب کے نشہ مین سرشار ہی علت اَلشَّبَابُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ مین گرفتار
ہی قہر سلطانی کا تذکرہ مسہل کی کڑوی دوا ہو بیم وہراس کا املتاس اور اجزا سے
سوا ہو خدا کرے اخلاط فاسدہ اوسکے باطن سے نکلجائین سدّون کے روڑے
جو سدّ راہ اصلاح مزاج مین ٹل جائین پھر شربت تبرید عنایات جہان پناہی
کی میٹھی بات ہو کہ امید اوسمین بجائے نبات ہو بعد اوسکے خوف عقوبت اور بیم
مکافات کی تلخ دوائین دہن کے کھرل مین حل کی جائین پھر امید نجات اور توقع
ترقیات کی شہد و شکر اوسمین ملائے معجون مرکب بناکر مقدار مرض کے برابر

صبح وشام کھلائے خدا چاہے تو نفع ہو عارضۂ سرکشی دفع ہو اگر اطاعت
قبول کرے عین مطلب ہے وگرنہ تعزیر اوسکی انسب ہے دوسری تدبیر ہوا خر
الحیل السیف نسخۂ اخیر ہو تنقیۂ کامل کا قصد ہو رگ گردن کی فصد ہو
اس آغاز کا انجام اِمَّا السَّیفُ اِمَّا الاسلام ہے یہ صبح ہے تو وہ شام ہے
فوج جرار جان نثار ہے سرفشانی کو تیار ہے اگر صلح ہو اَلحَمدُ لِلّٰہِ اور اگر جنگ
ہو بِسمِ اللّٰہِ سخن مختصر فرمان شاہی ہوا اور **عقل** ادھر کو راہی ہوا **نفس**
کو جا کر دیکھا طریق آدمیت سے منزلون دور صفات حیوانیت سے معمور
نشاء کبر سے چور مصداق مَا الحَیٰوۃُ الدُّنیَا اِلَّا مَتَاعُ الغُرُور **عقل** نے
شمع مطلب کو انجمن بیان مین روشن کیا گرم ہنگامۂ سخن کیا کہ شاہنشاہ
عرش بارگاہ دارائے جہان تاج بخش باج ستان حضرت **روح** طوفان
دنیا کا نوح کہ دارالخلافت دل کا تخت نشین ہے ممالک روحانی وجسمانی شرق
سے غرب تک آفتاب کے مانند اوسکے زیر نگین ہے عدل وانصاف کا اوسکے
عہد دولت عہد مین یہ عالم ہے کہ جماعت اضداد عناصر مین باوجود اختلاف
طبایع رابطۂ اتحاد باہم ہے ایک دوسرے کے موافق مزاج کام کرتے ہین
جادۂ اعتدال سے قدم باہر نہین دھرتے ہین عالم کے مزاج سے کون
آگاہ نہین فساد اسکا مشتہر ہے لیکن اسکے زمانہ مین حکیم عدل کے تنقیہ سے اصلاح
پہر بارش جود سے اوسکے کشت امل سیراب فیض اقدس سے ظاہر وباطن کامیاب

تو بین کہ محتاج فعل ہین حاجت روائی اونکی اوسکے دم سے ہی ملک وجود کشور بود آباد اوسکے قدم سے ہی شان جلال رعب جمال بدرجۂ کمال اگر روے درخشان پر نقاب نہوتا نورانی حجاب نہوتا اس مہر عالمتاب کی عالم تاب ظہور نہ لاتا آنکھونکا پردہ جل جاتا

مثنوی

دیکھ نہین سکتے اوسے بے حجاب	نور کے پردون کا پڑا ہی نقاب
عارض انور سے اوٹھے گر نقاب	دیکھنے والونکو پھر آئے نہ تاب
دیکھتے ہی بیخود و حیران گرین	سجدہ مین مثل شب مژگان گرین
سجدہ گہ ابروے خمدار مین	پیشگہ کعبۂ رخسار مین
کرتے ہین ہم کعبۂ جان کا طواف	کعبہ ہی کعبہ کا ہمارے غلاف

اوسکے صولت وسطوت کا مذکور جس جگہ اوٹھتا ہی قشعریرہ سے بن ہو کے زبان سے الامان کہ اوٹھتا ہی **غیرت وہمت جرأت وشجاعت مروت وفتوت** اوسکے ملازم ہین ریاست وسیاست غلام فتح ونصرت خادم ہین دریاے فوج ظفر موج کا ہر قطرہ جوش مین طوفان نوح آغوش مین لہر یہ کہ بڑھکر ابر کیطرح چڑھکر عباب گردون کا سر پھوڑ دیے جی کے پھپھولے توڑ دیے اس محیط ذخار ناپیدا کنار کی طغیانی مین اعدا تا قیامت سلامت نکل نہین سکتے ہتھیارون کی باڑھ مین ڈوب کر اوچھل نہین سکتے غضب کی نظر صاعقۂ خرمن انحراف کرم کی نگاہ عذر خواہ اہل اعتراف ایسے شاہ عادل دریادل چارہ ساز بندہ نواز کے قلمرو مین رہکر اوس سے خلاف رکھے اطاعت اولوالامر سے انحراف رکھے خلق سے شرم کرے

نہ خدا سے ڈرے ولی نعمت کا زوال منائے سر بغاوت اوٹھائے یہ وہی مثل ہے سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی شنید اور اپنی چشم دید ع یکے بر سر شاخ بن می برید بہ شاخ پر چڑھکر جڑ کا کاٹنا اپنے پانوین تیشہ لگانا ہے اور اپنا تختہ تابوت بنانا ہے اگر صلاح و فلاح کونین مطلوب ہے حضرت ظل اللہ کے سایہ مین رہنا خوب ہے خود پرستی سے مونھ پھیر رخ بندگی قبلۂ عالم کیطرف کر عقل کی بات مان خود پسندی سے درگذر مجھ سا خیر خواہ نملیگا ایسا بادشاہ نملیگا

مثنوی

جسنے اس آستان سے مونھ پھیرا	اوسنے امن و امان سے مونھ پھیرا
منحرف ہو کے جو یہان سے گیا	وہ سیہ بخت دو جہان سے گیا
سنتے ہین جو ہما کا سایہ ہے	اس شہنشاہ کا وہ سایہ ہے

نفس فتنہ جو آتش خو **عقل** کی ہوا خواہی سے بھڑک کر شعلہ کیطرح تند و تیز ہوا زبانہ زبان سے شر انگیز ہوا کہ مین کسیکا محتاج اطاعت نہین تیری باتین قابل سماعت نہین عالم جسم مین شاہنشاہ نامدار ہین ہون ہفت اقلیم ہفت اندام مین صاحب اختیار مین ہون لشکر میرا اس حد سے باہر ہے کہ بیان مین آئے خزانہ اس حساب سے زیادہ کہ لکھا جائے **عقل** نے کہا اے نادان دشمن جان بیہودہ نہ اوبل کہتے ہین اب بھی سنبھل آدمیت کے لباس مین آ ہوش کر حواس مین آ راہ صواب ہمنے بتا دی چلنے نچلنے کا اختیار ہے یہ سبکسری سراسر بیکار ہے میرا سمجھانا تیرے حق مین ایسا ہے جیسے اندھے کے آگے چراغ وما علی الرسول الا البلاغ

عقل نے بہت پھسلایا ہر طرح سے سمجھایا مگر وہ طفل مزاج بمقتضای شرشت جبلی کہ النفس کالطفل اپنی ہٹ سے نہ ہٹا پھر **عقل** نے کھیل کی باتون مین پند ونصائح کے کھلونے دکھلائے مگر کوئی سودا نہ پٹا شاہ قدردان کی مہربانی کا حلوا پیش کیا تو مونھ مین پانی نہ بھرا غضب شاہی کا چہرہ دکھلایا تو بھی نہ ڈرا **بیت**

سرزنش کی پہ کچھ اثر نہ ہوا	ایک افسون کارگر نہوا

یہانتک کہ شام شامت کی کالی بلا آئی اور بخت خفتہ کو چادر سیاہ اوڑھائی **ابیات**

ایک شب جو سواد شامت تھی	سرمۂ دیدۂ قیامت تھی
بخت عشاق کیطرح تیرہ	دیدۂ اختر کے جسمین تھے خیرہ
شب نہ تھی دیو شام غربت تھا	جسکا سایہ شب قیامت تھا

پردۂ شب مین ایک عورت مکار پرفریب عیار بصد کرشمہ و دلربائی راہ حواس سے خیال کے محل مین برمحل آئی لگاوٹ کا لباس بناوٹ کے گہنے تکلف کے ہاتھون سے پہنے زیور جڑاؤ جگمگے پوشاک زرق برق سرتاپا آب جواہر مین غرق مونھ پر آنچل دیے بظاہر شرم کا گھونگھٹ کیے لیکن پردہ مین شوخی کے انداز جلوہ گر فتنہ پردازی مین جامہ سے باہر چال اوسکی سرزمین سینہ مین بھونچال لاتی تھی ٹھوکرون مین فتنۂ خوابیدہ کو چونکاتی تھی **مثنوی**

ہند و سحر چشم دشمن جان	غارت ہوش رخنۂ ایمان

خرمن دین پہ شعلۂ آتش	بت زاہد فریب عابد کش

نفس نے دوڑ کر بڑے تپاک سے آغوش اشتیاق مین اوٹھایا اختلاط کا معاملہ گرم جوشی کے محکمہ مین آیا عقل سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ یہ دل آرام دنیا نام ہماری محبوبہ ہے آدمی کیا حور و پری مین بھی اعجوبہ ہے کشور دل کو مہر مین دیا ہے جان کے نثار کرنیکا وعدہ کیا ہے جب نسیم تمنا کو گلشن عشرت کا رستہ ملا ہے غنچۂ سربستہ کھلا ہے عقل وہ زینت اور تجمل دنیا کی آرایش بالکل دیکھکر مفتون ہو گیا تخبط چھایا نقشہ دگرگون ہو گیا اوس اندھیر مین یہ سوجھی کہ پیرایہ جسکا ایسا ہے وہ صاحب پیرایہ کیسا ہے صورت اسکی دیکھ لیا چاہیے پردہ اسکے چہرہ سے دور کیا چاہیے بے ساختہ ہوش باختہ نور شعور کی شمع لیے آندھی کیطرح جھونکے سے اوٹھا ضبط نفس نہو سکا ہے ہوس کی ہوا جو لگی چراغ عقل بجھ گیا نفس نے قہقہہ مار کر کہا

شعر

خاموش اوسے صبا نے کیا دھولین مار کے	بھی زبان شمع کی جب ہو نہو پہ یار کے

مالیخولیا نے آکر اپنے سپاہیون کے پرے جما کر عقل کو گھیر لیا تخیلات ردیہ بہم ہو کر غبار کے مانند جھگئے اور چادر آفتاب کو سیاہ کر دیا خطرے طرح طرح کے وسوسے نئے نئے چار دیواری کے مثال چارطرف حائل ہو گئے احاطۂ فوج نہ تھا حصار وَجَعَلْنَا مِنۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا تھا صف پر صف تھی ردّے پر ردّا تھا برا بھلا بوجھنے کی آگا پیچھا سوجھنے کی راہ بند تھی سمجھ سیدھی چل نہ سکتی تھی ناچار کتر اکر نکلنے کی حاجتمند تھی عقل اوس

اودھیڑ بن مین کھٹراگ کے دُھن مین دل کے دھڑکیون کی تال پر دمسازی
سازاحوال پر کبھی کچھ گاتا تھا اور کبھی نالہ وفغان کے سرون مین تار نفس کو
زخمۂ آہ سے چھیڑ کریہ غزل بجاتا تھا **غزل**

ہی مرے قتل کی تدبیر مین غل	آج ہی کوچۂ بے پیر مین غل
ماتم مرگ تمنا سے ہی	گوشۂ خاطر دلگیر مین غل
آج **صوفی** کے قدم آئے ہین	ہی یہ خانۂ زنجیر مین غل

کبھی نالہ وافغان بے اثر کا شکوہ رونا تھا چڑکریون مترنم ہوتا تھا **شعر**

مرے نالے کہ نہین رکھتے اثر کا سامان	ہین وہ افغان کہ نہ تیر اور نہ کمان کھتے ہین
شعر کہتے ہین میری عا اور مناجات پہ وہ	ھر بھی جاؤ تو نیاؤ مجھے مین حرج نہین

اگر آہ ونالہ کو ضبط کیا تو دل نے زمگ کرا اور بھی خبط کیا بقول میر فیسون صاحب شاگرد غالب

شعر اشک اوٹھے جو بے دل کو ڈوبا کر چھوڑا	آہ کے تیر جو پلٹے تو جگر پر بیٹھے

عقل تو یہان الفت **دنیا** کے دام مین اٹک کر سر پٹک کر رہگیا اور وہان
دیدۂ انتظار روزن در سے لڑتے لڑتے تھک کر رہگیا **بصیرت** نے کہا
شاہنشاہ سلیمان جاہ کو عمر جاودانی اور تمام عمر عیش وکامرانی روزی ہو دشمنون
کو شکست اور دوستون کو فیروزی ہو **شعر**

قدمبوسی تری کرتا زمین آستان ہو کر	خجل ہی آسمان قسمت سے اپنی آسمان ہو کر

مجھے دھڑکا ہی کہ **عقل** ابھی لڑکا ہی خام طبع و ناتجربہ کار ہی بغیر چالیس برسون کے

بالغ نظر ہونا دشوار ہی ہو نہو کچھ بکھیڑا ہوا اُٹھاو بے سبب نہین کچھ اولجھیڑا ہوا وہ حضور کا عقل کل ہی اوسکی گرفتاری دلیل تنزل ہی اب مین جاتا ہون انشاءاللہ جلد بامراد آتا ہون یہ کہکر تیزی کے تازی پر تصمیم کی زین کو درست اور عزم کی تنگ کو چست کیا عنان اندیشہ کو دست راستی مین لیا **بیت**

دل سے اوٹھا جوش کے مانند وہ	سر مین آیا ہوش کے مانند وہ

دماغ مین جو پہونچا تخلل عظیم دیکھا تصورات فاسد کا ازدحام چار طرف سے ہجوم عام **عقل** اون غولون کے غول مین گھرا ہوا زمانہ کا رخ پھرا ہوا ہوش کے معنی خبط حواس کی ترکیب بے ربط دل خون ہو کر آنکھون سے بہتا تھا دیوانہ وار بیتاب و بیقرار یہ کہتا تھا **غزل**

ہم مریض ہجر مرنے کو شفا سمجھے ہوے	تیرے آب تیغ کو آب بقا سمجھے ہوے
موت سے ڈرتے ہین کب ہم ہی یہ اپنی آرزو	کوسنے کو آپ کے ہین ہم دعا سمجھے ہوے
اوسنے مین لپٹا تھا بیڈھب لاغری تھی پردہ پوش	میرے ہاتھونکو وہ تھے بند قبا سمجھے ہوے
ہمکو نالون پر وہ خوش ہو کے فرماتے تھے رات	ہم ہین انکو عندلیب خوشنوا سمجھے ہوے
چاہتا ہون جب کہون کچھ حال دل کہتے ہین وہ	ہم ہین مدت سے تمھارا مدعا سمجھے ہوے
مجھکو اس مصرع پہ صوفی بولہوس کہتے ہین وہ	ہم مریض ہجر مرنیکو شفا سمجھے ہوے

کبھی زمانہ ملاقات کی کوتاہی پر زبان شکایت دراز اور کبھی اپنی وفاداری اور نازبرداری پر ناز **اشعار**

وہ آئے بھی تو کیا آئے کہ اونکے جلوۂ رخ سے ‌ ‌ ‌ شب وصل اوڑ گئی پردہ اوٹھاتے ہی دھواں ہو کر
وفا پر اپنی نازاں ہوں کہ احیانا اگر مجھ سے ‌ ‌ ‌ شکایت بھی کبھی نکلی تو شکر امتحاں ہو کر
دوا کرتا ہے غم اس ناتواں کی استحالہ سے ‌ ‌ ‌ خوشی آتی ہے جب دل مین نکلتی ہے فغاں ہو کر
مجھے اوس بت سے دوری ہے تو دوری سے ہے غم صوفی ‌ ‌ ‌ نتیجہ جدا وسط نے دیا ہے درمیاں ہو کر

فقیر کی صورت بنی گلے مین کفنی دست طمع دراز دل بغل مین کچکول حرص و آز **بصیرت** نے پند و نصیحت مین کلمات تشنیع آمیز غیرت انگیز سنائے کہ شرم اور آن آئے کہنے لگا ہائے ای بے ننگ تو نے محبت دنیا کے روگ مین بروگ لیا ہے بیراگی ہوا ہے جوگ لیا ہے **غزل**

شاہباز قدس ہے پرواز کر افلاک پر ‌ ‌ ‌ مرغ معنی تھام اوج عالم ادراک پر
پستی ہمت سے تو نے کھوئی اپنی آبرو ‌ ‌ ‌ بازوے شہ تھی جگہ تیری پڑا ہے خاک پر
صید زندہ چھوڑ کر شہباز کرگس کیطرح ‌ ‌ ‌ ولے رسوائی کرے اک جیفۂ ناپاک پر

بصیرت نے بہت للکارا ہزار سر مارا مگر کچھ جواب نہ ملا سر لاو نعم نہ ہلا سمجھا یہ محبت دنیا مین خراب ہے گوہر امتیاز بے آب ہے **شعر**۔

اسکی صورت پر نظر رغبت سے پڑتی قہر ہے ‌ ‌ ‌ پردہ پڑ جاتا ہے **صوفی** دیدۂ ادراک پر

ایک مال زادی کی تلاش مین اپنے ناموس و نام کو کھو رہا ہے اندھا بہرا ہو گیا ہے حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ کا مصداق ہے مسموم زہر فراق ہے **شعر**

ہے پریشان جو دماغ **صوفی** ‌ ‌ ‌ نکہت زلف صنم ناک مین ہے

چہرہ زعفرانی اشک ارغوانی لاغر و نزار جیسے برسونکا بیمار خیال یار کی جانب سے تصور مخاطب

شعر

نہین خون نہین اور اشک سرخ اگر ذرا دیکھو	ٹپکنا حسرتِ دیدار کا آنکھون سے خون ہوکر

بصیرت نے تجدید ایمان کی کلمہ پڑھا سپر استعاذہ دست دعا مین لیکر آگے بڑھا تیر اشارت کو کمان ابرو سے لگا کر نظر کے نشانہ سے سُدہ ملا کر وہ صاف شست سبکدست باران غضب برسانے لگا بنائے شرور و اساس فتور کو ڈھانے لگا قضا اوسکی قدر اندازی پر واہ واہ کرتی تھی حیات مجروح لب زخم سے آہ کرتی تھی جسطرف آنکھ لڑتی تھی نگاہ گرم شہاب ثاقب کے مانند پڑتی تھی شعر

کبھی پڑھتا تھا اعوذ کو با بسم اللہ	کبھی لاحول ولا قوۃ الا باللہ

گروہ شیاطین مین سے کسی کا ہوا دنہ پڑا کوئی موںھ پر نچڑھا لاکھون ناری جلکر خاکستر ہوئے ہزارون نیم جان ہوکر سایہ کیطرح زمین کے بستر ہوئے باقی پردہ شب مین چھپکر بھاگے عقل کے نصیب جاگے جسوقت شب تیرہ بختی کا رنگ اُڑ گیا ہجوم نجوم نحوست کا رخ مڑ گیا بھور ہوتے مطلع صاف تھا آئینہ مصفا میدان مصاف تھا بصیرت نے اوس دم کام کیا دنیا کو سامنے لاکر پردہ موںھ سے کھینچ لیا ایک عورت تھی پیرزال کریہ منظر بدحال سیاہ روے سپید موے اوسکی صورت نظر مین کدورت چہرہ کا رنگ آئینہ دیدہ مین زنگ عکس سے اوسکے دیدہ آئینہ کور زلف پیچان افعی گور تنگی پیشانی کمبختی کی نشانی خط سرنوشت مین مکر کے حرفون اور فریب کے فقرون کے جوڑ توڑ ابرو بیت بے قافیہ دوہرا بے جوڑ کان ایسے

کہ دیکھنے کے ساتھ کان پہ ہاتھ رکھیے اپنے ہاتھون سے گوشمالی کا مالیدہ چکھیے بے ڈول ناک عجب ہولناک شعر

بینی کو اوسکے دیکھکے دہشت ہین غیر ہی
ہر چھینک مین دونالی تمنچہ کی فیر ہی

سر زمین رخسار سخت و ناہموار آنکھون کے ڈھیلے مردم آزار خار مژگان سے پائے نگاہ فگار ہو چلنا دشوار ہی شعر

کیا جو اوسنے شتر غمزہ غیر بھاگ چلا
بناک کے موتہ شتر بے مہار کے مانند

شعر
زال دنیا کے کرشمے کرتے ہین آخر ذلیل
دشنہ ہی غمزہ ہی جو پڑتا ہی چلکر ناک پر

لب سے لب کو ملاقات نہ تھی آپسمین ملنے کی بات نہ تھی اوپر کا ہونٹھ ناک سے نوک کی لیتا نیچے کا ٹھڈی کلجواب دیتا موتھ دہن قبر سے زیادہ بھیانک وحشتکدہ مردم دیدہ تھا دانت جو ایک آدھ رہگیا تھا ریزہ استخوان بوسیدہ تھا شعر

مسی لگا کے جو غیر ونسے آپ کھلتے ہین
سڑے انار کے دانون سے دانت ملتے ہین

بغلین سڑے گوشت کیطرح مہکتین چھاتیان مشک خشک کے مانند لٹکتین سینہ گور بخیل سے زیادہ تنگ دل سختی مین سنگ خارا کا ہمسنگ ناف کثیف چاہ کنیف قد و قامت دنیا دارون کی قیامت درخت کہنہ بار ضعف سے خمیدہ ہاتھ پانو کندہ ناتراشیدہ زندگی سے ناامید کالے بال تک سفید میر

ہین ضعف سے جھریان بدن پر
پیری جامہ کو چن رہی ہی

بھونڈی صورت گندہ طبیعت آنکھ کان ناک موتھ سے کثافت جاری تھی

ظاہر کی زیبائش لباس وزیور کی آرائش صرف پردہ داری تھی عقل
کو دیکھکر نفرت ہوئی اپنی نادانی پر پشیمانی اور ندامت ہوئی بصیرت سے
کہا اس رنڈی نے غضب کیا بڑا دھوکا دیا مین اسکے فریب مین آکر اپنے اختیار سے نکل گیا
تھا اس بڑھیا کے چکنے لباس پر پھسل گیا تھا بارے خدا کے فضل سے جلد رہائی ہوئی
آپ کے حکم پر اس مقدمہ کی صفائی ہوئی شعر

گمان تھا مہ لقا ہوگا جس پردہ کالی تھی
پری سمجھے تھے جسکو وہ سیہ رو تکیہ والی تھی

رباعی پوشاک زری پر نہ ٹھہرتی تھی نگاہ
جانا کہ کوئی پری ہے یہ غیرت ماہ
گھونگھٹ جو کھلا تو تھی یہ صورت کہ نپوچھ
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

بصیرت نے کہا یہ زن رہزن سخت پر دغا ہے جو فروش گندم نما ہے عیاری سے
مکاری سے مردونکو گرفتار کرتی ہے چار دن پیار کرکے آخر ذلیل وخوار کرتی ہے
عہد پر عہد اس بیوفا نے توڑے ہین لاکھون آشنا اپنے خاک مین ملا کر چھوڑے ہین حافظ

مجو درستی عہد از جہان سست نہاد
کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد است لاادری

حال دنیا را بپرسیدم من از فرزانہ
گفت یا خوابے است یا بادی است یا افسانہ

باز گفتم حال آنکس گو کہ دل در وی بہ بست
گفت یا غولی است یا دیوی است یا دیوانہ

حُبُّ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ وَتَرکُ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ عِبَادَۃٍ
محبت اسکی قہر ہے فالودہ وصل اسکا آلودہ زہر ہے جسپر غضب یہ کہ جادوگری مین
بھی یہ فسون ساز علامہ دہر ہے باوجود اسکے کہ صورت اسکی نحس اور حالت اسکی

نجس ہی ایک عالم کا دل اسکے فراق مین مردہ ہو رہا ہی کہ نہ حرکت ہی نہ حس ہی **قطعہ**

موت دل کی حیات دنیا ہی	دل کو مردہ کرے وہ بات یہ ہی
جی ہوا و ہوس سے مرجائے	خوش رہے خیر سے حیات یہ ہی

سارا زمانہ اسکا مبتلا ہی یہ ساحرہ بد بلا ہی مشت خاک پر افسون اپنا پھونک کر دیدۂ عقل مین ڈال دیتی ہی اندھا کر کے اپنے قابو مین کر لیتی ہی اسپر طرہ یہ کہ میل اور اس سے میل ہونا چشم دل کے لیے مئیل بلکہ میل ہی کور باطن ہونیکی دلیل ہی جو دیدۂ بینا رکھتے ہین چوکتے نہین اس ناپاک پر تھوکتے نہین **حکایت منظوم**

دید مردے زال دنیا را مگر	یافت او را بکر ناسفتہ گہر
در تعجب ماند و گفت ای پیر زال	بیشتر است گندم فروشی بار جال
وین عجب تر جرأت در بستہ ماند	آمد و شد گشت و در بستہ ماند
گفت کز مردان نشد کس شوہرم	لاجرم ناسفتہ ماند این گوہرم
جز مخنث کس نگشتہ شوی من	ہر کہ مرد آمد نیامد سوی من
با من از مردان نشد کس متصل	خواہ بر وجہ حرام و خواہ حل

دنیا و عقبےٰ دو بہنین حقیقی ہین یہ مسئلے تحقیقی ہین دو بہنون کا اجتماع قطعاً حرام ہی ایک کا طالب دوسرے سے ناکام ہی **شعر**

مغرب و مشرق سے ہی دین اور دنیا کی مثال	اکطرف جب رخ ہوا تو ایک جانب پشت ہی

دنیا سفل عرق افشردہ ہی سفلون کا پس خوردہ ہی **بیت**

طالب اسکا سفلہ ہی یہ سفل ہی ۔۔۔ نفس جو خواہان ہی اسکا طفل ہی

جیفہ دنیا کا لقب ہی اور سگ اسکے طالب کا خطاب کہ اَلدُّنیا جِیفَۃٌ وَّطَالِبُوھَا کِلَابٌ دنیا مردار بیجان ہی بے مغز استخوان ہی اور عالم آخرت سراسر جہان حیات اور سراپا جان کہ اِنَّ دَارَ الْاٰخِرَۃِ لَھِیَ الْحَیَوَانُ حکیم سنائی کا کلام بھی گو ہر بے بہا ہی خدا رحمت کرے کیا خوب کہا ہی **بیت**

سگ دمن ہمت استخوان جوید ۔۔۔ پنجۂ شیر مغز جان جوید

حکایت منظوم

اللہ اگر جہان مین رکھے ۔۔۔ فتنو ںسے سدا امان مین رکھے

دنیا کہ ہی دین و دل کی رہزن ۔۔۔ اک قحبہ فتنہ زا ہی یہ زن

مکار عجب یہ بے حیا ہی ۔۔۔ رنگ اسکا ہر ایک جا نیا ہی

ہر بھیس مین نام اور اس کا ۔۔۔ ہر دیس مین کام اور اس کا

ہر جائی ہر ایک جا پر جا کر ۔۔۔ لاتی ہی شکار اک اوڑا کر

میخانہ ہی مین نہ مست ہی یہ ۔۔۔ مسجد مین بھی خود پرست ہی یہ

شیخ اور برہمن اسکے مارے ۔۔۔ ہین شحنہ و رہزن اسکے مارے

بے پردہ عیان کہین قبا مین ۔۔۔ پنہان کہین پردۂ عبا مین

مشہورۂ عالم امیری ۔۔۔ مستورۂ خلوتِ فقیری

پہچانے جو اسکو مرد ہی وہ ۔۔۔ جو بچ رہے اس سے فرد ہی وہ

مردار نجس یہ اصل مین ہی — آلودگی اسکے وصل مین ہی
دیکھ لینے کو ای خلیفہ زادہ — آغوش نہ اسپہ کر کشادہ
لکھتے ہین محمد غزالی — تمثیل مین ایک نقل عالی
شہزادہ تھا ایک غیرت مہر — ٹھہرا کے پدر نے اک پری چہر
تھی وہ بھی کہین کی شاہزادی — شہزادہ کی کردی اوس سے شادی
جس رات پر ٹھہری تھی ملاقات — پی اوسنے بہت شراب اوس رات
کر آخر شب کو رخصت ہوش — خلوتکدہ کو چلا وہ مے نوش
ہوش اوسکے گئے تھے جو خطا کو — بھولا وہ رہ محلسرا کو
گبرون کا قریب مقبرہ تھا — وان ایک جنازہ بھی دھرا تھا
دو چار دنون کی لاش تھی وہ — بڑھیا کوئی بدقماش تھی وہ
مُردونکی نہین بناتے یہ قبر — رکھتے ہین اونھین احاطہ مین گبر
پہونچا جو وہان وہ مست شہوت — آراستہ دیکھی ایک عورت
سمجھا اوسے یہ عروس اپنی — ہمخوابہ دہم جلوس اپنی
پھر دیکے گلے مین ہاتھ اوسکے — کالا کیا مونھ کو ساتھ اوسکے
آلودہ ہوا لپٹ لپٹ کر — پھر سو رہا ساتھ وہ چمٹ کر
غائب رہا شب جو شاہزادہ — اور چڑھ گیا دن بھی کچھ زیادہ
ہنگامہ بپا ہوا سحر کو — بھیجے گئے لوگ ادھر اودھر کو

تھا غم مین پسر کے باپ بیتاب ‌ ‌ ‌ نکلا وہ خبر کو آپ بیتاب
ارکان سپر رسا تھا اوسکے ‌ ‌ ‌ انبوہ کثیر سا تھا اوسکے
ہر سمت تلاش کر کے ناگاہ ‌ ‌ ‌ پہونچا کہین اسطرف کو بھی شاہ
آکر جو کسی نے وان نظر کی ‌ ‌ ‌ تو دوڑ کے شاہ کو خبر کی
لوگون نے کیا ہجوم آکر ‌ ‌ ‌ برپا ہوا سر پہ شور محشر
مُردار کے ساتھ تھی جو صحبت ‌ ‌ ‌ لگتی گئی تھی اسے نجاست
ساتھ اوسکے لپٹ کے سو رہا تھا ‌ ‌ ‌ آلودہ و گندہ ہو رہا تھا
بالین پہ پدر تھا گرداہالی ‌ ‌ ‌ تھی قہر وہ آنکھ کھلنے والی
جاگا تو نپوچھیے ندامت ‌ ‌ ‌ تھا ایک نمونۂ قیامت
صوفی یہ ہے حشر کا نمونہ ‌ ‌ ‌ اور اوسکے وہ ہے ہزار گونہ

الغرض بصیرت عقل کو دنیا کے رنگ ڈھنگ دکھلا سنا کر وہان سے اوٹھا کر اوس مقام مین جو دنیا کا محل سکونت تھا ہوادار عفونت تھا لایا خوب پھرایا ہر طرف ٹہلایا باتون مین بہلایا ہر قدم پر عقل کو تنفر ہوتا تھا اپنی حرکت پر تحسر ہوتا تھا مکانات اوسکے صفائی سے خالی کدورت سے بھرے جسقدر کوئی مذمت کرے وہ اونکی تحسین ہے بلکہ اس سے اور زیادہ اس مذمت پر بھی نفرین ہے سر زمین پر اوسکے مزبلہ کا عالم سچ ہے الدنیا کنیف ادم ہوا کا جھونکا طوفان بے تمیزیون کا دم باد سحر گندہ تاثیر تعفن اوسکا دماغ سوز بینی گیر بیت

منزلے چون اسفل معدہ کسیف	مخزن سفل وعفونت چون کنیف

پیشگاہ صحن مین خانہ باغ اوسکے پھول نجاست کے داغ گندہ بہار اوسکی آلائش کا رنگ دکھلاتی تھی دامن نگاہ مین دھبے لگاتی تھی جانور وہان کے مردار صیاد اونکے حرام خوار پھل وہان کے ظاہر مین نظر فریب وخوش آیندہ مگر کھانے والا دل مین شرمندہ ذایقہ مین اونکے تلخی ملامت نتیجہ اونکا ندامت اور وہ بھی تاقیامت یہ اسکے جادو کا اثر ہے کہ مبتلا اسکا کور وکر ہے شعر

جب گرا اور دام مین اسکے پھنسا	گر ہما بھی ہے تو الّو ہو گیا

عقل کو یہ حال دیکھکر حدیث شریف یاد آئی آمنّا وصدقنا کہکر گردن تسلیم جھکائی الدّنیا ملعونۃٌ وملعونٌ مافیہا الا ذکراللہ وما والاہ کسی سچے شاعر نے اس حدیث کا ترجمہ کیا ہے خدا مطلب کو پہونچائے صدق کو رہنما کیا ہے

شعر جہان وہرچہ درو ہست جملہ ملعونست	اگر تو لب بکشائی بذکر حق بکشا

وسط باغ مین ایک کمرہ ساز نمایش اور سامان تکلف سے پر مصداق اعلموآ انما الحیوۃ الدّنیا لھوٌ ولعبٌ وزینۃٌ وتفاخرٌ اوسمین ایک سونیکی موسہری پر کہ خوابگاہ اہل غفلت تھی خوان گستردہ حظ وشہوت تھی بیت

لذت گہ ذوق ناتمامی	گہوارہ خواب احتلامی

اوس پیرزن پرفن کو دیکھا کہ رنگ وروغن عیاری اور لباس وزیور مکاری سے آراستہ وپیراستہ عروس نوخاستہ بنی ہوئی بیسواؤن کیطرح کسی عیاش

بدمعاش کے انتظار مین ازار کھولے پڑی تھی آنکھ دروازہ سے لڑی تھی **ابیات**

وہ اوبھرا ہوا اوسکا جوبن غضب	اور اوسپر لگاوٹ کی چتون غضب
عجب روپ تھا اور عجب رنگ تھا	یہ صرف اوسکا اک سحر و نیرنگ تھا
کہ وہ زشت رو تھی یہ پیر زال	بنی نوجوان اور صاحب جمال

اتنے مین نفس ناہنجار پیٹ پکڑے ہوئے بیچین اور بیقرار درد ناف پیچ فراق سے پیچتاب کھاتا ہوا غلبۂ ریاح اشتیاق سے خاک اوڑاتا ہوا آیا اور بگولے کے مانند اوس بھولے کے گرد پھر استوالون کیطرح چرین کا یہ شعر پڑھکر کئی بار جھوما اور گرا **شعر**

خیال زلف بتان مین جو پیچ کھاتے ہین	مروڑے ہوہو کے پیچش کے دست آتے ہین

یہ دونون لعنت بھیج کہکر اوسیطرح ٹہلتے ہوئے وہان سے چلتے ہوئے **بیت**

اس ستمگار سے بچائے خدا	اسکے کوچہ مین پھر نہ لائے خدا

جب دنیا کی برائی بچشم انصاف صاف نظر آئی طبیعت نفور ہوئی الفت دنیا کی گرد نظر عقل سے دور ہوئی **بصیرت** نے کہا اب خلوت و جلوت برابر ہے بلکہ عزلت سے اختلاط خلق بہتر ہے کہ زمانہ کے حالات دیکھکر عبرت ہوگی دنیا اور اہل دنیا کے اطوار سے بیزاری و نفرت ہوگی یہانتک کہ دل خلق سے شکستہ نہ ہوجائے دنیا کی محبت سے پاک اور بند علائق سے وارستہ ہوجائے **قطعہ**

برابرین قول مخدوم جہان باد	طریقت کار دل آن در حقیقت
چو دل از حب دنیا پاک نبود	نمازی بے طہارت دان طریقت

جب حضرت آدم علیہ السلام نے گیہون کے دانے کھائے پاںخانہ کی حاجت ہوئی دنیا مین آئے **بیت**

صفت اس گھر کی یہ مسلم ہی	کہ یہ دنیا کنیف آدم ہی

پاںخانہ مین کوئی نہین جاتا مگر بضرورت اور بجبر و نفرت نہ بخوشی و رغبت **بیت**

کار دنیا کا ہی اسی پہ قیاس	اسطرح کہہ گئے ہین راہ شناس

دنیا سرتاسر عیبون سے بھری ہی ہنر ہی تو ایک ہی کہ اَلدُّنیَا مَزرَعَۃُ الاٰخِرَۃ نیک کارون کے لیے نیک ہی کمائی کی جگہ دنیا ہی سرمایۂ تجارت عقبیٰ ہی **خواجہ عطار**

چون چنین کردی ترا دنیا نکوست	پس براہی این تو دنیا دار دوست

جیسا کہ ملازمان شاہنشاہ ممدوح یعنی حضرت **روح** جو کہ سلطان روح کیطرف سے ممالک افعال کا عامل ہی بندہ صاحب حاصل ہی اور جو کہ **نفس** امارہ کا طرفدار ہی اپنا دشمن اور زیان کار ہی **بیت**

ہیچو رود نیل کروے سبطیان	کامیاب و خون نصیب قبطیان

دنیا کی تمثیل رود نیل سے ہی کہ نیک بخت قوم موسیٰ علیہ السلام ۱۲ کیطرح سلامت گذرتے ہین اور اشقیا آل فرعون کے مانند ڈوبکر مرتے ہین **قطعہ**

کار دنیا ہمہ بگذشتن و بگذاشتنی است	عاقبت رخت ازین مرحلہ برداشتنی است
چیست این دار فنا مزرعۂ آخرت است	کارکن کار و بکار انچہ ترا کاشتنی است

روانہ ہونا سپاہ نصرت دستگاہ کا حد و شمالی کو نفس ناسخن شنو کی گوشمالی کو

سرداران معانی سرفراز و پہلوانان مضامین ممتاز دل کے دار السرور مین سلطان روح کی حضور مین کرسی نشین ہوکر برآمد مراد کا فرمان پاتے ہین اور با افواج قاہرہ و سامان باہرہ مواطن بواطن سے معرکۂ بیان مین آکر صفین جما کر صفا سے جوہر دکھلاتے ہین جب **نفس** سرکش کی کج ادائی **عقل و بصیرت** سے دریافت مین آئی **غیرت** کہ شحنۂ شہر روحانی پاسبان ناموس جہانبانی تھا کام مین ہوا **حمیت** جو اوسکا حامی اور مصاحب نامی تھا پاس ننگ و نام مین ہوا **جلال** کشورستانی محرک سلسلۂ قہرمانی ہوا تدارک شوخی منظور نظر سلطانی ہوا فرمان قہر عنوان مثل قضاے مبرم اوسی دم نازل ہوا لشکر کے انتظام سفر کے سرانجام کا حکم حاصل ہوا دستور **عقل** نے حسب دستور مضمون احکام کو دیوانخانۂ حفظ مین بھجوایا **خیال** نے ورق تصور پر لکھکر مہتممان دولت کو دکھلایا بارگاہ خاطر مین تہیۂ سامان رزم ہونے لگا من چلون کا منصوبون مین عزم ہونے لگا مردان کارزار جوانان جرار کو معشوقۂ کمان ابروے جدال محبوبۂ تیر مژگان قتال کے شوق وصال مین قرار و آرام حرام ہوا صبح پنجشنبہ کو بفتواے حدیث **اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِی اُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھَا یَوْمَ الْخَمِیْسِ** کوچ کا اہتمام ہوا **توفیق** نے اسباب سلوک درست کرکے طریقت کے طریقے اور اپنے سلیقے دکھلائے **ہمت** نے دولت کے پیش خیمے آگے بڑھائے جہان پناہ بصد کر و فر تخت روان پر جلوہ گر لباس قدسی در بر

تاج خلافت بر سر لشکر فیروزی فرجد قیاس سے بیرون کوکبۂ کواکب سے افزون جلوریز جلوۂ سعادت تھا سپہ سالار ارادت تھا علم جو کتاب و سنت سے سرمایہ رکھتا تھا نورانی پیرایہ رکھتا تھا جادہ شناس راہ تحقیق مؤید بنور توفیق عادات و رسوم سے احتراز تھی کیطرف دیکھنا فخر و دعوی سے عار جاہ و شہرت سے بیزار در امرا و سلاطین اوسکا قبلۂ مقصود نہ تھا طلب حق مین اندیشۂ زیان و سود نہ تھا مثنوی

روے دل کردہ سوے حق بسلوک	روے گردان ز اغنیا و ملوک
گشتہ توفیق رہنماش برہ	کہ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَہ
سوے حق گر ترا نخواند علم	صوفی آن علم را نداند علم
علم چون با عمل نگشت قرین	بے نتیجہ بماند چون عنّین

بدلیل اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ مسند وراثت پر قائم ملامتی کوچہ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ احکام دین کا طرفدار سراسر شاہ و گدا نظر مین برابر تمیز حق و باطل مین صاحب ادراک لوث اَلْعُلَمَاءُ لُصُوصُ الدِّيْنِ سے پاک عامل با امانت کار گزار بے خیانت عرصۂ زندگی کو کم اور فرصت وقت کو مغتنم سمجھکر ادائے حقوق دین مین عجول زاد آخرت کے سامان مین مشغول معرکۂ عمل مین مصروف صف آرائی بقول حکیم سنائی مثنوی

علم نز آمد و عمل مادہ	دین و دولت بدو شد آمادہ
علم سوے در الہ برد	نے سوی حرص مال و جاہ برد

ہمہ تن شعور سراپا نور شمع انجمن حضور حضرت روح کا ہمراز و دمساز گنجینہ دا
سرمایۂ ناز و نیاز اور ساقی بزم عیش تھا علمدار مقدمۃ الجیش تھا سپاہ ملا اَیک
اشتباہ کا پیشوا اور رہنما تھا سایہ اوسکا ظل ہما تھا کمال جاہ و حشمت سے
شہرستان قوت سے صحرای فعل کی راہ لی نشان مراتب بلند ہوئے سرداروں
نے رایات نصرت آیات کے سایہ مین پناہ لی علم ہر ایک عالی شان فتح اور
اقبالمندی سرفرازی اور بخت بلندی کا نشان ہوا ے نورانی پیکر خسرو خا
سے کئی نیزے بلند انگشت نماے عالم بالا نیچہ نور افشانی مین آفتاب کا پنجہ
لیجانیوالا زرد و سرخ و سبز و سفید رنگ کے پھریرے گوناگون بوقلمون
جواہر نگار نادر روزگار پھریرے باہم لہراتے طاؤس مرصع بال کو تحریک
جلاجل سے تالیان دیکر جھٹکیون مین اوڑاتے دس جوان عالی تبار نصرت شعا
جناح لشکر کے شہپر تھے اخلاق حمیدہ کے افسر تھے **ایک ندامت**
تھا کہ نمونہ قیامت تھا جانباز سرانداز معرکہ ملامت نہنگ بحر شہامت
نعرہ اوسکا شور نشور تھا سر دم صور تھا اپنے بل کے جوان نادر پہلوان جیسے
اعتراف اور **انفعال گریہ** اور **اضمحلال حسرت و اندوہ** بہت
انبوہ لیے تدارک و تلافات ایام گذشتہ کے مکافات کے لیے گستاخی **نفس**
کے انتقام مین سرگرمی اہتمام مین عرق ریز تھا ہنگامہ پرداز رستخیز تھا دوسرا
صبر کہ لقب اوسکا جمیل تھا خوبیون مین بے عدیل تھا مرد میدان بلا

نہنگ بحر وغا کوہ تمکین صاحب تسکین باوقار جفاکش غمخوار اور شہزور تھا سرزمین
ثابت قدمی مین اوسکی پامردی کا شور تھا نامداران یل قوی ہیکل کشیدہ قامت
کوہ استقامت کہ تاب اور طاقت نرمی اور سہولت حلم اور احتمال
قرار اور استقلال ضبط اور جبر تھے ہمقدم صبر تھے تیسر اشکر نعمت شناس
مشتہر بہ سپاس کہ صہبائے سرور سے مست تھا خندان رو کشادہ پیشانی فراخ
دست تھا آغوش مہد سے عہد جوانی تک پروردۂ ناز و نعمت تھا زور اور زر
جان اور مال سے ترقی خواہ دولت تھا حق شناسی اور قدردانی انبساط
اور شادمانی کرم اور عطا سخاوت اور حیا حمد اور ثنا کہ جلسۂ بزم مین
ارباب نشاط اور معرکہ رزم مین سپاہی تھے اوسکے ہمراہی تھے چوتھا خوف
پانچوان رجا کہ دونون برادر توام شریک شادی و غم باہم ہمدم قدو قامت
مین برابر تھے بایکدیگر مونس و یاور تھے سرحد ایمان کے جاگیردار تھے ہوشیار
اور کارگزار تھے حفاظت کے لیے متعین اور نامزد تھے رہزنان امن و
یاس کی غارتگری سے محافظ سرحد تھے چھٹا خلق کہ حسن مین خوب
خلق کو محبوب جہان کو عزیز تھا صاحب لیاقت اور اہل تمیز تھا سپاہ اوسکی
خدمتگزار تواضع اور تکریم اور انکسار اوسکے عہدہ دار ساتوان زہد کہ
تعلق دنیا کے بار سے سبکدوش تھا رائض توسن ریاضت مرتاض سخت کوش
تھا کشتۂ قحط سالی مشقت روزہ دار رمضان قلت کمخوارگی اور کمخوابی

گم گوئی اور عزلت اوسکے ہم صحبت آٹھوان اخلاص کہ بوث
غرض سے پاک تھا درستی نیت مین چست وچالاک تھا نوان صدق
پاکباز کہ سیرت نیک رکھتا تھا دل اور زبان ایک رکھتا تھا صدق اور
اخلاص حقیقی برادر تھے فوج خاص رکھتے تھے خود صاحب لشکر تھے ایک
دوسرے کی خوشی کے طالب تھے ایک جان دو قالب تھے مگر صدق
درجہ مین بڑا تھا حکم اوسکا سب سے زیادہ کڑا تھا قطعہ

خلق راچون زخویش برداری	در رہ دوست این بود اخلاص
خویش را از میانہ برگیری	این بود صدق وصف خاص الخاص

ترک وتجرید انقطاع وتفرید گمنامی اور اختفا نیاز اور وفا کی
فوجون کے سردار تھے سرداران سپاہ روح صدق واخلاص کے
محتاج اور فرمان بردار تھے یہ دونون ہر فن مین یکتاے روزگار تھے ارادت
کے استاد اور آموزگار تھے دسوان رضا کہ سہام قضا کے نیستان کا شیر تھا
بڑا جوانمرد اور دلیر تھا جماعت کی جماعت تسلیم اور تفویض توکل اور
قناعت وارستگی اور آزادی استغنا اور بے مرادی کہ مردانگی مین
بےمثال تھے اوسکے شامل حال تھے حاصل کلام بکمال شوکت واحتشام
مراحل قیل وقال کو طی کر کے حال کے مقام مین نزول موکب اقبال ہوا اور وادی
سینہ مین قیام خیام اجلال ہوا علم نے علم نورانی عالم عمل مین استادہ کیا

پرچم پرچم پر پیچ و خم معنی کو کشادہ کیا وفعتہ پیک نظر نے دوڑ کر خبر دی کہ نفس شریر بھی
بافوج کثیر خروج کر چکا ہے کوچ بحرکت پوچ کر چکا ہے بصیرت نے جو دوربین
لگائی فوج غنیم لئیم شمال کیطرف قریب نظر آئی سرداران لشکر کو للکارا کہ جلد جلد
لشکر کی ترتیب کریں جنگ کی تقریب کریں شیران صید پیشہ ہیشۂ رزم شہبازان
جانباز بلندی عزم تو لڑائی کے بھوکھے عدو کے لہو کے پیاسے تھے ہر دم ملتجی
خدا سے تھے آن کی آن میں سینہ کے میدان میں صف بصف سربکف مستعد کارزار
ہو گئے بازار معرکہ میں صفیں باندھ کر بسر و چشم سرفروشی کو تیار ہو گئے میمنہ میں
بصیرت بلند نظر میسرہ میں عقل والا گہر قلب میں ارادت اولوالعزم
مستعد بالجزم حفاظت ساقہ حزم کے علاقہ فکر کا کمین گاہ میں مقام
ذکا کو احتساب لشکر کا کام عبرت صاحب اعتبار کو عہدہ دیدبانی کا ہمت
بے ہمتا کو اہتمام کمک رسانی کا قہر کو خدمت گرداوری سپاہ لطف کو دلجوئی فوج
پرنگاہ شحنۂ غیرت اس تاک میں کہ اگر کوئی لڑنے میں جی چرائے شرم وحیا کے سلسلہ
میں باندھ کر تازیانۂ ملامت لگائے غرضکہ افسرون نے جیساکہ چاہیے بخوبی لشکر کا
انتظام کیا اتنے میں فوج مخالف نے بھی آکر بائیں جانب جنب میں مقام کیا جہل
نااہل نشان سیاہ لیے مقدمۂ سپاہ میں علمدار تھا ہوا نارواکہ نفس سے نسبت
خاص اضافت اختصاص رکھتا تھا سپہ سالار تھا نیا ٹھاٹھ گنوارون کا ٹھٹھ ہے
ایک شیطان کا لشکر بخل اور شرہ شہوت اور خشم کینہ اور حسد کبر

اور عجب ریا اور حب جاہ نعوذ باللہ کہ سباع اور بہایم سے مناسبت
رکھتے تھے عالم مثال مین حیوانون سے مشابہت رکھتے تھے یہ دس سردار بوالہوس
آفت کی جڑ شر کی بنیاد تھے اپنا اپنا غول لیے مشغول ظلم و بیداد تھے ہر ایک کے
ہمراہ ہزارون اخلاق مذموم تھے تنگدلی اور شومی اور خست اغماض
اور بے اعتنائی اور خفت بخل کے محکوم تھے تنگ چشمی اور بوالہوسی
بیقدری اور ناکسی لجاجت اور تملق شرہ کے تعلق شہوت
کہ جذب منفعت اور حصول لذت مین نہایت طامع تھا بیحیائی اور بدنظری
دست درازی اور سبکسری کا جامع تھا خشم کہ سلب مضرت اور حفظ اسباب
معیشت مین کد رکھتا تھا فوج بیدر رکھتا تھا جیسے بیرحمی اور بیباکی جدل اور
سفاکی تعدی اور تغلب غلو اور تعصب شہوت اور خشم
نفس کے بیٹے بدخصال سگ زرد و شغال باہم برادر ہمزاد تھے روح اور عقل
کے دشمن مادر زاد تھے بخل اور شرہ شہوت کے نور نظر تھے کینہ اور بغض
خشم کے لخت جگر تھے حسد اور شماتت وجود کینہ کے نتیجے تھے بغض کے بھتیجے
تھے غمازی اور بہتان کذب اور طغیان استہزا اور عیب جوئی
بدخواہی اور بدگوئی توہین اور تشنیع کینہ و حسد کے مطیع تقدم
جوئی اور بالادستی ناسپاسی اور خودپرستی نافرمانی اور بے پروائی
تعلی اور خودستائی کبر کی جماعت نازش اور تبختر خودبینی اور خودپسندی

عجب کے زیر اطاعت خودنمائی اور ظاہرداری تلبیس اور مکاری
ریا کے ہمراہ طلب نام و شہرت وغیرہ تابع حب جاہ لشکر نورانی پیکر
روح اور سیاہ رو سیاہ نفس سے دشت جنگ تماشاگاہ اہل شعور تھا زمانہ
دو رنگ کے نیرنگیون کا ظہور تھا شاطر فلک نے بساط شطرنج پھیلائی
سپید و سیاہ مہرے لڑوا کر اپنی چال دکھلائی

مثنوی

دکھایا سپہر مشعبد نے رنگ — تماشاے ہنگامۂ روم و زنگ
صف آرا جو عالی و سافل ہوے — ملک اور شیاطین مقابل ہوے
وہ میدان نہ تھا دشت محشر سے کم — کہ تھے مجتمع نور و ظلمت بہم
ہین انسان مین جمع سارے کمال — بہم ہین صفات جلال و جمال
یہ اوصاف ہر وقت ہین کام مین — نہین ان سے دل اک دم آرام مین
ہر اک انھین سے دل کا طالب جو ہے — دل اوسکا ہے جسوقت غالب جو ہے
خودی نے ڈالا ہے باہم خلاف — دو رنگی نے پیدا کیا اختلاف
میرے سر پہ آفت ہے یہ آگہی — مجھے ہوش ہے درد سر ہے یہی
پلا ساقیا مجھکو دارو کا جام — کہ ہے زیست رنج خودی سے حرام
ترے پاس ہے اس مرض کی دوا — کہ تو ہے مریض غرض کی دوا

میدان سینہ مین تلاقی فریقین اور محاربۂ عظیم فیما بین

آخر نفس کا شکست اوٹھا کر اپنی راہ لینا قلعہ دماغ مین پناہ لینا

شاہ بلند پایگاہ معنی کہ جہاندار اقلیم عبارت ہی کارفرمائے عالم اشارت ہی گوشہ ضمیر سے برجستہ نکلتا ہی بعزم تسخیر ممالک تحریر و تقریر چلتا ہی تیغ زبان علم ہی علمدار قلم ہی صفحہ کے میدان پر زنگیان الفاظ کی چڑھائی ہی سطرونکی صف آرائی ہی کشش و کوشش سے فتح باب مطلب یون ہوتی ہی کہ جب فریقین کا مقابلہ ہوا سامان مقاتلہ ہوا حلقۂ وفا کے پابند شوق جان نثاری کے دردمند طالب درمان تھے منتظر فرمان تھے دل کے ارمان تھے کہ نکلنا چاہتے تھے زبان تیغ تھے کہ چلنا چاہتے تھے مگر ارادت فتاح لایزال کے فضل پر قانع تھا پیشدستی سے مانع تھا اشتیاق و سرتے اومنگونکی کثرت سے عرصہ گاہ خاطر مین تنگی تھی شکستگی دلکی صدائے جنگی تھی **مثنوی**

جو نقارۂ جنگ بجنے لگے	بڑی چوٹ ڈنکے گرجنے لگے
غضب کی وہ آواز تھی فاد دون	ندو دین دنیا پہ دنیا ہی دون

خشم و حلم کا مقابلہ سب سے پہلے لشکر نفس سے **خشم** شوخ چشم کہ بمصداق اصدق الاخبار الغضب قطعۃ من النار پرکالۂ آتش تھا نہایت تند و سرکش تھا بحکم ہوا پرے سے بڑھا بادپائے آتش زائے حرارت پر شرارت پر سوار چہرہ سرخ آنکھین خونخوار تندخو جنگ جو ترش و تلخ گو قہر کی تیغ خونریزی مین بیدریغ جو نیام توقف مین نہ سماتی تھی زبان مار کے مانند اوسکے بدلے لہو چاٹنے کو میان کے موہنہ سے نکل آتی تھی علم کیے گرز خاطر شکنی رمح جگر خراشی لیے دوش خشونت

سخت دلی کی سپر کمان کج ادائی پشت ناراستی پر سہام دلدوز ترکش تقریر
مین زہر دار پھل ہر شاخ تیر مین قال امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ

شعر جراحات السنان لہا الالتیام	ولا یلتام ما جرح اللسان
شعر کرتا ہی چوٹ دل پہ سخن تیر سے سوا	زخم اسکا وہ برا ہی کہ اچھا کبھی نہو

برق کی چمک رعد کی کڑک دکھلاتا ہوا جھلاہٹ مین آیا گھوڑے کو چھیڑ کر
اس زور سے جھپٹا یا کہ ٹاپون کی صدا گوش ملک تک پہونچی سم کی گرد دماغ
فلک تک پہونچی روز روشن کثرت غبار سے تیرہ ہونے لگا دیدہ **عقل** خیرہ
ہونے لگا سر زمین سینہ مین زلزلہ آیا آسمان دماغ نے چکر کھایا ارکون کو حرکت
ہوئی اعضا کو رعشہ ہوا **البصیرت** کو سخت تحاشا ہوا حضور پر نور مین عرض
کیا جہان پناہ خشم کا آنا برا ہی پہلے سے روکنا اسکا بھلا ہی یہ **غضب** ہی غم و
غصہ کا سبب ہی یہان **حلم** اور **صبر** **ضبط** اور جبر کا کام ہی استقلال کا مقام
ہی **حلم** حریف سے جاکر مقابل ہو جانفشانی کرے **ضبط** قلب کی نگہبانی کرے
خشم کو روکے ایدھر آنے ندے اور اگر احیانًا آجائے قید کرلے جانے ندے **صبر**
صاحب جبر بحکم واستعینوا بالصبر مدد کو آمادہ رہے اپنے جوانون کی صفین
سدراہ عدو جماکر استادہ رہے ایسا نہو کہ لشکر **خشم** کمین سے نکلکر جنگ کرے یکبارگی
حملہ کرکے عرصہ تنگ کرے بقول مرد میدان نصیحت طرازی سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

مثنوی چو لشکر برون تاخت خشم از کمین	نہ انصاف ماند نہ تقوے نہ دین

ندیدم چنین دیو زیر فلک	کز و میگریزند چندین ملک

شاہ کو یہ تجویز پسند آئی توفیق نے حکم لیکر معرکۂ عمل کیطرف باگ اوٹھائی دفعتہً چاوش حمیت بحکم غیرت للکارا بیشۂ شجاعت کے شیرونکو صید افگنی پر اوبھارا کہ لباس حیات مستعار ہے دنیا ناپایدار ہے موت سے چارہ نہیں نفس ناکس کی اطاعت گوارا نہیں فرمانبری روح ذریعۂ فتوح اور دونوں جہان میں وسیلۂ عز و وقار ہے اوصاف حمیدہ کا اخلاق رذیلہ سے مغلوب ہونا موجب ننگ و عار ہے آدمی نہیں رہتا کام رہجاتا ہے نشان مٹجائے مگر نام رہجاتا ہے جو جو جوانمردی کر گئے ہین اگرچہ مر گئے ہین نام اونکا زندہ اور برقرار ہے لوگ مداح ہین ذکر خیر اونکا قیامت تک یادگار ہے شعر

سعدیا مرد نکونام نمیرد ہرگز	مردہ آنست کہ نامش بہ نکوئی نبرند

آج روز امتحان ہے شاہ سلیمان جاہ بھی قدردان ہے آج مونھ کی صفائی نظر آئیگی قلعی کھلجائیگی آئینۂ معائنۂ حال صورت نمائے کمال میدان نبرد ہے مرد کی صورت ہو معنی آج کھلینگے کہ کون مرد ہے شعر

تمیز سر میدان ہو جاتی ہے مردوں کی	ہین یون تو مخنث بھی صیغون مین مذکر کے

ہان غازیو لباس مردانہ رکھتے ہو مردون کا کام کرنا ناموس مردی مین داغ نہ لگانا نام کرنا جہان پناہ ظل اللہ کے دم سے زندگی ہے شکر نعمت حق عبودیت ادا نہوا تو ابد تک شرمندگی ہے شعر

اوسی نے دی ہر جان کو توفیق جانبازی اوسی سے ہمت	اوٹھانا سر کا گردن سے ہے چڑھنا بار احسان کا

اس گفتگوے پرتاثیر دلدہی کی تقریر سے کہ اگر نامرد ہوتا مرد ہوجاتا فوراً اسلاح جنگ لیکر سرگرم نبرد ہوجاتا تاسستی اور درنگ عذر اور حیلہ کا رنگ اوڑگیا آئینہ سینہ سے دم لینے کا دھبا بےدرنگ اوڑ گیا کسل کا چہرہ زرد ہوگیا گرمی انفاس حمیت سے جبن کا دم سرد ہوگیا من چلے نشاۂ تہور سے مست ہوکر بہکنے لگے بادہ پر دلی سے ساغر لبریز کے مانند چھلکنے لگے مگر ارادت کے اختیار مین تھے بجبر حکم کے انتظار مین تھے جو انون کو دل کا روکنا جی پر بار گران ہوا جب خشم اس طرح رجز خوان ہوا

مثنوی

زسر تا قدم پارۂ آتشم
جہانسوز یک اخگر سرکشم

چہ جای ستیزہ مرا بکس است
کہ افتادنم در حریفان بس است

بمن تاب ہیجا ندارد کسے
چو من روکنم رو نیارد کسے

بہر سو کہ بیند کسے روے من
نہ بیند بجز پشت کس سوے من

دم من چو شعلہ فشانی کند
بمن کیست کو ہمزبانی کند

چو اسفندیار ار چہ روئین تن است
گدازندہ چون موم پیش من است

کند تیغ من در صف کارزار
بخرمن کند انچہ برق و شرار

چو در جنبش آیم درم گیر و دار
نباشد یلان را مجال قرار

اگر کوہ باشد ز جا بر کنم
وگر سد روئین بود بشکنم

بعقل آیم از چابکی چیره دست	کنم همت مرد را خورد و پست
بخاک افگنم من سر حلم را	کنم سرنگون رایت علم را

بہادرون کے حوصلے خشم کے آتش بیانی سے جوش مین آکر ابلنے لگے جگر قابو سے اور دل پہلو سے نکلنے لگے ارادت بھی بیقرار تھا حکم ثانی کا انتظار تھا اتنے مین توفیق نے آکر مژدۂ فرح بخش سنایا پیغام مسرت پہونچایا بیت

حکم لایا کہ حلم کام کرے	خشم کے کام کو تمام کرے

ارادت با سعادت سمعنا و اطعنا کہکر صف صبر کیطرف مخاطب ہوا مقابلہ حریف کا اشارہ حلم کے جانب ہوا حلم نے حکم پاکر آداب بجالاکر عزم میدان کیا اسپ تیزگام کو گرم جولان کیا صمصام آبدار تغافل تمقام شرربار تجاہل دوہری تلوار مثل ابروے خمدار کہ ہنگام انتقام قطع نظر کرتی تھی عدوے ناملایم خوجی مین کٹتا تھا خار لے دل سخت مین گذر کرتی تھی زیب کمر سپر سکوت بفحواے من سکت سلم و من سلم نجی دوش فعل پر نیزۂ درگذر کہ چار آئینۂ طبع سے گذر کر مانند غمزۂ جادوے دلبر کے کہ لگاوٹ کی نظر سے ہو یا مثل آہ عاشق مضطر کے کہ سوز جگر سے ہو دل مین کاری ہوتا حریف کو موجب سرنگونی و شرمساری ہوتا دست حق پرست مین جسطرح رمح شعاعی پنجۂ آفتاب مین جلوہ گر تیر راستی کیش عمل مین کمان تواضع پشت پر خنگ خنگی زیر ران یہ ابیات بر زبان **مثنوی**

بیا مدعی با من آور ستیز	کنم بر تو مسدود راه گریز

منم حلم و در قلب جاے من است ۔۔۔ سر کینہ در زیر پاے من است
زسودا سر جنگ با من تراست ۔۔۔ زخشکی ترا در سر این درد خاست
سرت خشک و دم گرم و طبع آتشین ۔۔۔ من آتش نشان و تو آتش نشین
کشد گرچہ آتش سر التہاب ۔۔۔ بود کار او تندی و اضطراب
مرا طبع خاکی است کارم ببین ۔۔۔ سکون و ثبات و قرارم ببین
منم خاک و تو اخگر تابناک ۔۔۔ فسردہ شود اخگر از مشت خاک
زگالے فروزندہ تو از ہوا ۔۔۔ منم مشت خاکے بدست قضا
زنم بر تو و سرد سازم ترا ۔۔۔ بروے زمین گرد سازم ترا
کشم پیس ہوا اسپ جہل را ۔۔۔ بدست آورم نفس نااہل را

قبل اسکے کہ رجز تمام ہو اور آپسمیں کچھ کلام ہو حالت غفلت میں خشم سرکش نے ترکش کیطرف ہاتھ بڑھا کر مژگان خدنگ اور ابروے کمان سے تیوری چڑھا کر نشانہ نگاہ کج نشان سے ملایا کمان جو کشیدگی پر دال ہوئی تیر نے تدبیر دفع دشمن میں سرگوشی کو لب سوفار کان سے لگایا **فردوسی**۔

ستون کرد چپ را و خم کرد راست ۔۔۔ غریو از خم چرخ چاچی بخاست

قاصد تیز آہنگ خدنگ بلاخانہ کمان فتنہ سے نکلکر چلا نہ سپر نے آگے آکر روکا نہ کاٹھی نے خالی موںھ سے ٹوکا نہ تیر کے کاٹنے کی مہلت ملی نہ کروٹ دینے کی فرصت ملی مہمان تیر جگہ خالی پاکر نشانہ کے نشان پر آکر پہلو نشین ہوا گویا

ناصح رنگین بیان تھا کہ نشتر زبان تیز کیے تنبیہ غفلت کے لیے بغل مین جاگزین ہوا چشم زخم فلک کا نشانہ کاری ہوا خون کا فوارہ جاری ہوا رگ کے کھلنے سے ضعف و نقاہت چھوٹ پڑے تاب و طاقت کے ساز و سامان لوٹنے کو ٹوٹ پڑے **بصیرت** نے **عقل** سے کہا افسوس **حلم** باقی نہ رہا لیکن **حلم** نے اپنے کو سنبھال کر ترکش سے تیر نکالکر کمان پر چسپت کیا شست و مشت کو درست کیا مگر پانوون مین لغزش تھی اعضا کو جنبش تھی جی مین حیص بیص تھا نشانہ اٹکلیں تھا جب تیر رہا ہوتا نشانہ کجی سے خطا ہوتا ادھر سے جو تیر سر ہوتا ادھر آکر کارگر ہوتا قضارا ایک تیر ناوک بر کانٹے کا تلا بازو مین آکر ترازو ہو گیا سر سنگ قضا تھا کہ دست و بازو ہو گیا ہاتھ کام سے اور کام ہاتھ سے جاتا رہا سنبھلنے کی تاب نہ تھی زین سے زمین پر آتا رہا ع ہوا اپکار کہ وہ مارا **خشم** نے قوت پاکر تیر باران شروع کیا پلک جھپکنے مین اوسکو صدرنگ کیطرح حلقۂ مژگان مین پنہان کردیا سر سے پانو تک پر دار تھا مثل باز پر بستہ صید افگنی سے بیکار تھا **ہمت** کے سہارے پر کھڑا تھا کھڑا ہونا پانوون پر پہاڑ پڑا تھا حالت غشی مین آنکھین بند زخمون سے درد مند ملول و دلگیر بقول میر **بیت**

ناتوانی نے زور پکڑا ہے	درد نے پور پور پکڑا ہے

جب **خشم** اپنا کام کر چکا سر میدان نام کر چکا گھوڑے کو پلٹا کر اپنی فوج مین آکر مقام کیا مرکب سے اوتر کر دم لیا **حلم** تو زخمون سے چور تھا حس و حرکت سے

مجبور تھا ندامت نے آکر اوٹھایا تیر نکالے زخمونکو آب اشک سے دھوکر مرہم عفو لگایا شعر

شستہ شود کتاب با زاب سرشک انفعال		رحمت حق شمردہ ام کردہ ناصواب را

ندامت ہنر شجاعت کے سوا فنِ جراحی مین مسیحائی کا دم قم باذن اللہ کا
دعوی رکھتا تھا دست زبردست مین قوت صحت بخشی و دستگاہ شفا رکھتا تھا
ہاتھ لگاتا تھا اور زخمون کا بھر آنا فورا اچھا ہوجانا نشان تک نہ رہا بلکہ گمان تک نہ رہا

شعر جو توبہ کی تو گناہ گذشتہ عفو ہوا		جو اوسکو بھول بجائین گناہگار مین ہم

دوسرے دن جسوقت نیزہ باز آفتاب نیلۂ فلک پر سوار ہوا حلم مسلح ہوکر آمادہ پیکار ہوا ادھر سے خشم آیا ادھر سے حلم نے گھوڑا اوڑایا خشم نے نیزۂ پرستیزہ کو تانکر حریف کی چھاتی پر وار کیا حلم نے طرح دی وار خالی گیا خشم نے پیچ و تاب کھا کر بر سر پرخاش آکر وار کی تکرار کی حلم نے سنبھالا ڈھال پر ٹالا پھر بچستی تمام نیزہ کو جگر دوزی دشمن کے تاک مین تول کر خبردار باش بول کر مردانہ وار وار کیا سب نے جانا کہ سینۂ پرکینہ سے سنان جانستان کو وار سے پار کیا مگر خشم پر کارگر نہوا کچھ اثر نہوا باہم کھٹ پٹ ہونے لگی برچھیون کی بوچھار جی کا غبار دھونے لگی پہلے تو دیر تک نیزہ بازی رہی نیزے کے تانون کو ساز جنگ سے دمسازی رہی نیزے تیزی سے تن تن کر چلتے تھے جب سد سپر حایل ہوتی تھی توڑ کر نکلتے تھے آخر کو بل کھا کر بند بند ٹوٹنے لگے دست اختیار سے چھوٹنے لگے دندان سنان جو حریف پر لگا رہتا سخت خونریز تھا جگر خواری مین تیز تھا

کند ہو کر بیکار ہو گیا سپر ون کا سینہ مثل کفگیر سر تا سر سوراخدار ہو گیا
دونون نے تلوار کھینچی جوہر صفت دکھلانے لگے جوانون کے نعرے پیر فلک
کے کان تک جانے لگے خشم پانو دیکھتا تھا نہ سر پہلو نہ کمر طمانچہ نہ کرٹک بیدھڑک
وار کرتا تھا کمال جرأت سے اس سرعت سے ضرب کی تکرار کرتا تھا کہ سنبھلنے ندیا
کوئی وار اودھر سے چلنے ندیا حلم کبھی خالی دیتا کبھی سپر پر لیتا ہوش ٹھکانے
نہ تھے سخت گھبرایا دفعۃً کئی قدم پیچھے ہٹ کر گھوڑے کو ایڑ ن پر لگایا سپر پھینک
کر رشتۂ حیات کی کاٹنے والی اجل کی قینچی تیغ دودستی کھینچی ضرب پر ضرب بیہم
ایسی لگائی کہ آسمان کانپا زمین تھرائی رستم و اسفندیار بستر خاک پر خواب
اجل مین چونک پڑے قیامت کا خیال ہوا زندون کا برن موکھڑا کانپتا
تھا ارکان وجود مین بھونچال ہوا مگر خشم خبر نہوا سخت دلی کی سپر وہ سل
تھی کہ اثر نہوا حلم ڈرا کہ میری تیغ برق دم کی آنچ جسکی گرمی سے اسفندیار
روئین تن موم کیطرح پگھل جائے کوہ خارا کاہ خشک کے مانند ہوا سے جل جائے
اسپر کارگر نہوئی اب کونسا اسلوب ہو جو یہ مغلوب ہو لڑتے مین بصیرت
نے جواد جودت کو گرم عنان کیا قریب آکر آہستہ سے گوش ہوش مین کہدیا کہ
سر رشتۂ نرمی کی کمند نکال اسکی گردن مین ڈال حلم نے بچستی مخالف کی
گردن کو اسیر کمند کیا گلا گھونٹ کر راہ نفس کو بند کیا ہر چند اوسنے زور کیا
مگر نرکا اسنے ایدھر سے جو کھینچا پشت زین سے جھکا **بیت**

گر عدو باشد چو رستم پہلوان	در کمند زمیش بستن توان

لیکن گرنے کے ساتھ سنبھلکر تب کیا تلوار سے ایک ہاتھ مین کمند کو دو کر دیا
رہا ہو کر چاہا گھوڑے پر جست کرے حوصلہ حریف کا پست کرے حلم نے دیکھا
کہ اگر پھر یہ سوار ہوگا مقابلہ سخت و دشوار ہوگا اسپ دلچسپ کو بڑھا کر تلوار
کا قبضہ توسن حرارت کی پیشانی پر اسطرح لگایا کہ مغز نکل آیا وہ سرد ہو گیا
خشم کا رنگ جو لال بھبوکا بنا ہوا تھا زرد ہو گیا عزیمت پر ہزیمت کو غنیمت
جانکر مقابلہ سے موہنھ پھیرا حلم نے گھوڑے کو چکر دیکر اوسکے حلقہ مین گھیرا
خشم مجبور ہوا بھاگنے کی راہ نپائی لڑنا ضرور ہوا پلٹ کر از سر نو بساط جنگ
پھیلائی دوری کی باری آئی جی تو ہار چکا تھا ناچار اڑی کھا کر بایان گھٹنا
زمین پر لگا کر قصد کیا کہ اسپ حریف کو چورنگ کرے دورنگی لگا کر چاہا تنگ کرے
حلم سوچا کہ اگر اسکا داؤ لگ گیا کھیل بگڑ کر تین تیرہ ہو جائیگا پھر یہ پنجہ مین نہ آئیگا
اسوقت پانسے اپنے موافق پڑ رہے ہین مخالف کے رنگ بگڑ رہے ہین مکر کی گوٹ
آگے دھر دیجیے طمع پیش کر دیجیے کہ دشمنون کے جگ ٹوٹین چھکے چھوٹین یہ
سوچکر وہ کار آزمودہ گھوڑے سے کود پڑا خشم کا پنجہ بے سود پڑا حلم مثل آفت
ناگہانی و بلائے آسمانی آسمان مرکب اور برج زین سے دشمن کے سر پر آیا ایکے
ساتھ پورا ہاتھ سنبھل کر لگایا خشم بجلی کو سر پر گرتے دیکھکر زندگی سے نا امید
صورت بید کانپا جھٹ پٹ زمین پر چت لیٹ کر پانو سمیٹ کر سپر سے موہنھ ڈھانپا

ڈھال کے اوٹ لوٹ پوٹ چوٹ بچاکر اوٹھ کھڑا ہوا بیحیائی کی سپر مونھ پر
لیکر سرگرم وغا ہوا پھر پہر بھر تک ضرب و زد رہی باہم رد و کد رہی ہر چند دلاور
شمشیر آگے ہوکر رہنمائی کو چلی زبان کی صفائی بہت دکھلائی مگر کوچہ عروس
فتح کی راہ کسی نے نپائی تلوارون مین چلتے چلتے دم نہ رہا دانت نکال دیے جوانون نے
جوہر تیغ جو اداے عہد کو لائے تھے بے آب دیکھکر ہاتھ سے ڈال دیے جب تیر
وکمان تیغ و سنان سے کام نہ نکلا فتح و شکست مین کسی کا نام نہ نکلا نوبت جنگ
خم کے تالون سے بلند آوازہ ہوئی خاک زمین دم ورزش روی فلک کا غازہ ہوئی
زور آزمائی باہم ہونے لگی کشتی دمادم ہونے لگی گاوزمین کی سرکوب ان کے پانوون
کی دھمک تھی کوس اذا زلزلت الارض کی گمک تھی دیر تک کشتی رہی دونون مین
سختی و درشتی رہی آخر کار اسی گیرودار مین خشم نے چالاکی کو کام کر حلم کا قبضہ تھام کر
یکبارگی دستی کھینچی اور انٹی ماری غضب کا جھونکا آیا زور کا جھٹکا کھایا مثل ہوی
آتش یافتہ و ریسمان تافتہ اس پیچ سے بل کھاکر اینٹھ گیا قریب تھا مونھ کے بل گرے
مگر سنبھل کر دو زانو بیٹھ گیا پھر دفعۃً نہایت پھرتی سے جانب راست مڑکر دشمن کے
ہوش کیطرح اوڑ کر پشت پر آیا نماز بند کی پیچ سے کمر بند پکڑ کر اوٹھایا سر پر پھرا کر
ناظرین کو دکھا کر اسطرح زمین پر دے مارا کہ نفس کے جی پر چوٹ آئی سرد ہوا یارا
حلم نے سینہ پر چڑھ کر کہا کیون مردار اب کہ تجھے حلال کرون یا جیتا کھا جاؤن کیا
حال کرون ایک لطیفہ حسب حال ہے خشم حرام ہے مگر حلال ہے جب تک

زہر مار نہوا ہو حرام ہے آئین خلاف نہین جب نوش کر گئے حلال ہے اس مسئلہ مین اختلاف نہین مزا یہ کہ جبتک موتھ مین رہے تلخ و درشت ہے جب فرو ہو گیا حلوائے بہشت ہے شرط یہ ہے کہ کھا جائے مگر موتھ نہ لگائے جو عالی حوصلہ ہین اور جنکو اسکا مزا ہے اونکی یہی غذا ہے مصحفی

غم کھاتا ہون لیکن مری نیت نہین بھرتی
کیا غم ہے مزے کا کہ طبیعت نہین بھرتی

علی الخصوص عاشقان جانباز و حیرتیان نگاہ ناز محو ادا و انداز کہ ہمیشہ لذت آزار و مشتاق دیدار رہتے ہین یہ کہتے ہین شعر

مر گیا ضبط یاد آیا کا کیون کہ تھا قاتل کا
بہت مرغوب تھا اوسکو تماشا رقص بسمل کا

زکریا پیغامبر علیہ الصلوات اور شمع دودمان نبوت امام حسین علیہ التحیات وقت قتل یہ آرزو کرتے تھے کہ کاش ارہ میرے سر شوریدہ پر اور خنجر میرے حنجرہ تشنہ پر تا قیامت چلا کرتا ہزار جانین ہوتین تو فدا کرتا شعر

اوبر سر قتل و من در و حیرانم
کان راندن تیغ عشق چہ نکو می آید شعر
ذبح کرتے ہین جو خود وہ دست نازک سے تو ہے
شوخی شیرینی جان نزع کی شدت مجھے

حکیم چارہ ساز کریم بے نیاز کا کوئی کام بیکار نہین کوئی چیز خالی از اسرار نہین اسباب ضرر کے پیدا کرنے مین بھی فائدے ہین قانون حکمت کے قاعدے ہین بیمارون کی اصلاح ہے پرہیزگارون کی فلاح ہے کلیہ یہ ہے کہ خشم اور حلم اگر حق پر ہون دونون خوب ہین اور اگر باطل کیطرف ہون دونون معیوب ہین اگر سلطان روح کے

مطیع ہین پاک بندے ہین اور اگر نفس باغی کے تابع ہین باغی اور گندے ہین قطعہ

یون تو جہان ہین تمام جلسے ہین اور دل لگی	صحبت خوبان مین جمع رہتے ہین وہ خوب ہین
اپنی غرض مین تو سب بنتے ہین آکر رفیق	اہل محبت جو ہین کہتے ہین وہ خوب ہین

عقل صایب اندیشہ خشم سے ہمیشہ کنارہ رہتا تھا اگرچہ چلتی تھی دلمین بھنتا تھا مگر دال گلتی نتھی کیونکہ سن رشد سے پہلے جب عقل کی رسائی نتھی قوت تمیز آئی نتھی خشم اور شہوت زمانہ طفلی کے طفیل مین کھلانے اور بہلانے کے بہانہ سے ملازمان خصلت اور خادمان عادت پر حاکم اور حاوی ہوگئے تھے ان کور طبعون کے عہد مین یہ اندھیر تھا کہ رات اور دن مساوی ہوگئے تھے خصوصًا خشم کہ سخت نامعقول ہے خبر نہین ہے کہ غیظ عقل کا غول ہے بھوت غضب سر پر چڑھ گیا تھا رگ و ریشہ مین حلول کر کے جھاڑ اور پھونک کے سرحد اثر سے بڑھ گیا تھا جب عقل نے دیکھا کہ حلم نے اوسکو مغلوب کیا تعریف کی داد دی کہا واہ واہ خوب کیا لیکن ایسا دشمن زبردست زیر ہے پھر قتل مین اسکے کیون دیر ہے سعدی

دانی کہ چہ گفت زال بارستم گرد	دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد

بصیرت نے کہا ہان ہان خون ناحق سے ہاتھ نہ بھرنا اس بہادر کو ایسے بے بہادر کو ضائع نکرنا رعایا پر رعایت ضرور ہے حمیت کو اسکی حمایت ضرور ہے کہ خشم اوسکا اور ہمتراز دہے بزور قرابت قریبہ قوت بازو ہے غیرت سے بھی غیرت نہین اسکے مار ڈالنے مین خیریت نہین اگر خشم ہلاک ہوا قانون جلو تمکین کا

دفترچاک ہوا نہ حمیت رہیگا نہ غیرت رہیگا عالم بے حمیت و بے غیرت کہیگا
انصاف پر ستم ہو جائیگا ریاست کے حق مین سم ہو جائیگا عدل و داد سیاست سے
قاصر رہینگے مروت بیجا و تحمل بے موقع بار خاطر رہینگے جب سیاست نہین
ریاست نہین بلکہ لازم ہے عدل کے حوالات مین نظر بند خیال کا رہے جبر قید اختیار
مین پابند اعتدال کا رہے سلسلہ توسط کا ہو نہ اتنا کڑا ہو کہ گرانی آئے نہ اتنا نرم
کہ ہلکا ہو چاہیے غلو اور تقصیر کی ہوا نہ لگے مقید محل کا ہو جب حسن اخلاق اور
بندہ نوازی شاہ آفاق سے شرمندہ ہوگا شرط خیر خواہی بجالائیگا نمک حلال
بندہ ہوگا بطوع و رغبت حلقۂ اطاعت سے قدم باہر نہ دھریگا جہان حلم کا موقع
نہوگا وہان یہ کام کریگا

مثنوی

دور باش از غلو و از تقصیر
رہ شناسا رہ توسط گیر

دو طرف دار دلے بسیر کار
کج مرو راہ راستی مگذار

درمیان است جادۂ رہ راست
راستی نیست رفتن از چپ و راست

غالی و قاصر اوفتادہ ز راہ
گرچہ در تیرہ شب نشد آگاہ

ہر کہ دارد چراغ عدل بکف
چیدہ دامن رود ز ہر دو طرف

رو رہ بین و فہم کن اینجا
رمز خیر الامور اوسطہا

بسلامت چہ خوش گذرگاہ است
راہ دار السلام این راہ است

بود این راہ غامض و باریک
سخت و دشوار و تیرہ و تاریک

ہمچو آن پل کہ بر سر سقر ست	سوی باغ بہشت راہبر ست
صوفیا خوش بود میانہ روی	گر برین خطر روی تو گم نشوی

بغض اور کینہ شماتت اور حسد کہ از نسل خشم تھے مفسد اور مفتری تنگ ظرف اور تنگ چشم تھے گوشہ بطون مین نہان تھے گھات مین لگے ہوئے وقت کے نگران تھے

قطعہ الا صوفی ز غفلت پر حذر باش	ترا چون دشمنان اندر کمین اند
نہانی از تو چون در سنگ اخگر	ہمہ در باطن تو جا گزین اند قطعہ
گر اختیار اور دیانت سے خشم کو	روکے تو یہ صفائے دل نور سینہ ہے
گر جبر سے کسی کے نہ غصہ نکل سکا	تو مادہ فساد کا ہے تخم کینہ ہے

یکبارگی مع تیر و کمان کمین سے ان کمینون نے نکل کر آفت مچائی کمانون کی شاخ تیرون کے پھل سے خمیدہ نظر آئی ادہر صبر پیادہ و سوار کی صفون سے آہنی دیوار اوٹھائے ہوئے قلعہ بنائے ہوئے سر راہ حائل تھا جبر کچھ دستے سوارون کے لیے ہوئے مقابل تھا صبر نے حکم کیا کہ مدعیون کو سر حد عمل تک آنے ندین دست و زبان ہلانے ندین **بغض کا حال** اودھر بغض شرارت کے ٹانگن پر چڑھا تھا تھوڑی دور بڑھا تھا کہ گھوڑے نے بدی شروع کی اڑ کر پشتک لگائی کاندھی دی دفعۃً الف ہو کر اولٹ گیا بخت واژون کیطرح پلٹ گیا سوار پر گھوڑا سوار تھا نمونہ انقلاب روزگار تھا سینہ چور ہو گیا کمر ٹوٹ گئی جان رنج بے سبب سے چھوٹ گئی کینہ و حسد کا نتیجہ کینہ اور حسد اور بھی دل مین جلے تیرون کی

بارش کرتے ہوئے آگے چلے تقدیر جو برگشتہ ہوتی ہے تدبیر اولٹی پڑتی ہے کچھ نہیں بنتی
جب قسمت بگڑتی ہے شان خدا لشکر روح کی جانب پشت سے ہولے تند
اوٹھکر پشت پناہ ہوئی باد مراد پر کشتی امید رو براہ ہوئی مخالف کو باد مخالف کا
سامنا تھا بھاگنے والونکو روکنا ہوا کا تھامنا تھا جھونکون کے طمانچے اس
زور سے پڑتے تھے کہ مونھ پھر جاتے تھے چہرے بگڑتے تھے شاہباز آہنی
منقار تیر جسکے ساعد کمان سے روانہ ہوتا اوسی کا دل و جگر پھر اوسکا آشیانہ ہوتا قطعہ

برخود آید اگر براہل نفس		حرف کین و دم عناد زنی	
ہم بروے تو او فتد صوفی		مشت خاک ار بروے باد زنی	

کینہ اور حسد اپنے تیر کے آپ ہدف ہوئے اپنے ہاتھوں تلف ہوئے نہ بیوفائی
دوست کی شکایت نہ کج ادائی دشمن کی حکایت قصاص نہ خونبہا اپنا خون اپنی
گردن پر ہا کردہ خویش آید پیش جو جیسا تخم بوتا ہے ویسا ہی اوسکا پھل ہوتا ہے
مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْہَا شعر

جیسی کہوگے ویسی سنوگے یہی صدا	سنتے ہیں روز گنبد چرخ بریں سے ہم

شماتت کی موت اپنی چال سے نحوست اعمال سے

شماتت نے یہ قسمت کا نیرنگ نقشہ بیرنگ دیکھکے پیٹھ دکھائی ٹٹو اوس کا
سرپٹ جاتا تھا راہ ناہموار تھی مونھ کی کھائی راکب سرنگون گرا پانو رکاب مین
اٹکا ہامرکب چل نکلا یہ لٹکا رہا کہتے ہین طنز اوس گھوڑے کا نام تھا مونھ کا کڑا

اور بدلگام تھا **شماتت** تو اول جلول تھا مزاج عجول تھا دیر کرنا پسند نہ تھا آہنا
دخوگیر کا خوگر اور رکاب کا پابند نہ تھا اوس دن زین سر میدان بندھا تھا موت
کا سامان بندھا تھا گھوڑا اوسکو حلقۂ رکاب مین مقید کیے ہوئے سیدھا زندان
جہنم کیطرف سیدھارا **عبرت** کے آنسو نکل پڑے **افسوس** نے ہاتھ پر ہاتھ
مارا گھسون مین کھال کھنچ گئی ٹھوکرون مین ناک ٹوٹی سر پھوٹا بڑے بول کا سر نیچا
ہوا موںھ ٹوٹا **انفعال** جو **ندامت** کا حقیقی بھائی تھا اوسکو یہ بھائی کہ سمند
تعاقب پر ران جمائی تار اشک کی کمند مسلسل گرہ دار دلبند نکالی پھانسی کیطرح
اوس **سرکش** کے گلے مین ڈالی ایدھر یہ کھینچتا تھا اودھر گھوڑا گھسیٹتا تھا راہ مین
کانٹے جو بوئے تھے پنجۂ خار اوسکا موںھ پیٹتا تھا اسی کشاکش مین بند رکاب ٹوٹا
پایا تو چھوٹا **انفعال** فی الحال کشان کشان **ندامت** کے حضور مین
لایا اوسنے آہ آتش بار کی توپ پر اوڑایا **شعر**

زسوز سینہ آہ آتشین در سخن دارم	بسوز د حاصل من پاک از برقی کہ من دارم

جب **کینہ** و **بغض** کا بار **حسد** و **شماتت** کا غبار سینہ سے دفع ہوا کدورت
کا پردہ رفع ہوا مہر سپہر مہر کی چمک سے تیرگی کا رنگ نور کی دمک سے بدل گیا
روز سیاہ کا پہاڑ چھاتی سے ٹل گیا علمدار لشکر **روح** نے پنجۂ علم سے عالم بالا کو
ید بیضا دکھلایا دامن پرچم مثل دریاے ہمت اہل کرم آسمان پر لہرایا بڑا معاملہ
فیصل ہوا قسمت خوب لڑی ایدھر ڈنکے پر چوب لگی اور اودھر دشمنون کے

جی پر چوٹ پڑی ساز احوال نغمۂ شکر سے طرب افزا ہوا شور تہنیت نمک زخم اعدا ہوا مثنوی

ادہر نعرہ الحمد للہ کا صدای شکست اوسطرف کوس تھے	خبر دہ ہوا نصرت شاہ کا جلاجل کف دست افسوس تھے

خشم کے گرفتار ہونے سے نفس کا جی چھوٹ گیا اور بغض وغیرہ کی صفائی ہو جانے سے کلیجا ٹوٹ گیا بل نکل گیا نشہ خمار سے بدل گیا اپنے وزیر خناس شریر سے کہنے لگا کہ مصلحت صلح کی صلاح دیتی ہے سلاح جنگ اوتارنے مین امید فلاح دیتی ہے مناسب ہے کہ اسوقت اپنا وقت نکالون حلقۂ اطاعت بالفعل کان مین ڈالون نہین تو طوق گرفتاری گلے مین پڑنیوالا ہے خشم کی اسیری نے طرف ثانی کی جیت کا قرعہ ڈالا ہے ادہر میدان عزم سے دل ہٹ گیا ہے پانو بڑہا نہین سکتے جی گھٹ گیا ہے خناس تو اصل مین شیطان کا بچہ ہے اِنَّ الشَّیٰطِینَ لَیُوحُونَ اِلیٰ اَولِیَائِھِمْ لِیُجَادِلُوکُمْ قول خدا کا سچا ہے صورت حال خناس آئینۂ یُوَسْوِسُ فِی صُدُورِ النَّاسِ مین معاینہ ہے توجہ کہ اَلوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ آینہ ہے جسکے اصل مین خطا ہے اگر خطا سے چوکے اوسکے نسل مین خطا ہے خشتی اصل بد از خطا خطا نکند ٭ لیکن یہ تو اپنے باپ ابلیس کے موہنہ مین بھی تھوکتا ہے خطا سے عمداً کبھی بھولے نہین چوکتا ہے قول عقلا ہے کہ دشمن دوست نما بلا ہے خصوصاً یہ رہزن کہ گھر کا بھیدیا ہے اور بغل مین پلا ہے سعدی

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود	گرچہ با آدمی بزرگ شود

موقع پر ایک نقل لکھنی ضرور ہے تفسیر زاہدی مین مسطور ہے کہ جب بی بی حوا
کے لڑکا پیدا ہوا ابلیس ایک لڑکا لیے پہونچا کہا لو میرے بیٹے کو بھی اپنے بچہ
کے ساتھ پالو اونھون نے کہا بے اذن آدم علیہ السلام میرا مقدور نہین مبادا وہ مکدر
ہون خلاف اطاعت مجھکو منظور نہین اوسنے لجاجت کی سماجت کی کہ اسکو
تمھین سونپتا ہون پرورش کرو بار احسان میری گردن پر دھرو جب آدم
علیہ السلام آئے صورت واقعہ دیکھ اور سنکر جھلائے فرمایا وہ دشمن قدیم بے خوف
وبیم فتنہ پرداز دوران رخنہ ساز ایمان غارتگر دین وملت ہے ہمارے درپے
ذلت ہے اوسکی باتونکا ماننا تمامتر موجب نقصان جاننا یہ فرماکر اوس خبیث کا
قدم پکڑا اور بقد آدم اوٹھاکر اسطرح پٹک دیا کہ پھر دم نلیا جب ابلیس پر تلبیس نے
حوا رضی اللہ عنہا کو تنہا پایا اپنے بیٹے کا حال پوچھنے کو آیا قصہ سنکر شرمندہ ہو گیا
خناس کہکر پکارا تو وہ زندہ ہو گیا پھر اوسکو حوا کے حوالے کیا وہ نمانتی تھین چھوڑ کر
چلدیا تین بار یہی معاملہ پیش آیا آخر اوسکو بکری کی صورت بناکر لایا حضرت ابوالبشر
نے اوس حرامزادہ کو حلال کیا اور بھون بھان کر دونون نے کھا لیا جب وہ گمراہ
راندۂ درگاہ آیا حوا نے ماجرائے گذشتہ سنایا خوش ہو کر بولا اب تیر تدبیر نشانہ پر
آیا مطلب میرا بر آیا پھر خناس کا نام لیکر شور کیا تو اوسنے پیٹ کے اندر سے
جواب دیا اہل تحقیق لکھتے ہین حکمت یہ تھی کہ صفات بشریت اور اوصاف حیوانی
اگرچہ حد شمار سے باہر ہین لیکن متعلق طبایع و ترکیب عناصر منحصر چار قسمون پر ہین

ایک صفات دیو وپری کہ فریب دہی اور حیلہ گری فتنہ پردازی وشر انگیزی ہی
دوسرے صفات سباعی کہ مغلوب الغیض ہونا اور خون ریزی ہی تیسرے
صفت خوک کی کہ شہوت فرج مین مشغول ہونا ہی چوتھے صفت بہایم کی
کہ کھانا اور سونا ہی یہ سب حلقے دام شیطان کے ہین انھین مین بشر کو پھنسا
لیتا ہی جب وسواس کے دانے دیتا ہی خناس جو تین بار پٹکا گیا زیر دست صفات
آدم ہوا ہر مرتبہ مین شیطنت کا بل وسوسہ کرنے کا زور کم ہوا بار چہارم بکری
بن جانا اوسکے نرم دل اور ذلیل ہونیکی دلیل ہی کیونکہ صفت بہایم تذلیل ہی
وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ قول رب جلیل ہی یعنی ہمنے رعب عزت بنی آدم بہایم
کے جی مین بھر دیا ہی انسان کے لیے اونکو نرم دل کر دیا ہی اس صورت مین
شیطان نے گون لگائی کہ شکل بدل بلطایف الحیل زیر دام کرے غور دخواب
مین اولجھائے مسخر ہوکر اپنا کام کرے نکتہ جب بشر جوہر آدمیت کا طالب
ہوا توفیق کی مدد ریاضت کی کد سے وسوسون پر غالب ہوا اور تین معرکون
مین دیو خناس کو پٹکا چوتھے میدان مین کہ چراگاہ بہایم ہی اُسکا اس سبزہ زار مین
شیطان دام سبز بچھاتا ہی آدمی دانہ کے عوض دھوکا کھاتا ہی غنی۔
دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم ✦ کار نگ ہو جاتا ہی شیطان یہان دانہ دکھلاتا
ہی کہ اکل حلال مین کُلُوْا وَاشْرَبُوْا پر عمل کرنا مباح ہی بلکہ اگر شکر کی شکر کے ساتھ
ہو غذاے ارواح ہی قوت سے بندہ کو بندگی کی قوت ہوتی ہی جیسا کہ گنوز مشتین ہی

کہ کھانے سے عبادت ہوتی ہے اس میدان مین دانہ عیان اور دام نہان ہوتا ہے حدیث مین ہے کہ شیطان خون کے ساتھ آدمی مین روان ہوتا ہے اِنَّ الشَّیطَانَ لَیَجرِی عَلَیٰ ابنِ اٰدَمَ مَجرَی الدَّمِ جب تک قلت طعام اور تنگی غذا سے یہ راہ بند نہین ہوتی شیطان کو مدخل ہے عبادت کا ذائقہ کما حقہ کھل نہین سکتا یہ عقدہ لاحل ہے خناس کا بصورت گوسپند بسم اللہ سے بسمل ہونا صفت بہیمی مین طاقت وسوسہ اندازی حرام کا زائل ہونا تھا مقصود ذبح کرنے اور دم مسفوح کے نکالنے سے تزکیہ و تنقیہ حاصل ہونا تھا بیت

ہین جلوۂ حکمت انبیا کے افعال	دل اونکا جمال حق کا آئینہ ہے

اسقدر اصلاح ہوئی جسپر مزاج ہین یہ فساد ہے ایسا بدنہاد ہے وگرنہ خدا کی پناہ یہ گمراہ کیا آفت بپا کرتا خدا جانے کیا کرتا سعدی

اگر بہ مسکین اگر پر داشتے	تخم گنجشک از جہان بر داشتے

اور بوٹی بوٹی ہو کر ماکول ہونا رگ و ریشہ مین حلول ہونا بنظر ابتلا و امتحان ہے کہ خاص حصۂ حضرت انسان ہے حکیم سنائی

آدمے بہر سبخیے را نیست	پاے در گل جز آدمی را نیست
مثنوی بگذر از اوصاف حیوانی نخست	تا نسب با آدمت گردد درست
ہر کہ او مغلوب آن سیرت بود	روز محشر ہم بران صورت بود
خشم و شہوت ہر کرا سرمایہ است	پوستین خوک و سگ پیرایہ است

ہمچنین مر ہر صفت را صورتی است	کز برائے صاحب خود کسوتی است

طریقت اور تصوف طہارت اور تقویٰ ہے اسمین احتیاط اکل و شرب سب شرطوں سے
اقدم اور اولیٰ ہے محققون کے نزدیک اصل طعام ہے اور یہ یا حلال ہے یا مشتبہ
یا حرام ہے جیسا کھانا ہوگا ویسے ہی خیال ہونگے اور جیسا خیال ہوگا ویسے ہی
افعال ہونگے غذا خون و گوشت ہو کر جسم بنتی ہے منبع حس و حرکات ہے اس سے
قوای بدنی و صفات جسمی پیدا ہوتے ہین معدن سیئات و حسنات ہے قوتین مادۂ
اعمال ہین صفتین مصدر افعال ہین جیسا اکل ہے ویسی ہی اعمال کی شکل ہے یہی
گل و گلزار ہے یہی کژدم و مار ہے کسی غمزدہ نے اپنا ماتم کیا ہے خدا رحم کرے
اپنا انصاف دیا ہے ۔ رباعی

فسق است و فجور کار ہر روزۂ ما	پر شد ز حرام کاسہ و کوزۂ ما
مے خندد روزگار مے گرید عمر	بر طاعت و بر نماز و بر روزۂ ما
بیت ننگ دارد دین پاک از نام ما	ہست فریادے ز ما اسلام ما

قصۂ مختصر جب خناس نے عجز و اضطرار کو صلح پر متقاضی اور نفس کو اطاعت
روح پر نیم راضی پایا التسلی اور دلاسا دیکر مغالطہ کے گمپون پر تقریر دلچسپ سے
لاسا دیکر اوس الّو کو پھنسایا توصیف و تعریف کی مٹھائی خوشامد نام
حلوائی کی بنائی کہ نفس کو بہت پسند تھی طبع شریف اکثر اس غذا کی خواہشمند
تھی اور کچھ نان خطائی خیال خام کی پکائی اپنے مطبخ وسوسہ سے منگوائی

اصرار کرکے کھلانے لگا ہر لقمہ مین آن دلانے لگا یہ تو چرب زبان تھا جادو بیان تھا سحر اسکا فتنۂ دجال سے کم تھا باوجود اسکے کہ نفس مین دم نتھا اسنے جسطرح قصاب جانور بیجان کو پھونک کر فربہ بناتے ہین دم دیکر تیار کیا جنگ پر آمادہ کرکے صلح کی سلسلہ جنبانی سے دست بردار کیا اودھر روح پر فتوح عروس فتح سے جو منسوب ہوا تھا شادی رچی تھی لشکر براتی بھتے مبارک سلامت کی دھوم مچی تھی بشرہ بشارت وصال دیتا تھا طالع یاور نوید اقبال دیتا تھا گریۂ شادی نے گوہر آبدار اشک کا ہار گلے مین پہنایا اور کچھ دانے در غلطان کے تصدق کرنیکو دامن مین لایا شکر نے کوزۂ دہن کو انجمن بیان مین کھولا بات کی نبات کو آب تر زبانی مین اس مزہ سے گھولا کہ محبوبۂ شیرین ادای فتح اور معشوقۂ رنگین لقای ظفر کی خسرو نامدار سے نسبت ہوئی نفس الامر مین بدلالت تائید غیب ہی توفیق رفیق کی تحریک سے لاریب ہی ایسا جرار جرات شعار قوی بازو رستم کا ہمتراز و بزور بردباری سلسلۂ گرفتاری مین آیا کہ لشکر نفس کا کلیجہ نکل گیا دماغ سرکشی کا بھیجا نکل گیا سرداروں کے سر تا سر جھکے ہین سوار اور پیدل بیدل ہین جی سب کے رُکے ہین دجمعی آوارہ دشت پریشانی ہی قیافہ اونکا شاہد مقال ہی تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّقُلُوبُهُمْ شَتّٰى بخط شکست تحریر پیشانی حال ہی نزول مایدہ پر فایدہ الا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ عنقریب نصیب حوصلہ روح ہی معرکۂ اول کا سر ہونا ان شاء اللہ

شگون فتح و فتوح ہی دشمن روسیاہ بفضل اللہ مقہور ہی ادای سپاس تا مقدور ضرور ہی

سعدی ورنہ سزاوار خداوند یش	کس نتواند کہ بجا آورد

نقد ہستی کو جس کی گرہ سے کھولا چاہیے کہ مصر عزت کی قیمت ہی بندہ ہو کر عزیز ہو تو غنیمت ہی قولہ تعالی وَمَن یُوقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہان ہمت بلند سرمایۂ اقبال ہی جب وجود کا کچھ وجود نہین تو مال کیا مال ہی جسم اور جان بلکہ تمام آرزوون کا ہر آن صرف ہی اگر بخل کو راہ دی دریغ کرے تو وای حرف ہی جو حریف اس حرف سے منحرف ہو حراف ہی کیونکہ دعوی بے دلیل کا نام لاف ہی لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ قطعہ

نشوی پاک تا نشوئی دست	زانچہ طبع تو میل آن دارد
تا سر موے از بدن خشک است	صحت غسل را زیان دارد
بخل صوفی گرہ بود در دل	بند بر پاے سے جان دارد

سخاوت اور بخل کا معاملہ

ارادت نے سخاوت کو اشارت کی کہ بخل کی گردن مار آئے بار گران دوش سے اوتار آئے اوسنے سر تسلیم جھکایا پر سے قدم بڑھایا کہا اسپ و صلاح کی کچھ حاجت نہین خالی ہاتھ سے بخل کو مارا تو سخاوت نہین عقل نے کہا بشر کو مایحتاج لابدی ضروری ہی غازی کو ہتھیار سے مجبوری ہی بے ناخن شمشیر احکام فَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کے عقدے کیونکر کھلینگے

تهیدست کے کیا جوہر کھلینگے عالم اسباب مین ہر فعل کا ایک آلہ ہے ہر کام کا ایک حیلہ پر حوالہ ہے **سخاوت** نے کہا اصل حربہ بڑا ہتھکنڈا جی کا عزم ہے جو دل کے سپاہی ہین یہی اونکا آلۂ رزم ہے پامردی دور کا بہ مرکب ہے کف اختیار مین عنان مطلب ہے دست بید رِیغ دو دستی تیغ نیام آستین سے باہر درکار ہین قبضہ سے خم تک کاٹ کرنے کو تیار ہین جوہر ذاتی کے آگے قارون کی گھٹی کچھ مال نہین دست کرم منتظر تکلیف زبان اور زبان بخشش محتاج دست سوال نہین یہ ہتھیار ساتھ چاہیے مردانہ وار صفائی کا ہاتھ چاہیے **قطعہ**

جان من جوہر سخا گر بیست	کہ بہر حال رائگان نبود
دل جان صرف کن بحاجت خلق	ہیچ نقدی چنین روان نبود
قطعہ کب ہے محتاج زر کرم صوفی	نقد دم ہاتھ پانو چلتے ہین
ہین یہ کافی دل سخی کے لیے	کام مخلوق کے نکلتے ہین

یہ کہکر متوجہ جنگاہ ہوا پرے کے سامنے جا کر مبارز خواہ ہوا نعرہ کیا کہ **بخل** شوم دین و دنیا کے مزون سے محروم کہان ہے ادھر سے **اسراف** نے جواب دیا کہ انتظام کے پردہ مین نہان ہے کہتے ہین **بخل نفس** کا گنجینہ دار تھا اور **اسراف** کے متعلق خرچ کا کاروبار تھا وہ تنگدل یہ صراف تھا دونون مین طبیعت کا اختلاف تھا باہم عداوتِ جانی جاتی تھی ایک کو ایک کی ادا نہ بھاتی تھی **بخل** نے بدگمانی کی تجویز سے **تنگی** کے مقام مین اسباب و مال

نکبت مآل کے رکھنے کو جگہ پسند کی تھی چار طرف سے کاوش کی کھائی آبرو ریزی
کے پانی سے بھر کر مصرف کی راہ بند کی تھی گردبگرد خست وغیرہ ملازمان
خاص کی صف جمائی تھی جسپر بندوبست کی ٹٹی آر کے لیے لگائی تھی انتظام
کا بہانہ تھا آپ بیچ مین مثل مار سیاہ محافظ خزانہ تھا پس پشت ایک راہ بصد
اکراہ جو ضرورت کی رکھی تھی سر راہ **کفایت** کو متعین کیا تھا **اہمال**
اور **اغماض** **اعراض** اور **اعتراض** کو جابجا روک ٹوک کے لیے
بٹھلا دیا تھا **سخاوت** نے ہرچند للکارا سخت و درشت سنایا مگر وہ دل کا
چور زندہ در گور **جبن** کی راہ سے مقابلہ کو نہ آیا یہ خندق سے پار نجا سکا
چارون طرف رستہ ڈھونڈھنے لگا ناگاہ ضرورت کی راہ نظر پڑی قدم بڑھایا
کفایت مانع آیا **سخاوت** نے ہاتھ بڑھا کر ایک دھول بے ڈول ایسی
لگائی کہ پھر **کفایت** کی صورت نظر نہ آئی دو دستی ہاتھ جھاڑتا ہوا آگے بڑھا **اہمال**
اور **اغماض** ہٹ گئے **اعراض** اور **اعتراض** جو پیش آئے کٹ گئے
سخاوت کے بانہ بلی دو بھائی تھے قوت اونکی خداداد تھی جوہر عطائی تھے
ایک کا نام **جود** اور دوسرے کا **ایثار** تھا ایک سے ایک جوانمرد و طاقت دار
تھا یہ دونون زور بازو بھی کمک کو پہونچے پھر تو دل و دماغ فلک کو پہونچے
تینون نے یکدل ہو کر مردانگی کی داد دی **سخاوت** نے شرط جان نثاری ادا کی

بیت ادا کرنا حقوق واجبی کا		سخاوت ہے یہی مرتبہ سخی کا

جو دیکھائی کے پلہ پر تھا جوانمردی مین حصہ دوسکا بڑھکر تھا ماشاءاللہ ایسا
تولا ہوا ہاتھ لگاتا تھا کہ دو نیم کر ڈالتا تھا آدھا ادھر آدھا ادھر تقسیم کر ڈالتا تھا

بیت حقوق واجبی سے کوئی افزود		جو دے اپنی طرف سے تو یہ ہے جود

ایثار سب سے زیادہ دل چل بلند حوصلگی مین بے بدل ہمہ تن اوصاف تھا سیف
دودم بے حیف علم علی مدکا ٹھاٹھ مشاقی کا ہاتھ جو سامنے آیا صاف تھا بیت

خدا کا آسرا کرے بیکبار		جو سب دیدے اسے کہتے ہین ایثار

دم بھر مین میدان مثل کف دست خالی ہو گیا کیفیت کھل گئی حال سب
خالی ہو گیا بخل کو دیکھا پست قد سیاہ رنگ سر گران بار دوش پیشانی پر شکن
تنگ داغ فنکوی بھاجبا دھندوامن نصیب کے گل کلنگ کے ٹیکے ماتھے پر
بجائے خال تل بھر جگہ خالی نہین بالکل تیور میلی چہرہ پر گرد ملال گلے کوفت کے
طمانچون سے لال ہاتھ لتنے کوتاہ کہ بغل مین نہان موٹھی ایسی بند کہ گرہ کا گمان
انگشت نمای پیر و جوان قلب مردہ گور تیرہ و تنگ مین سینہ مبتلای عذاب
جحیم دم سرد باد زمہریر زہرہ آب مگر حمیم سینہ کی تنگی شرح کے قابل نہین در حجرہ
خاطر پر قفل آہنی جدا دل نہین وضع معیوب صورت محجوب شرمندہ و رسوا
جیسے چہرہ عجز بیشہ جسطرح ستم رسیدہ کمزور مشوش اور مضطر جیسے کسی کا دیندار ہو
سر سنگون مین قضا کا گرفتار ہو گیا ہو اور ادا سے ناچار ہو متوہم کہ کوئی کچھ مانگے
نہین جی مین کھٹکا سائل کا سب سے الگ جیسے نکالا ہوا محفل کا زبان پر اپنی زیرباری

اور قرضداری کی حکایت افلاس کا دکھڑا زمانہ کی شکایت بے ننگ خفیف الحرکات
مطعون خلائق ذلیل اوقات جس مجمع مین ذکر آتا نام پر جوتے پڑتے تھے لوگ
اوٹھتے لعل ہے گے کفش ڈیرسو گنکر جڑتے تھے القصہ **جود** نے بڑھکر سر **بخل** کو قطع کیا
اور لوٹ کا حکم علی العموم دیا **اسراف** تو **فضول** اور **بیہودگی** کے ساتھ
گھات مین لگا ہوا تھا منتظر وقت کا تھا جگہ جو پائی حرکت لغو سے فعل عبث کا
ہاتھ بڑھایا لوٹ مچائی **عقل** نے کہا کہ اسراف عیب ہے خدا عالم الغیب ہے
اسکو جو دخل دیا ہے قصور معاف شاید یہ نہین سنا ہے کہ لَا خَیْرَ فِی الْاِسْرَافِ
جود جواب مین اسطرح بذلہ سنج ہوا کہ احسان اور بذل کرم اور فضل عام چاہیے
نظر فیض مثل آفتاب تمام چاہیے کیا اپنا کیا غیر تجھکو یہ نہین معلوم کہ لَا اِسْرَافَ
فِی الْخَیْرِ۔ دونون مین ردو بدل ہوئی قریب تھا جنگ وجدل ہو آخر
بصیرت کو حکم کیا کہ جو وہ حکم کرے اوسپر عمل ہو اوسنے کہا کہ **اسراف نفس**
کے لیے اوٹھتا ہے دشمنون کو قوت پہونچاتا ہے تجھکو اوسپر اعتماد اور اپنے
اعتماد پر نازش ہے اور اوسکو اون لوگون سے سازش ہے جو بدمعاش ہین
لشکر **نفس** کے اوباش ہین مین حجت قطعی رکھتا ہون کہ کسیکو جای اعتراض
نہین اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ اس سے مجال اعراض نہین **بیت**

بخل راہ اسراف ائے نیکخو	کہ حکم خداہے و لَا تُسْرِفُوْا

نقد و اسباب اجر و ثواب کے لوٹنے والے حرامیان **حظوظ نفس** درمیان ہین

ساتھ اون کے ننگ و ناموس و نام و نشان ہین یہ سب آفات
کشت عمل ہین تجارت خیر مین موجب نقصان و خلل ہین قطعہ

ہین کمین مین صفات نفس نہان	راہزن جو کہ راہ خیر مین ہین
یہ بت معنوی ہین انکے ساتھ	گرچہ ہم کعبہ مین ہیجان پیر مین ہین

لٹتے ہین صلح کے لیے صالحہ نیک خصلت بصیرت کی بیٹی نیت کہ
صورت مین حور نژاد سیرت مین فرشتہ نہاد تھی شہید شوق جہاد تھی معرکون
مین زبان تیغ سے دلیل قطعی دیتی تھی لباس مردانہ مین مردون کی شرم
رکھ لیتی تھی تنہا بنفس نفیس ایک لشکر کی لڑائی لڑتی تھی مناظرہ مین راے
اوسکی صایب پڑتی تھی درمیان آئی اور حقدار ونکو کہ حقوق شرعی تھے ساتھ
لائی حظ و حظ کو ڈانٹ کر ہٹایا آب تیغ سے اسراف کا نام نامۂ اعمال سے
مٹایا سپاہ نصرت دستگاہ تاراج غنیمت کو خزانۂ علیم پر ٹوٹی اللہ غنی کسقدر
دولت لوٹی گنجینۂ تصور مالا مال ہوگیا فکر بند تعلق سے فارغ البال ہوگیا
سخاوت نے داد دہش کی داد پائی جود و ایثار نے من مانی مراد پائی
توفیق کو موافق حوصلہ صلہ اور صدق اخلاص کو پورا حصہ ملا رباعی مستزاد

نیت ہی جو کل خیر تو خالص ہی ثواب مثل شہر ناب	نیت ہی تمام بد تو باطل ہی عذاب کیا اسکا جواب
نیکی بدی تون ہی دونون مین اگر منظور نظر	اوتنا ہی ہی اجر جتنی ہی اوسکا ثواب ہوگا کل حساب
مثنوی تخم نیت ہی ثمر اوسکا عمل	تخم جیسا ہوگا ویسا ہوگا پھل

مصطفی چون گوہر اسرار سفت	اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات گفت

شہوت اور صبر کا مقابلہ

شہوت حریص طبیعت کہ نفس کے نخل حیات کا میوہ تھا جذب منفعت اوسکا شیوہ تھا جہان فائدہ کا طور نظر آتا موہنہ مین پانی بھر آتا بشریت کے علاقہ کا وہ چکلہ دار تھا نہایت دغاباز اور مکار تھا چاہتا تھا جو کچھ پائے رعایا سے بحیلہ خراج لے لے کل کے بدلے آج لے لے اعضا پر تقاضا پیہم رہتا تھا تندی کے گھوڑے پر قایزہ ہر دم رہتا تھا اسراف کے باقی نہ رہنے سے بے مزہ ہوا دم سرد بھرا سرگرم عزا ہوا رو کر کہا افسوس آج رفیق شفیق خلاف میرے نچلتا تھا اس سے بڑا نفع تھا خوب کام نکلتا تھا آخر خناس کے ڈھارس دینے سے خواہشون کے ہتھیار باندھکر شبدیز ہوس کو گرم خیز کیا ادھر سے صبر نے اسباب امتناع وسلاح انقطاع سجکر ترک کے ترکی کو تیز کیا جب مقابل ہوئے پیکان تیر دونون طرف سے پیام دلدوز لائے پیروجوان شمشیر و نیزہ عمامہ بندان گرز سلسلہ داران کمند بہر رفع ستیزہ درمیان آئے جب کسی سے عمدہ برائی نہوئی کسیطرح صفائی نہوئی مقدمہ طول ہوا فیصلہ کا مذکور فضول ہوا ناگزیر محکمہ دار وگیر مین نوبت روبکاری آئی ہاتھاپائی کی باری آئی جب صبر پیچ باندھکر شہوت کے اعضا کو قابو مین لاتا تو وہ کس بل سے صبر کے بند کو ڈھیلا کر کے ہوا کیطرح موٹھی سے نکل جاتا اور جب

شہوت پیچ بھر کر زور کر کر صبر کا لنگر اوٹھاتا تو وہ پانو جما کر مثل کوہ میخ
زمین ہو جاتا رات اور دن کا کچھ حساب نتھا گرد و غبار کا جواب تھا نہین معلوم
کبتک لڑائی رہی دونون مین زور آزمائی اور ہنر نمائی رہی قریب تھا پاے صبر
اوکھڑ جائے ارکان ثبات مین تزلزل پڑجائے جب ارادت نے شہوت
کی استادگی و آمادگی اور صبر کی ماندگی و افتادگی دیکھی اوسکو صبر کے
مغلوب ہو جانیکا گمان غالب ہوا قاصد نظر کو سلطان یقین کے پاس
بھیجکر کمک کا طالب ہوا یقین نے اپنی فوج کے سردارونکو حضور مین
طلب کیا اون مین سے ذکر الموت کو جسے فارس کے لوگ یاد مرگ
کہتے ہین منتخب کیا یہ جوانمرد فنون سپاہگری مین مشاق زور آوری مین طاق
یکون مین یکا تھا اور مصوری کے فن مین بھی پکا تھا روح کا خیرخواہ تھا منتصد
حکم شاہ تھا فوراً پا براہ ہوا حاضر جنگاہ ہوا موت کی تصویر ہاتھ مین دم سرد
ہر بات مین خیال نے دوڑ کر وہ تصویر اوٹھائی اور صبر و شہوت کے سامنے
جا کر ہادم اللذات کی صورت ہولناک دکھلائی تلخی سکرات کا ذائقہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کا
مزہ بے مضائقہ زبان تصدیق پر پھر گیا تلذذ جسمانی کا نقشہ مذاق کی نظر سے گر گیا بیت

مژدہ فتح ہے حدیث کی بات	اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَادِمِ اللَّذَّاتِ

القصہ جسکے آنے سے طرہ بند حرص ڈھیلا ہوا صبر کو فتح کا وسیلہ ہوا عب مرگ تھا
سفر ناگزیر دیپش اور نہ کوئی ساتھی نہ ساز برگ تھا صبر نے موقع پا کر بقوت تمام

خدا خدا کرکے شہوت کو پچھاڑا چھاتی پر چڑھ مشکین باندھ کر گرے دھاڑی دل کھول کر لتاڑا ہر چند خناس اور ہوا نے طول امل کی کمندین سنبھالین توبہ وعمل کی گرہین دم آیندہ کے تارون مین ڈالین دو طرف سے دوڑے ایک داہنے ایک بائین اور کمند دلن مین پھنسا کر چاہا اپنی طرف کھینچ لائین مگر یاد مرگ پیش نظر تھا عزرائیل کیطرح سر پر تھا اسکے زور کے آگے طول امل کے ڈورے ڈھلکے کچے سوت تار عنکبوت تھے ہمراہیان صبر مع موج مین آئے اسیر کو لیکر فوج مین آئے **قطعہ**

زہرہ ہوتا ہے آب خون جگر	ہے قیامت کوئی تصور مرگ
حُبّ دنیا کے دشت مین ہو ہلاک	گر نہو رہنما تفکر مرگ

بعد اسیری خشم و شہوت کے عقل و علم مع صبر و حلم ہر روز قید خانہ مین جاتے تھے اور اپنے ہاتھون سے ان دونون کو تسکین دیکر کھلاتے پلاتے تھے مولانا علم علیہ الرحمہ حکمت معنوی اور طب نبوی نکالکر تعلیم کرنے لگے نیت صالحہ نے وہ شفقت دکھلائی کہ مادر طبیع کو بھولکر اوسی کا دم بھرنے لگے تھوڑے دنون مین بفیض تعلیم ہر ایک حلیم ہوگیا خشم حلیم اور شہوت سلیم ہوگیا عقل نے دونون پر وہ روغن قاز ملا کہ اگر خشم بہک چلا اوسکے رگ رگ مین شہوت سے کام لیا اور اگر شہوت نے بے محل تیزی کی خشم نے اوسکو تھام لیا اور کوئی برا نمانتا تھا عقل کو بدل جان اپنا خیر خواہ جانتا تھا

جب سختی مجاہدہ وریاضت سے طبیعت تنگ اور عاجز آتی تھی بخیال رفع ملال وتغیر احوال وحصول قوت حسب ضرورت بفتوای رخصت خشم وشہوت سے تقویت دیجاتی تھی **شعر**

شیشہ بھی منھ سے لگا دے صوفی افسردہ گاہے	گردش حالت سے مطلب ہی کہ دور جام ہے

خلاصہ مدعا جب شہوت بھی مقید ہو گیا نفس نے نفس سرد بھر کر کہا کہ خشم وشہوت جو ثمرۂ نہال حکومت وکامرانی تھے رونق باغ جوانی تھے ابھی مراد کو نہ پہونچے تھے کہ دشمنون کے ہاتھ سے ٹوٹے تلخکامی نے دانت کھٹے کرکے جی بھر کے زیست کے مزے لوٹے سلطنت کی خواہش اسقدر کاہش انھین جگر گوشون کے لیے تھی مگر تقدیر کی کسر اس پردہ مین تدبیر میری توڑنے کی کیے تھی ہر چند یہ امر قسمت کی ناسازی سے ہوا مگر خناس کے وسوسہ اندازی سے ہوا مین نے چاہا تھا کہ اطاعت قبول کر لون کہ اسدم کام نکل جائے پیچھے سمجھا جائیگا یہ وقت تو ٹل جائے مگر اس گردن زدنی سوختنی نے بکھیڑا نکالا اپنے ساتھ مجھکو بھی آفت مین ڈالا خشم وشہوت کے ہاتھ پانو جو ضبط نے مضبوطی سے باندھ لیے اس سے کھل گیا کہ فتح نصیب اعدا ہی میرے بخت کو اپنے خواب پریشان کی تعبیر مین معبر خیال سے بیداری طالع حریف کا وعدہ ہی مخالف بشریت کے بسی ہوئی بستی کو اوجاڑ پھینکیگے باغ ہستی کے نونہالون کو جڑ سے اوکھاڑ پھینکینگے مین فلک کی سفاکی زمانہ کی بیباکی سے ڈرتا ہون

ناچار اب روح کی فرمان بری کرکے ذمہ کو افعال ذمیمہ سے بری کرتا ہون فعل حسب خواہ نہون گے خیر جبر کے صدمے سہونگا اپنے اوصاف کے ساتھ رعیت ہو کر دل مین رہونگا روح بادشاہ عادل ہے اس شعر پر عامل ہے سعدی

رعایت دریغ از رعیت مدار	مراد دلِ دادخواہان برار

حرام سے ہاتھ اوٹھا کر چند اعتماد جما کر حلال کے سرزمین مین افراط کا جال پھیلاؤنگا در پردہ گھات مین رہونگا محل پا کر پھنسا کر دھر دباؤنگا اب مکر و فریب کو درمیان لاتا ہون کہ صلح کا کوئی ڈھب اچھا نکالین ابلہ فریبی کی باتون کا پھا نکالین اشک ریا کے جھوٹھے موتی حضور شاہنشاہ مین بطور نذر پیش کرین خوشامد کا گلدستہ نظر فریب رشتہ تقریر سے باندھکر سامنے دھرین خودغرضی کی عرضی گذرانین مگر عجب و غرور کی طرف سے باسم فرضی گذرانین کیونکہ ان دونون کی سرکشی مشہور و معروف ہے ان کی متابعت پر سب کا مطیع ہونا موقوف ہے نفس ہوا سے باتین کر رہا اس حدیث سے نہین آگاہ کہ اِتَّقُوا فِرَاسَۃَ المُؤمِنِ فَاِنَّہٗ یَنظُرُ بِنُورِ اللّٰہِ خفیہ نگار فراست نے پیکِ نظر کو دوڑا کر مقربان بارگاہ روح کو خبر دی صفحۂ ذہن پر روشنائی بینائی سے صورت حال نقش کر دی بصیرت نے کہا ایسا وقت پھر ملنا دشوار ہے توفیق یار ہے ہمت مددگار ہے اگر تمامی لشکر یکبارگی حملہ آور ہو فضل الٰہی سے امید ہے کہ طالع یاور ہو مفتاح فتح ہاتھ آئے

وردل کھلجائے برلب خدا دیر نکھیے اندھیر نکیجیے مہلت دینے مین بھیم فتنہ ہی
مبادا کچھ فساد مچائے نفس بڑا بہروپ ہی خدانخواستہ کوئی سانگ لائے
ارادت نے فوج کو اشارہ کیا قتل عام کا حکم دیا کہ خُذُوْ اھُمْ وَاقْتُلُوْ
ھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْ اور خود جسطرح مضمون برجستہ ذہن شاعر سے نکلتا
ہی یا اشتیاق کا کلام روبروے دلارام پھڑک کر عاشق ناکام کے زبان پہ
چلتا ہی قلب سے جست کرکے مرکب پر سوار ہوا اختیار کی باگ لی آمادہ
کارزار ہوا خوبصورت اور سجیلا خوشبند اور گٹھیلا وہ اسپ تھا حرکت
اوسکی دلکش اور سکون اوسکا دلچسپ تھا ایک گلدستۂ خوشرنگ نظر آتا تھا
پنچ کلیان تھا عربی گھوڑا بہت عالیشان تھا جولانی مین اوسکی بجلی کی تجلّی
تھی سرون پر کوندتا پھرتا تھا سوارون کے گلدستون کو پیادگان سبز
کے مانند روندتا پھرتا تھا دست ارادت مین ذکر آلہی کی تلوار تھی ہر ضرب
مین دم گرم سے اخگر بار تھی یہ توسپہ سالار کل افواج تھا سردارون کا
سرتاج تھا ہزارون مین اکیلا کودپڑتا تھا اور نشان لیے ہوئے لڑتا تھا
جرّار و کرّار و کارگذار و جانفشان تھا ایک ہاتھ مین لائے نفی کی نو والفقار
اور دوسرے ہاتھ مین الف اثبات کا نشان تھا جب کوئی ہاتھ خالی
کرنیکی ضرورت ہوئی دونونکو ایک ہاتھ مین لینے سے الا کی صورت ہوئی
نفی کی نفی سے اسقاط منافات ہوگیا یعنی توحید کا اثبات ہوگیا شعر

تیغ ارباب ارادت ذکر حق باشد کزان	در دمی قطع نظر از ما سوی اللہ میکنند

غازیان نصرت انتساب ارادت کے ہمرکاب لشکر اعدا پر ٹوٹے شہبازان بلند پرواز ہوائے معرکہ شکار پر چھوٹے

مثنوی

گری جا کے اک فوج اک فوج پر	دو دریا بہم آ گئے موج پر
سوار اور پیادے بہم ہو گئے	عمل اور ارادے بہم ہو گئے

سواروں پر سوار پیادوں پر پیادے ایکبار جا پڑے ہتھیار چلنے لگے کھٹ پٹ شروع ہوئی وار چلنے لگے تیرے ہمہ تن جگر دوزی دشمن پر تن گئے سنانوں سے نوک کی لیتے تھے سپر اور سینہ کا ایک حال تھا دولوں کو غربال کر دیتے تھے برچھوں کی انی ہیرے کی کنی تھی تیروں کے پھل میں تلخی جان کنی تھی گرز شکن ٹکریں مار کر سر نخوت پھوڑتے تھے حریف کے حوصلہ کو پست کر کے زعم توڑتے تھے کمندیں رگ گردن سے رشتہ جوڑتی تھیں گلے میں لپٹ جاتی تھیں جان نچھوڑتی تھیں تیروں کی سفارت سے اجل کا پیام آتا تھا تلواروں کا ہم موت کا سلام پہونچاتا تھا کہیں سوار کا گھوڑا گرا تو پیادہ ہو گیا استادہ ہو کر جنگ کو آمادہ ہو گیا کہیں پیادہ ہتھیار کے بیکار ہو جانے سے چڑ گیا تو سپر اور تلوار پھینک کر بھڑ گیا کسی طرف نیزہ بازی کہیں تیراندازی کسی جانب تلوارونکی وار کہیں گرز و نگی مار کہیں پیچ اور کشتی کہیں دھینگا مشتی سوار اوج پر پیادے موج پر **مثنوی**

ملین دونو فوجین جو بایکدگر	ہوے سایہ و نور زیر و زبر
درختون سے جون پرتو آفتاب	زمین پر ہوا سے کرے اضطراب

تشنۂ آب تیغ شہادت یعنی ارادت کی شمشیر خاراشگاف کا میدان مصاف مین یہ رنگ تھا کہ جان نکالتے نکالتے ملک الموت کی جان پر آبنی تھی زندگی سے تنگ تھا

مسدس

چھائی جو گھٹا لشکر بے مہر و کرم کی
بارش ہوئی تیرون کی چلی باد ستم کی
سرعت تھی یہ جانباز سے شمشیر دودم کی
پنہان ہوئی گہ ابر مین گہ برق سی چمکی
مانند شرر تاب قرار اوسکو کہان تھی
بجلی کی طرح گاہ عیان گاہ نہان تھی

جس فرق پہ گذری کف پا سے اوتر آئی
چار آینہ و خود و زرہ کاٹ کر آئی
بجلی سی گری سر پہ تو مغفر مین در آئی
سر کاٹ جگر کاٹ کمر کاٹ کر آئی
سینہ مین جو پہونچی تو لہو چاٹ کے نکلی
اسوار کو مرکب کو بہم کاٹ کے نکلی

ناکارہ درختونسے جو تھے جلنے کے لائق
ہو باغ جہان پاک یہ تھی خواہش خالق
فرمان یہ قضا لا کے مشیت کے موافق
فرمائی ارادت کے یہ خدمت متعلق
کیا نخل بقا باغیون کے کٹتے تھے جڑ سے
دھڑ خاک پہ پیڑونکی روش گرتے تھے دھڑ سے

تھا گلبن بستان وغا غازی نیشان
اعدا کے سرون پر تھا گل زخم نمایان
شمشیر دلاور کی تھی اک شاخ گل افشان
گلرنگ تھا مانند شفق دشت کا دامان

جو کھاتا تھا ثمرہ اوسے ملتا تھا اجل کا
تھا موت کی تلخی مزہ تلوار کے پھل کا

رنگین تھی زمین خون کے فوارونسے با گل
مقتولون کی زلفون سے اوگے دشت مین سنبل
پھولا تھا چمن زخمون کے ہر سو جو کھلے گل
مجروحون کے نالے عوض نغمہ بلبل

پتھرائی ہوئی آنکھون مین نرگس کا تماشا
آئی تھی قضا دیکھنے کو جسکا تماشا

مجاہدون کی تلوارین جو چمکتی تھین دشمنون کی آنکھین جھپکتی تھین یہ عالم تھا کہ یکاد البرق یخطف ابصارھم فرشتے چپ و راست سے غازیون کو اور اونکی جانبازیونکو دیکھکر بشارت ثواب دیتے تھے کہ نحن نکتب ما قدموا و اثارھم

شعر حملے سے غازیونکے برپا ہوا تلاطم
غل تھا کہ اقتلوھم حیث ثقفتموھم

ہیجان گرد و غبار نے سیاہ نفس کو وہ روز سیاہ دکھلایا کہ اپنے اور بیگانہ مین فرق نظر نہ آیا طلب تام اور شہرت شومی اور خست سے طمع اور حرص تکبر اور نخوت سے تعلی اور خودستائی تملق اور لجاجت سے باہم جھگڑنے لگے اختلاف طبایع سے آپسمین الجھنے لگے ہر فرقہ نے اپنے دوسرے فرقہ پر جو اوسکے مقابل تھا حملہ کر کے اندھیر کیا ایک نے ایک کو زیر کیا

لشکر روح کے سپاہی یہ تائید الٰہی دیکھکر دلیر ہو گئے جو ٹوٹے ہوئے تھے وہ بھی ٹوٹنے پر شیر ہو گئے اگر حرص و طمع نے غرور و نخوت کی توبہ کو توڑا تو ایدھر سے ندامت نے آکر حرص و طمع سے بھی توبہ کروا کر چھوڑا

مثنوی زلّتے کان بر در توبہ برد | به ازان طاعت کہ نخوت آورد

لغزشے آدم نمود او خوانده شد | طاعتے ابلیس کرد او رانده شد

اسی طرح جب دو دشمن باہم لڑ جاتے تھے عیاران لشکر روح جسکو غالب پاتے تھے اوسکی مدد کرکے تسخیر کر لیتے تھے پھر دوسرے کو بھی اسیر کر لیتے تھے **بیت**

تھا جمال حال عیاران دین | پرتو واللّٰہ خیر الماکرین

امیر مقدمہ حلیش بحالت طیش حملہ ہاے مردانہ سے ہر بار ایک امتیاز حاصل کرتا تھا ہر حملہ مین کتنے دشمنونکو جہنم واصل کرتا تھا جب برق شعلہ بار کو چمکاتا تھا میدان جنگ روشن ہو جاتا تھا **جہل** ڈر کر آنکھین بند کر لیتا تھا **علم** رجز خوانی مین اسطرح داد بلاغت دیتا تھا **شعر**

شب تاریک مین اعداکو مین صبح صادق | رنگ اوڑتا ہی حریفون کا مرے آنے سے

کہین ندامت بحر رجز مین غوطے لگاتا تھا گوہر مضمون نکالکر دکھلاتا تھا **شعر**

ہم قائل پندار مین شہرہ ہی اپنے کام کا | جاری ہی ضرب تیغ سے سکہ ہمارے نام کا

کہین صبر بحر سریع مین رجز سناتا تھا اور سرداروں سے جنبش سر مین داد تصدیق پاتا تھا **ابیات**

نہون گر ہم مددگار اور یاور | ٹھہر سکتا نہین کوئی دلاور

عدو دست تزلزل سے تلف ہون	خوشی ہے اونکو ہم جنکی طرف ہون
کمک جب ہم کرین پھر کیا حرج ہے	نوید اَلصَّبرُ مِفتَاحُ الفَرَج ہے

ایک طرف شکر نے پھرتی سے شعر

پشت فرس پہ کی جست اور باگ کو اوٹھائے	آہنگ مین رجز کے اس آگ کو اوٹھایا
شہ سر عتبۂ وفا سے جدا عمر بھر نہو	بار گران ادا ہو جو گردن پہ سر نہو

خوف کی رجز توبیخ زجر و توبیخ تھی زمین دل مین ہیبت کے درخت بٹھلاتی تھی باغبانی میخ تھی جب میخانۂ زندگانی کے بیہوشون پر عاقبت فراموشون پر کہ طمع اور شرہ غرور اور نخوت تھے مست و خراب شراب غفلت تھے نعرہ زن ہوتا تھا نشا اونکا ہرن ہوتا تھا نظم

دلونکو ایک ہی دھمکی مین ہم بیتاب کرتے ہین	جو اونکا جگر خون اور زہرہ آب کرتے ہین
شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین حایل	وہ نادان ہین لب دریا جو قصد خواب کرتے ہین

رجا اس خوف سے کہ لوگ زیادہ ڈرانے سے بخشایش شاہنشاہی کے آستانے سے بیدل ہو کر پھر نجائین پلصراط عقیدت سے دوزخ ناامیدی مین گر نجائین رحم کی نگاہ سے زخم دل پر بے زحمت پاداش امید رحمت کا مرہم دھرتا تھا بشرط اعتراف و بصورت عذر تقصیر معافی تعزیر و انتقام بلکہ صلہ اور انعام کا یہ کہکر اشارہ سے امیدوار کرتا تھا شعر

کل ہم کرینگے عرض کہ رحمت کی نذر کو	ہدیہ گناہ لائے ہین انعام چاہیے

خلق جو کچھ غرض اور مطلب نرکھتا تھا رکا یہ مذہب نرکھتا تھا طمع اور
خود غرضی سے بیزار رہتا تھا اکثر اپنے رفیقون سے کہتا تھا کہ مجھے دام تزویر
وافسون تسخیر نہ بنانا جیسا کہ کسی نے کہا ہے یہ منتر میرے نام سے نہ جگانا
ع اخلاق سب سے کیجے تسخیر ہی تو یہ ہی شعر

غیر کو میر لقب دیتے ہین وہ ہرزہ گو — خلق پرستی کو جو کہتے ہین یہ خلق ہے
شعر خلق کہتے ہین جسے ہے وہ شعار نبوی — غرض نفس سے آلودہ نکرنا اسکو

نکر دل آزاری سے بہت ڈرتا تھا کسی ناصح صالح کے شعر کی تکرار کرتا تھا

شعر نمیگویم کہ از یاران جدا باش — بہر حالے کہ باشی با خدا باش

زہد اس رباعی سے گہر فشانی کرتا تھا اماں نصیحت مین درو جواہر بھرتا تھا

لا اعلم بشنو زمن ای پند پذیری دوسہ روز — تا پیشتر از مرگ بمیری دوسہ روز
دنیا زن پیر ست چہ باشد گر تو — با پیر زنے انس نگیری دوسہ روز

اخلاص کے افسون وعزائم بخلوت نشینی دائم پیرزادان اعمال کی
خلاصی کے لیے تھے کہ دیو ریا نے قید کیے تھے نصیحت واندرز کے بھاری
گرز مارتا تھا یون للکارتا تھا شعر

زاہد ریا سے دور و گرنہ خطا معاف — عمامہ سر پہ جانیے بوجھا گناہ کا
مثنوی گفت با اصحاب خود آن رہنما — من ز شرک خرد ترسم بر شما
عرض کردند از سر صدق و صفا — چیست شرک خرد پس گفتار یا

شرک ازان فرمود شاہ انبیا — می پرستند خلق را اہل ریا
از عبادت خلق چون مقصود گشت — راست گر بینی ہمو معبود گشت

صدق دشمن کبر و خود بینی اور تشنۂ خون ریا و نفاق تھا اوسکی باتون کا یہ مصداق تھا مضمون حکمت مشحون جنکا تریاق تھا قطعہ

اوس مست عمل سے جو مغرور ہو طاعت پے — اچھا ہی وہ میکش جو مے پیکے پشیمان ہو
عابد جو ریائی ہو بدتر ہی وہ مرد اوس سے — ظاہر مین جو کافر ہو باطن مین مسلمان ہو

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا مقولہ آئینۂ حق نما ہی جسکا یہ ترجمہ ہی قطعہ

گر عبادت از تو آید شکر کن — لیک استحقاق نبود بر خدا
چون بتوفیق وی ست آن کار راست — تو چہ کردستی کہ میخواہی جزا
غالب کیا زہد کو مانون کہ نہو گرچہ ریائی — پاداش عمل کی طمع خام بہت ہی
شعر اگر اجرت پہ ہی خدمت صوفی — بندگی یہ نہین مزدوری ہی

نقل ہی کہ ایک دن لوگون نے بی بی رابعہ بصریہ کو دیکھا ایک ہاتھ مین آگ اور ایک ہاتھ مین پانی لیے ہوئے جوش مین قدم تیز کیے ہوئے چلی آتی ہین پوچھا یہ کیا حالت ہی آپ کہان جاتی ہین فرمایا کہ خلق جو عبادت کرتی ہی وہ بعلت کرتی ہی جاتی ہون کہ علت کو اوٹھا دون دوزخ کو بجھا دون بہشت کو جلا دون

شعر آتش بہ بہشت افگنم و آب بدوزخ — تا بے طمع و ترس پرستند خدا را

شعر نہوتی بہشت اور دوزخ تو کیا	عبادت کے لائق نہوتا خدا

رضا کا شعار یہ تھا کہ رضینا بالقضا لینے سے آزاد تھا ولی نعمت کی خوشی پر شاد تھا یہ کلام ورد زبان تھا صدق سے ہمعنان تھا نظم

ہاتھ سے تیرے مجھے شربت و زہر ایک ہے	چاہیے تیری نظر رحمت و قہر ایک ہے
آپکا دیوانہ ہون کیسے جہان وا آنجہان	دیر و حرم دو نہین وادی شہر ایک ہے
ٹوٹ کے ملجاوین یہ بحر مین مثل حباب	دیکھیے پھر بحر کی اور مری لہر ایک ہے
دیکھے ہین کتنے حسین ہمنے یہ نام خدا	عالم خوبی مین وہ آفت دہر ایک ہے
بحر حقیقت مین جو کرتے ہین صوفی نظر	دیکھتے ہین قطرہ و دجلہ و نہر ایک ہے

ہین گرمی ہنگامہ مین ارادت کو یہ لہر آئی کہ باعث اشتغال و اشتعال نائرۂ قتال دامن زن آتش جنگ و جدال نفس و ہوا ہین اصل مین شرر ریز شعلہ انگیز یہی دونون ناروا ہین ان ناریون کو آب شمشیر سے ٹھنڈا کیجیے کہان کا قصہ کیسا قضیہ سب بکھیڑا پاک کر دیجیے تنہا اوس جانباز یکہ تاز نے بین الجنبین کی جانب جیدھر نفس کا مقام تھا اسپ تیز گام کو تند خرام کیا صفون کے ورق اولٹتا ہوا چلا پیادون کے مجموعہ سوارون کے رسالہ کو نظر انداز تمام کیا کئی ہزار پیادے اور سوار نفس کی خاص اردلی مین رہتے تھے اون کو عوائق اور عوارض کہتے تھے آگے سوار پیچھے پیدل تھے سد سکندر سے اٹل کئی دل تھے سوارونکے دستے

چار سمت سے سمٹ آئے غنچہ ہو کر ارادت پر عرصہ تنگ کیا شگوفہ لائے
وہ تیغ زن صف شکن تحریک نسیم دم شمشیر سے گل کھلاتا ہوا پرزے اوڑاتا ہوا
برنگ نکہت اوڑکر باغیون کے غنچہ سے باہر آیا گھوڑا آگے بڑھایا عوارض
پیش آئے مقابلہ ہوا تعرض کا معاملہ ہوا ترچھی نظرون کی برچھی سنبھالنے
لگے شاخین نکالنے لگے کج اندیشیون کی سنانین سینۂ ارادت کیطرف جھکا کر
نوک لگا کر ٹالنے لگے نیزون کے نیستان مین اوس شیر کو گھیر لیا خناس نے
کمان گمان سے وسوسون کے تیر مارنا شروع کیا ارادت سپر استعاذہ
کی پناہ مین اپنے کو بچائے جاتا تھا مگر وار کرنے کی مہلت نپاتا تھا اتنے مین
تفویض تسلیم اور توکل اور قناعت نے آکر مددگاری کی توفیق
اور ہمت نے بڑھکر یاری کی تفویض کا نعرہ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ
تھا اور ان ابیات کا مضمون اوسکی راستی فہم کا گواہ تھا مثنوی

خود را بتو می سپارم و بس
کارے بخود م نماندہ زین پس

زالایش بود پاک بودیم
از ننگ وجود پاک بودیم

لطف تو بیافرید و بنواخت
بے ما ہمہ کارہای ما ساخت

کے زحمت ما و کے سبب بود
ما را نہ تمیز و نے طلب بود

ہر چیز کہ بود حاجت ما
دادی ہمہ بے لجاجت ما

جان و دل و عقل و ہوش دادی
حس و تن و چشم و گوش دادی

یلے شفقت تو بماز ما بیش	جز نیکوئی از تو نایدم پیش

تسلیم احکام ازلیہ کی تعظیم مین سرنگون تھا اوسکے نعرون کی ہیبت سے نفس کا جگر خون تھا **سعدی**

ہر چہ رود بر سرم چون تو پسندی رواست	بندہ چہ دعوی کند حکم خداوند راست

توکل نے یکبارگی بارگی ثبات کو بڑھا کر نعرہ زنان فوج اعدا مین جا کر بہت سرکشونکو کعصفٍ مّاکول کر کے خاک مین ملا دیا قلب لشکر کو ہلا دیا **شعر**

دل نے مجھے دریای پر آشوب مین ڈالا	اب جو ہو توکلتُ علی اللہ تعالےٰ

قناعت کو دیکھیے تو اشعار پند نامہ ہدایت ختامہ حضرت شیخ لطف علی فردوسی المتخلص بکرسی رحمۃ اللہ علیہ جسکا ہر شعر حرف قاف سے شروع اور حرف رای مہملہ پر تمام ہے اول سے آخر تک اسی صنعت کا التزام ہے پڑھ رہا ہے خدا توفیق عمل دے کیا اچھا کہا ہے اور اس کتاب مین جو اس صنعت کے اشعار ہین حضرت ہی کے یادگار ہین **غزل**

قطع کن آز را طمع بگذار	تا شوی بادشاہ ہفت دیار
قانعان را ہر انچہ داد خدای	کس نیابد درین دیار ای یار
قاف تا قاف در جہان گردی	خس نیابد بدست ای سیّار
قسمت خود بخود رسد بر تو	چند پوئی دمی بشکر گذار
قدر خود خم مکن بہر دونان	بہر نانی بکوچہ و بازار

قہر بر نفس کن کہ مانند باز	از تلاشش دراہم و دینار
قول گر سعی اگر کنی در گوش	روزیت چارہ مے رسد ناچار

توفیق کی زبان پر نعرۂ الا التوفیق شئ عزیز بلند اور کبھی یہ بیت بطور پند بیت

قدر خود بشناس تا خود نیستی	آمدستی از کجا و کیستی

اور ہمت کا شعار یہ تھا کہ قیمۃ المرء ہمتہٗ اور لب پر یہ گفتگو بیت

غیر حق چیند انچہ از حق خواستی	در بہائے گوہر خود کاستی

ان ثابت قدموں کی جنبش نے قیامت اوٹھائی جیدھر موںھ کیا بیٹھ دیکھنے
مین آئی نفس پر تو خوف طاری تھا لیکن ہوا جو حاوی ہوگیا تھا اطاعت
سے عاری تھا روح کیطرف سے مطمئن تھا تردد مین آیا جان بری کا چارہ جو
ہوا بہت گھبرایا اتفاقاً مطبخ معدہ مین پخت قوت لا یموت سے سوا تھی ہاضمہ
اور ماسکہ متوجہ او دھر تھے اعضاے رئیسہ سست اور حواس منتشر تھے
نفس کی گون لگ گئی بڑا سہارا ہاتھ آیا طبیعت کے لگاوے سے اخلاط
کو اوبھار کر ابخرون کو اوٹھایا کہ قلعہ دماغ کی فصیلون اور برجیون پر صعود
کرین خیال کو پراگندہ کر کر لشکر حریف پر گولہ اندازی سے راہ گریز مسدود
کرین وو ہین ابخرون نے بڑھکر کنگرون پر چڑھکر دھوان دھار تماشے
دکھلائے غبارے بھر بھر کر مارے دھوئین اوڑائے یوم تاتی السماء بدخان
مبین کے معنی قیامت کے آثار نظر آئے ہوا نے زمانہ کی ہوا بدلی اور لشکر

روح کے سر آفت کی بلی دیکھکر نعرہ کیا کہ ارادت تھک گیا ہی گرمی محنت وجانفشانی سے کلیجا پک گیا ہی اب نڈر دیکبارگی حملہ کرو دشمن مطالبہ نکالو پھنسالو

ابیات پاس آنیکا جو مقدور نہین	تیر باران کرو یہ دور نہین
مار لو یا کہ پھنسا لو اسکو	کشور دل سے نکالو اسکو
پھر تو کچھ غم ہی نہ کچھ کاہش ہی	وہی جاگیر ہی جو خواہش ہی

عساکر نفس کے اکثر فرقے جو منتشر ہو گئے تھے اس سہارے پر بہم ہو گئے جو مجروح تھے وہ بھی اس پٹی سے تازہ دم ہو گئے جو بھاگ نکلے تھے وہ بھی پھر آئے ابر سیاہ کیطرح گھر آئے لیکن دین سنبھال کر ارادت کیطرف مایل ہوئے ادھر سے شجاعان جانفشان حایل ہوئے **مثنوی**

مل گئے قطرے تو قلزم ہو گیا	لڑ گئین موجین طلاطم ہو گیا
تھا ارادت سخت پیچ و تاب مین	چار موج طبع سے گرداب مین

ارادت کو نہ جائے قرار نہ راہ فرار عجب حال ہوا **توکل و قناعت** کو لغزش تھی قدم جمانا محال ہوا ادھر **نفس** نابکار جوش مین گلگون خون پر سوار حرکت حیوانی کی باگ اوٹھائے ہوئے ہوا جس کے ہتھیار لگائے ہوئے عرصہ گاہ خاطر مین اگر دست ستم بڑھا کر رنگ اپنا دکھلانے لگا ہوا جس کی ہوا جسکو لگی غنچہ کے مانند تنگ ہو کر اوس باد سموم سے کملانے لگا **نفس** کا درمیان آنا تھا کہ انبوہ بیشمار مور و ملخ کیطرح دل پر دل قطار پر

اقطار چار طرف سے نمودار ہوا روے زمین و رنگ زمان اوس غبار کے اوٹھنے سے تیرہ و تار ہوا عقل مضطر تھا بصیرت ششدر تھا کہ الٰہی یہ رذائل ناپسندیدہ خصائل جنکی کثرت سے قیاس دنگ ہے عرصہ کائنات انکے لیے تنگ ہے کہان تھے اپنے وہم و گمان مین نام و نشان انکا تھا کس پردہ مین نہان تھے بصیرت تھوڑی دیر دم بخود رہا پھر نظر اوٹھا کر دیکھا اور یہ کہا غالب

دیدم آن ہنگامہ بیجا خوف محشر داشتم	خود ہمان شورست کاندر زیست در سر داشتم
شعر وادی حشر و صراط و باغ جنت در رہ است	زین مراحل بگذری منزل جانان سری

آرام قدم مین ہے یا عدم مین ہے قدم تو صفت خدا ہے لایزال ہے مگر خواہش عدم بندہ کے فراخور حال ہے قطعہ

ناکندہ بسلخ فنا پوست	کس در در جان جان نگنجد
از دل سوے او دریست پنہان	کانجا سگ و پاسبان نگنجد

ارادت لڑتے لڑتے ماندہ و سست ہوگیا تھا ہر قدم پر ایک ہنگامہ نیا تھا نفس کیطرف سے یاس پکارتا تھا کہ دائرہ امکان بشر سے قدم آگے نہ بڑھانا چادر سے زیادہ پانو نہ پھیلانا اپنی مجال کو دیکھو اور اس امر محال کو دیکھو حد و شد سے باہر آنا اور صحراے قدم کیطرف قدم اوٹھانا غیر ممکن اور لاحاصل ہے سایہ کو آفتاب سے ملنے کا قصد لاطائل ہے شعر

ملنا تو درکنار کہ ہے سامنا محال	بندہ جو سایہ ہے تو حقیقت ہے آفتاب

شمع سے پروانہ کا ملنا جلکر خاک ہونا ہے یہان جسے وصال کہتے ہین وہ جان کھونا ہے

غالب دل کو نیاز حسرت دیدار کر چکے	دیکھا تو ہم مین طاقت دیدار بھی نہین

ادھر سے رجا للکارتا تھا یاس ناسزا ہے لاتیئسوا من روح اللہ مژدہ جانفزا ہے صادقون کو قادر قیوم کیطرف سے مدد آتی ہے جان پڑتی ہے بے سر فوج کب لڑتی ہے آیت روح پرور ایدھم بروح منہ میرے قول کی تائید مین ہے لاتقنطوا من رحمۃ اللہ کلام مجید مین ہے حضرت مولانای روم مرحوم

نیم جان بستاند و صد جان دہد	انچہ در وہمت نیاید آن دہد

بصیرت نے پکار کر کہا رجا اپنے قول مین صادق ہے فتوی اسکا فرمان الٰہی کے موافق ہے اسکی شرافت پر اجماع اہل اسلام ہے یاس ناحق شناس لطفہ حرام ہے پھر رجا کو دعائین دیکر عجز و شکستگی کے ساتھ دونون ہاتھ اوٹھا کر بزبان عبودیت بارگاہ الوہیت مین التجا کی اس مضمون سے گذارش مدعا کی رباعی لاادری اعلم

چون عود نبود چوب بید آوردم	روی سیہ و موی سفید آوردم
چون خود گفتی کہ ناامیدی کفر است	فرمان تو کردم و امید آوردم

جب حوصلہ اپنے عجز و نقصان کو ملاحظہ کر کر پہلو تہی کرتا تھا تو ہمت جی بڑھاتا تھا دلدہی کرتا تھا کہ اپنی ناتوانی اور بیچارگی کو نہ دیکھو خود بینی کو دور کرو لطف دوست پہ نظر رکھو غیر سے نظر دو شعر

کرم شہ پہ نظر چاہیے گروہ چاہے	سگ و دربان کہین چھو سکتے ہین دامن اسکا

جب جی سے ہاتھ اوٹھایا مضیق دشواری سے نکل کر وسعت آباد آسانی کی سرحد کو پہونچے جب آپ سے گذر گئے اپنے کو چھوڑا منزل مقصد کو پہونچے شعر

حادث کو کہ تھا نیست نہین راہ قدم مین	جو تھا وہی ہو جاؤن حقیقت مری کھلجا
غالب عشرت قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا	درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا
شعر طایر رنگ ہون اوڑنا مرا متجانا ہی	لوگ ہستی جسے کہتے ہین قفس ہے مجھکو
شعر ہستی تو مثال ارگشتہ حجاب ہوی راہ	خواہی اگر جمال دوست برفگن این نقاب را

ارادت جی سے ہاتھ دھو کر بحکم فتمنوا الموت ان کنتم صادقین آمادہ مرگ ہو کر سرگرم جانفشانی ہوا نعرہ انا للہ وانا الیہ راجعون سے داعیہ نفس کا پتا پانی ہوا موت کے اختیار کر لینے سے ارمان وتمنا بے اجل مرنے لگے بشریت کے مقتضاؤن کی قضا آئی طبیعت کے تقاضے اپنے اقتضاؤن سے گذرنے لگے کنج خاطر گنج شہیدان تھا نفس افسردہ تارگستہ چاک گریبان تھا غالب

خموشی مین نہان خون گشتہ لاکھون آرزوئین ہین	چراغ مردہ ہون مین بے زبان گور غریبان کا

ارادت کو یا فرشتۂ مرگ اختیاری تھا جز پڑھنا دستکار روح کو تراثہ مبارکباد اور نفس کو نوحہ سوگواری تھا زہراب ہو کر زہرابہ اوسکی آنکھون سے بہتا تھا جب ارادت یہ کہتا تھا رباعی

جائز نہین قول نفس بدخو پہ عمل	واجب ہے کلام روح حق جو پہ عمل
آخر کو جو مرنا ہے تو اول ہی مین	ہو موتو قبل ان تموتو اپہ عمل

عقل اس گرم بیانی و آتش زبانی سے پژمردہ ہوگیا ارادت مین بالکل

ترغیب مرگ جو پائی افسردہ ہوگیا کہنے لگا معلوم ہوا اس راہ مین سراسر موت ہی

مدعا فوت ہی بصیرت نے کہا ایسا نہین ہی بلکہ پہلے نفس کشتنی ہی جب نفس

مرکر پھر زندہ ہوا تو عیش و خوشی ہی حسینی

بنیاد حیات از و بر انداز	چون مرد بزندگی رسد باز

محو کے بعد اثبات ہی موت کے بعد حیات ہی نیستی کے بعد ہستی ہی ویرانہ کے

بعد بستی ہی فنا کے بعد بقا ہی اوسی منزل شناس راہ دان یعنی سیدینی نے کہا ہی بیت

گفت مردے کاندرین رہ کامل است	نیستی راہ است و ہستی منزل است

ناگاہ حضرت ظل اللہ نے ارادت کی کمک کو نزول اجلال فرمایا اشہب

شعلہ کردار برق دیدار کو چمکا کر صاعقہ خرمن اعدا پر گرایا دست حق پرست مین

تیغ دو دم صفای وقت جسکا اسم اور جوہر معنی جسکا علم اَلوَقتُ سَیفٌ

قَاطِعٌ قبضہ پر بخط نور رقم چلنے مین مرحلۂ زمین و زمان قطع کرتی دونون عالم

کی صفائی کا دم بھرتی غالب

برش تیغ کا اوسکی ہی جہان مین چرچا	قطع ہو جاے نہ سر رشتۂ ایجاد کہین

نگاہ نورانی پیکر وہ برق کہ غرب تا شرق ایک ذرہ اوسکے گرد رفتار کا

شعلۂ طور ایک شرارہ اوسکے نعل آتشبار کا بام سپہر کی بلندی اوسکے آگے

پست مسافت کون و مکان اوسکی ایک جست صحراے وجود و عدم اوسکے زیر قدم

جنبش اوسکی آرام کی جان حرکت اوسکی سکون اطمینان بقول فارس جولانگاہ فارسی
و پہلوان میدان پہلوی اسد اللہ خان غالب دہلوی **بیت**

خرامے زمقراض لا تیز تر	جما لے زالّا دلاویز تر ٭
بیت لاو الاسے بلند اوسکا خرام	اس دوراہہ سے پرے رکھتا تھا گام
جادۂ تارِ نظر زیر قدم ٭	سوئے ہستی پشت و روسوی عدم

لشکر نصرت اثر کا دل **روح** کی قوت سے دونا ہو گیا **ہمت** کا زور دہ گونہ
ہو گیا ہوُ کے نعرون سے گوش ملایک کے پردے پھٹنے لگے آسمان و زمین
کے طبقے اوُلٹنے لگے عالم علوی و سفلی تہ و بالا ہو گیا زمین و زمان کا رنگ نرالا
ہو گیا **نفس** کا رنگ فق تھا **طاقت** کا جگر شق تھا **انانیت** کو خود
فراموشی تھی **خودی** کو مدہوشی تھی **حواس** اکا ہنجہ بجیں تھا **طبع** کی چوکڑی
بھولی تھی عزرائیل **فنا** کو اپنے کام مین مشغولی تھی **ہوا** کے موُنھ پر ہوائیان
اوڑتی تھین **ہوس** کے ہوش پران تھے مقربان بارگاہ قدس اپنی گستاخی
سوال سے سرگریبان تھے اپنی خطا یاد کر کے کیا کیا شرماتے تھے جب عنقای
عالم تقدس شاہ آفاق و انفس یہ فرماتے تھے **شعر**

غرہ ہین اہل فلک اپنی سرشت پاک پر	چاہیے توبہ کرین کر کر تیمم خاک پر

زخمیون کا تو کیا حساب اسقدر کشتے ہوئے کہ خون کا دریا بہا اور لاشون
کے پشتے ہوئے کتنے سیل خون مین ڈوب گئے کتنے ترتے تھے کتنے لاشونکے تلے

دیکر مرگئے دھڑ پر دھڑ دھڑ ادھڑ گرتے تھے آب شمشیر سر سے گذر گیا جوی
خون دامن افق تک بہ گئی جسکو شفق کہتے ہین یہ لہو کا دھبا ہے نشانی قیامت تک رہگئی

شعر دیکھ کر دامن پہ اپنا خون کا شام و سحر — پنجۂ خورشید دامنگیر چرخ پیر ہے

آسمان کو دیکھنا کوتاہی نظر ہے پردہ زنگاری حجاب بصر ہے فتاح لایزال روح
بلند اقبال کا ممد و یاور تھا آسمان مطیع فرمان داور تھا رباعی

اے دل ز سپہر رو سے خود برگردان — کو ہست چو تو بحکم داور گردان
بودے اگر اختیار در دست خودش — زنہار نبودے اینچنین سرگردان

لشکر غنیم کو تاب مقابلت نہوئی پس پا ہوا ہوا اُٹھ سب کے سب بھاگے
کوئی پیچھے کوئی آگے تعاقب کرنے والے ساتھ لگے جو ہاتھ لگے وہ بے سر ہوئے
جو بچ گئے وہ ابتر ہوئے شرہ اور حرص کو قناعت نے جرعہ نوش آب
شمشیر کیا خاک گور سے سیر کیا اور حب جاہ کو اخلاص اور صدق
نے زندہ گرفتار کیا اور فتح کے بعد کوچہ ملامت مین تشہیر کر کے سنگسار کیا نظم

سب کو بے پردہ وہ ترغیب دیا کرتے ہین — جو تجھے کہتے ہین اچھا وہ برا کرتے ہین
عیب اپنے ہین نہان پردہ آرائش مین — اسلیے خرقہ کو ہم آج قبا کرتے ہین

کبر تو کبر ناہنجار رنگ لائے ہین ہوشیار بڑا بہروپ تھا وہ گرگٹ تھا تلون
اوسکا دھوپ تھا اس فن مین نفس کا شاگرد تھا عجب کے ساتھ نفس کے
گرداگرد تھا جب اپنی طرف سامان شکست دیکھا فوج روح کو غالب اور

چہرہ دست دیکھا ایک روغن عجب کے چہرہ پر ملدیا اور خود تواضع کی
وضع پر بھیس بدل کر دایرہ فوج سے نکل کر چلدیا خناس کا کلیجا پھکارو لعنت
لعنت کی ماروں سے چور ہو گیا اپنے ذریات خبیثہ کو لیکر کافور ہو گیا نفس
پر جوادبار آیا فرار پر قرار آیا مضطر و بیحواس ہونٹھوں پر پھپھڑیاں موہنہ اوداس
کوئی آس نہ پاس نہ وہ فوج بے قیاس نہ ہوا خناس کئی دن کے رفیق
بھوکھ اور پیاس دل مین ہراس زبان پر کلمات یاس جی مین ہزار طرح کے
وسواس نہ ڈھارس نہ آس آہ زنان واشک ریزان افتان وخیزان
کسی طرف گریزان ہوا پانو لاکھ لاکھ من کے ہو گئے چلنا بارگران ہوا بھاگتے
بھاگتے بالآخر بچی کسی طرح جان سلامت بچی لشکر نفس کا علم نگونسار ہوا
جہل فرار ہوا علم نے اوسکے متعاقب مصداق فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ
گھوڑے کو ڈپٹا کر آغوش کمند مین لپٹا کر کھینچ لینے کی تیاری کی مگر وہ اسطرح
نظر سے غائب ہو گیا جیسے روشنی مین تاریکی بیت

نور ظلمت سے مقابل ہو گیا	علم آیا جہل باطل ہو گیا

غازیان فتح نشان نے سرزمین حیوانیت تک کہ نفس کی ملک موروثی
اور وجہ معاش تھی جاے بود و باش تھی تاخت کر کر اسباب انانیت کو
تاراج کیا مقتولان بے سروپا کو گور وکفن کا محتاج کیا **مثنوی**

نفس کو ڈھونڈھا تو نہ پایا کہین	نقش قدم تک نظر آیا نہین

سنیے ذرا نفس کا اب حال زار
جاتا تھا بھاگا ہوا وہ دردمند
دیر نگذری تھی کہ باقی سپاہ
تب تو ہوا قصد حصار دماغ
قلعے میں داخل ہوا ازار و نزاک
خفیہ وہاں تو متحصن تھا وہ
لوٹے یہاں غازیوں نے ساز و رخت
شحنۂ غیرت نے رہ شرم سے
ساز امارت ہوا غارت تمام
حکم ہوا جو کہ خبر لائیگا

اوس سے جو برگشتہ ہوا روزگار
مل گئے بھاگے ہوئے اشخاص چند
جمع ہوئی آکے بحال تباہ
داغ مصیبت نے دکھایا چراغ
نشا کے بعد آتا ہو جیسے خمار
جنبش نبض تپ ہنر میں تھا وہ
تخت بھی واژون ہوا مانند بخت
آگ لگادی نفس گرم سے
کھد گئی بنیاد عمارت تمام
نفس کی انعام بہت پائیگا

علمداروں نے اعلام کرامت کو زمین استقامت میں نصب کیا علے الخصوص علم نے اپنے نشان کو دلیل روشن کیطرح قائم کر کر انکشاف کا پھریرا کھولدیا علم نصرت نسیم انفاس باد آورد زبان پرچم سے زمزمہ سنج سلونی ما فوق العرش تھا پھریرے کا سایہ نور کا فرش تھا ہوای موافق کی سازگاری سے پھریرے اوڑتے تھے ساز طرب میں خوشی کے لہرے اوڑتے تھے فتح و ظفر نے اکر تہنیت کے نقارے بجائے اقبال و سعادت مبارکبادی کو آئے

مثنوی

دولت دارین غنیمت ہوئی	دل کی غنا مفت عزیمت ہوئی
فقر کا گنجینہ ملا بے حساب	گوہر مخزونہ اجر و ثواب

لشکر روح سے کوئی مجروح نتھا گو پہلے حال زبون ہوا تھا صرف ندامت کو چوٹ تھی اور حسرت و آرزو کا البتہ خون ہوا تھا شعر

خون گشتہ حسرت تون ہے عدو پہ یون چیرہ دست	صوفی مدد ہے مجھکو شہیدونکی روح کی

شکر نے بولے مرحبا گوئی مین لحن عرب مترنم ہو کر متبسم ہو کر لعل و گوہر نذر کیے قدر دانی نے باشارہ شاہ دامن قبول مین لیے خلوص و وفا نے مبارکبادی کی نذرین گذرانین سلامت حال پر زر و جواہر نثار ہوئے مسکینون اور محتاجون کی بن آئی افلاس اور احتیاج مستغنی اور مالدار ہوئے صلائے بخشش کا رواج اسقدر عام ہوا کہ محتاجی کا تونگری نام ہوا فقیر اپنے کاسۂ گدائی پر جمشید سے زیادہ مست رہنے لگے اوسی دن سے فقیر کو شاہ کہنے لگے اور فوج کے ہر سردار کو اور ہر پیادہ اور سوار کو لایق حال موافق کمال انعام ملے منصب و جاگیر مناسب نشان و مراتب اور خلعت اکرام ملے مثنوی

وقت آکے لگا خوشی منانے	بجنے لگے دل کے شادیانے
اور باد مراد کے پونیے	تھے ساز و رخت کے بجنیے
مطرب کی قدر جا بجا تھی	مستون کی صدا بجا بجا تھی
ہر سمت نواے دل نوازی	بزم طرب و ترانہ سازی

اور شکر حضور شاہ بے رنج	تھا تار نفس میں زمزمہ سنج
تھا نغمہ پردۂ عمل حمد	یارب لک الثناء و الحمد

قلعہ فتح کرنا مجاہدوں کا قلع قمع مفسدوں کا اور اس غزال وحشی کو صید کرنا یعنی نفس کو قید کرنا قطعہ

پھر بیسویں برس اسے لکھنے لگا ہوں میں	ڈالا ہے غم میں دل کو مرے اس کتاب نے
افسوس میرے دل میں یہ حسرت ہی رہ گئی	دیکھا نہ اسکو غالب والا جناب نے
یاں تک میں لکھ چکا تھا کہ وہ کوچ کر گئے	پھیری سمند عزم کی باگ انقلاب نے
دل کو مگر خیال لگا تھا کہ اندنوں	قصہ وہی شروع کیا فکر خواب نے

شاہ الفاظ سپاہ ناطقہ کہ فرمانروائے ہندوستان بزور تیغ زبان قلعہ کشائے کشور بیان ہے دارائے جہان آرائے برمح رونق افزائے بزم حضور تھا جلسہ انبساط و سرور تھا کہ طلب جو رفیق و ندیم تھا وطن سے ساتھ آیا تھا یار قدیم تھا صبح صادق کے وقت حزن و درد کے ساتھ حاضر انجمن ہوا اور بجای مبارکباد تار رگ جان میں اس ترانہ کا اشتیاق سے زخمہ زن ہوا رباعی

قدسی بدلت ہواے کام ست ہنوز	خوناب جگر بر تو حرام ست ہنوز
آسودہ دلے تہمت عشق مشو	بر آب مزن کوزہ کہ خام ست ہنوز

بادشاہ نے متنبہ ہو کر وزیر کو یاد فرمایا جب وہ آیا تو ارشاد فرمایا کہ نفس مقہور کا

کچھ سراغ ونشان ہی شکست اوٹھاکر کیدھر بھاگا کہان ہی اوسنے کہا جہان پناہ
الغیب عند اللہ لیکن مجھکو **قیاس** سے معلوم ہوا ہی کہ حصار دماغ
مین قلعہ گیر وہ مغموم ہوا ہی شاہ نے **بصیرت** کو تحقیقات کا حکم دیا اوسنے
فکر و فراست سے کام لیا تامل کے بعد ظاہر کیا کہ واقعی **نفس**
حصار دماغ مین قلعہ بند ہی نغمہ طرب کی جگہ صدائے آہ و نالہ بلند ہی نہ وہ
صحبت ہی نہ وہ ساقی ہی نشا اوڑ گیا خمار باقی ہی تھوڑے لوگ ہمراہ ہین
وہ بھی خستہ حال و شکستہ بال و پریشان و تباہ ہین اور **نفس** کثرت
مجاہدہ و ریاضت سے ضعیف ہوگیا ہی کسافت زائل ہوگئی ہی لطیف ہوگیا
ہی رطوبت مفروشہ بستر ہی زانوے حسرت بالش سر ہی حرارت غریزی جو
اوسکی پرانی آشنا ہی گرمجوشی سے اوٹھاتی ہی ادہر اودھر پھراتی ہی اوسکے
اوبھارنے سے جب قلعہ کی برجیون پر آتا ہی انانیت کا جلوہ دکھاتا ہی **خیال**
کو تعجب ہوتا ہی **وہم** کو تذبذب ہوتا ہی ساکنان اطراف دماغ کہ بارگاہ
شاہنشاہ تک اونکو راہ نہین صفات ذات بابرکات سے آگاہ نہین
اوسکو دیکھکر **وہم** کی غلط فہمی سے مغالطہ مین نہ آئین **روح** سمجھکر کہین مطیع نہو جائین
تو داغ مصیبت پھر تازہ ہی وہی خس وخاشاک پیش دروازہ ہی یہان
حرارت جب آگ لگاتی ہی تنجیر باطن مین روشن ہوجاتی ہی تو گمان ہوتا
ہی کہ نور ہی جسکو سکر و مستی جانتا ہی وہ زعم اور غرور ہی یہ بلندی عین پستی ہی جسکو

حضور سمجھا ہی وہ پیند اہستی ہی بقول واقف اسرار خواجہ عطار بیت

عجب در ہمہ زان غرور ترا لیسوز		حاضر از لفقسے حضور ترا لیسوز

جب یہ زمزمۂ ہوش ربا گوش ہوش مین آیا دریای قہاری جوش مین آیا حکم ہوا موکبۂ کواکب کوکبہ اسیوقت روانہ ہو دیر ذرا نہو وزیر بے نظیر نے دم صبح کوچ کی ٹھہرائی فوج ظفر موج لہرائی شادیانے بجتے ہوئے فتح کے نقارے گرجتے ہوئے پیادہ وسوار مسلح تیار کہ مبادا کچھ فتور راہ مین ہو نفس مکر و فریب کے ساتھ کمین گاہ مین ہو تلوارین تولے ہوئے علمداران نصرت نشان نشانون کے پھریرے کھولے ہوئے بیت

نوائے عزیمت برافراختند		بفتح وظفر سوے وی تاختند

جب قریب پہونچے قلعہ کی کھائی آب رطوبت سے لبریز پائی کوئی کہتا تھا باگین ڈھیلی کر دیجیے خندق مین گھوڑے ڈال دیجیے کوئی بولا یہ کیا ضرور ہی جست کر جائیے کتنی دور ہی کوئی کہنے لگا ابھی میرا گھوڑا اڑ جاتا ہی کسی نے کہا مجھے تیرنا آتا ہی عقل نے ان تجویزونکو مناسب نجانا کہنے لگا کہ مین نے مانا سوار چالاک ہی پیادہ بے باک ہی مگر یہ پانی ناپاک ہی یہان تو جوانونکے اشارے اومنگونکو ابھار رہے تھے حوصلے جوش مار رہے تھے کہ آہنین فوج ملخ کے مانند سر پر پھیلی ہوئی نظر آئین اوپر سے قلعہ والون نے سپر بے صبر کے مانند بلائین برسائین توپون کی آواز مین رعد کا کڑکا تھا قیامت کا دھڑکا تھا گولے اوگلے

صاعقۂ شعلہ بیز بارش خدنگ و غلولۂ تفنگ طوفان خیز شجاعان شیردل سرچپہ
باد ا باد کہکر جانفشانی پر ٹوٹ گئے مگر **عقل** مصلحت اندیش کے ردوکد سے
مقام زد سے ہٹ گئے دو چھپرے پڑ گئے نشان گڑ گئے خندق کے پار بہادرون
کے ڈیرے رہے چار طرف سے قلعہ کو گھیرے رہے رسد کی راہ بندکی کوئی
چیز جانے نہ دیتے تھے اگر چڑیا اوڑکر چلی شکار کر لیتے تھے کئی مہینہ تک فتح قلعہ کی
کچھ سبیل نہوئی کوئی تدبیر اس کام کی کفیل نہوئی آخر **توفیق** کی مدد سے ہمت
کی کد سے قبیلہ طی کے دو درویش ریاضت کیش معرفت پناہ ملک فقر کے شاہ عابد
و زاہد غازی و مجاہد فقیر وش فاقہ کش ایک کا نام **جوع** اور دوسرے کا **عطش**
اپنے مریدونکو ساتھ لیے ہوئے شبانہ روز دھاوا کیے ہوئے کئی دن کی راہ
طی کرکے گرسنۂ جنگ و تشنۂ جہاد **نفس و ہوا** کے جلاد الموت الموت کہتے ہوئے
آئے تمام زلزلہ پڑگیا ہونٹھ سوکھے اعضا سنسنائے فریاد الجوع العطش گنبد آسمان تک
پہونچی صدای الغیاث لامکان تک پہونچی **جوع** نے حقۂ آتشین اوڑائے معدہ
مین شعلے بھڑکائے **عطش** نے شیشۂ نفت روشن کیا جگر مین لگائی کام و دہن
کیطرف باگ اوٹھائی کوچہ حلق مین گرد اوڑائی مطبخ معدہ مین آگ لگ گئی
انبار خانہ دماغ کی چھت تک سلگ گئی میگزینون مین شرارے پڑے
دانہ باروت کے کھلیان مارے پڑے باروت کے صندوق توپ و بندوق کا کام
کرگئے کتنے اجل رسیدہ جل کر مر گئے کوئی مشعل افروختہ کوئی نیم سوختہ کتنے سراسیمہ و حیران

بخوف جان گوشون مین نقش دلوار ہوکر کھڑے رہ گئے توپ در نکلہ بیکار ہو گئے ہتھیار پڑے رہ گئے حرارت غریزی کا بازار سرد ہو گیا رطوبت مفروشہ کی بساط اولٹ گئی اسباب خود فروشی گرد ہو گیا کیفیات جسمانیہ جو نیچے سے اوپر کو جاتی تھین فکر کے واسطے پردہ اور نظر کے لیے غبار ہو جاتی تھین خیال کو پراگندہ کرتی تھین فہم کو گندہ کرتی تھین فی النار ہو گئین حواس کی تدبیرین بیکار ہو گئین حافظ رح

حجاب چہرہ جان میشود غبار تنم	خوشا دمی کہ ازین چہرہ پردہ برفگنم

حس مشترک پر تخبط چھا گیا دربانونکو غش آگیا خندق بھی جوش حرارت سے بے آب ہو گئی سوکھ کر سراب ہو گئی جوانان تیغ زن قلعہ شکن اندر داخل ہوئے بلا کیطرح اعدا کے سرون پر نازل ہوئے آب شمشیر کے طوفان مین کسیکو بھاگنے کی راہ نملی جزیرہ عدم کے سوا کہین پناہ نملی حصار دماغ حلقہ گرداب جیحون ہو گیا کاسہ سر حباب بحر خون ہو گیا لہو کا دریا سر و گردن تک بہ گیا نفس ناسزا بے دست و پا اکیلا رہ گیا نہ ہاتھ ستیز کے نہ پانو گریز کے نہ دوست نہ غمخوار نہ یار نہ مددگار ارادت نے پڑھکر آیت فَاَنْجَیْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ پڑھکر اسیر کر لیا طوق بگردن پابزنجیر کر لیا اور اوسی قلعہ استوار مین کسی حجرہ تنگ و تار مین محبوس کیا گرد اوسکے دایرہ کے مانند پہرا بٹھلا دیا چار طرف غازیان نامی بسر کردگی چار سردار گرامی

یعنی خوف و رجا و ندامت و صبر نیستان شجاعت کے ہزبر اپنی اپنی فوجین لیے ہوئے محاصرہ کیے ہوئے

مثنوی

قید کی اوسکے جب آئی نوبت ۔۔۔ لشکر نے اوٹھ کے بجائی نوبت
شور تکبیر فلک تک پہونچا ۔۔۔ مژدۂ فتح ملک تک پہونچا

رفقای نفس کوچہ و بازار مین دشت و کہسار مین جہان ملے جلادون نے قتل کیے کچھ لوگ بہ تبدیل ہیئت چل دیے کبر و غرور اور کسی دیس مین نکل گئے خناس وہوا جوگی کے بھیس مین نکل گئے عجب بھی عجب عیار تھا سادہ پرکار تھا برسون صورت بدلے ہوئے لشکر روح مین نہان رہا کبھی یہان کبھی وہان رہا جب بچا نا گیا حزن و درد نے سپارش کر کے جان کی امان دلوائی بندۂ احسان ہو کر انھین کی رفاقت مین عمر گنوائی آخر جسدن روح و محبت کی ملاقات ہوئی یہ مارے خوشی کے مر گیا غم سے نجات ہوئی

شعر

کھل گیا مجھسے وہ گل آج بند عہد وفا ۔۔۔ اے غم ہجر مبارک ہو تجھے شادی مرگ

دشت نوردی روح کی راہ تجرد مین اور سرگشتہ ہونا عالم تفرد مین طرح طرح کے رنج و مصایب تماشای عجایب و غرایب - لا اعلم

زین پس من و میخانہ و رندی و خرابات ۔۔۔ ہر قصہ کہ بگذشت ازین بیش مگوئید
معقول دگر از من دیوانہ مجوئید ۔۔۔ مشروع دگر با من بدکیش مگوئید.

ساحت صفحہ میدان ہو ہر رفتار قلم رم آہو ہر الفاظ غزالان رمیدہ ہین

معانی طایران پریدہ ہین **غالب**

گر خامشی سے فایدہ اخفای حال ہے	خوش ہون کہ میری بات سمجھنی محال ہے

نشید کلک شوریدہ نوا ہوے دیوانہ ہے لفظ نا آشنا معنی بیگانہ ہے خاموشی راہ بے نشان کا نشان ہے بولنے پر شطحیات کا گمان ہے مدعا عنقای اوج بے نشانی ہے عبارت سایۂ ہر عنان معانی ہے ہر نکتہ جیسے فلک خرگاہ ہے ہر کلمہ روح اللہ ہے **قطعہ**

ہے اوج طلب طور نظر سوز کہ افکار	کچھ جل گئے کچھ گم ہوئے کچھ تھک کے بکھر ہین
ہر عنان معانی کا نشان یہ ہے کہ الفاظ	ہین کچھ تو پریختہ کچھ جل گئے گرے ہین

جب نفس کشور دل سے نکل گیا عالم کا نقشہ بدل گیا طبیعت مین وارستگی و آزادی آئی میدان تجرید و تفرید کی ہوا سر مین سمائی مزاج عالی درد طلب سے بیقرار ہوا اختیار مغلوب اضطرار ہوا **مثنوی**

پانو عازم ہوئے بیابان کے	ہاتھ طالب ہوئے گریبان کے
کشش شوق روے جانان مین	لیچلے پانو کو بے جانان مین

عقل نے صبر و تحمل **قناعت و توکل** وغیرہ اوصاف حمیدہ کو لا کر قدمون پر گرایا یہ سب پانو مین زنجیر کیطرح لپٹ گئے بہت زور دکھایا پھر **عقل** نے ہاتھ باندھکر عرض کیا کہ خانمان سے ہاتھ اوٹھا کر آوارہ دشت و کہسار ہونا عافیت چھوڑ کر تکلیف مالا یطاق کا روادار ہونا عاقل پسند نہین کر سکتا بندۂ خیر طلب محکوم ادب نصیحت و پند نہین کر سکتا **غالب**

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملینگے	کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

یہ تو بڑے اُستاد کا جتایا ہوا تھا **عشق** کا پڑھایا ہوا تھا اب مانتا تھا **عقل** کو خوب پہچانتا تھا **عقل** مین آبادی ہے اور **عشق** مین بربادی **عقل** سبب عمارت ہے اور **عشق** سامان غارت **عقل** مین سیرابی ہے اور **عشق** مین بیتابی **عقل** ابر حاصل اندوز ہے اور **عشق** برق خرمن سوز **مثنوے**

عقل وسیرابی وسود اندوختن	عشق و بیتابے وحاصل سوختن
کے پسند دعشق رخت اندوختن	کار عاشق نیست غیر از سوختن
صبر بہر زاہدان باشد ہنر	عاشقان رانیست زان عیبے بتر
دانکہ صبر از غیر باید نے زدوست	نیست عاشق ہر کہ او صابر ازوست
عشق دردل شعلۂ بنہفتہ است	خواجہ عطار نیکو گفتہ است
عاقبت اندیش نبود مرد عشق	بیقرارے خواہد از تو درد عشق

استاد کی مدد ہوئی زور آزمایان ورزش گاہ **عشق** کی آمد ہوئی طپش دل نے ڈنکا بجایا **عقل** کو ہیبت سے لرزہ آیا بقول حضرت مخدوم مولانا مظفر بلخی مرحوم **شعر**

میزنم طبل جنون در ملک **عشق**	دور دور اے **عقل** از من دور دور

تسکین ہنگامۂ اضطراب دیکھکر روپوش ہوگئی **نیت** جو موجب طمانیت تھی بیہوش ہوگئی **خواجہ عطار** رح

کار عاشق اضطراری اوفتد	وان ز فرط دوستداری اوفتد

پہلوانان معرکۂ ناکامی نے کہ جہان پہلوان جذبہ کیطرف سے کمک کو آئے تھے اوس طالب حقیقت یعنی روح بلند ہمت کا پلہ کیا روکنے والون پر پلہ کیا بیت

ہوگئے مغلوب فکر وصبر وشکر ۔۔ غالب آئے درد و سوز و وجد وسکر

وحشت نے آکر طبیعت کو اوچاٹ کیا شاگردان عقل نے جو پیچ باندھا فوراً اوسکا کاٹ کیا بیتابی نے زور کرکے پانوون کو اوٹھا دیا جنون نے دست وگریبان ہو کر اپنی طرف کھینچ لیا مجردانہ راہ طلب مین گام فرسا ہوا یہ کہتا ہوا سرِ صحرا ہوا

حضرت مولانا مظفر بلخی قدس سره

عقل و خرد نگاہدار خانۂ باعمارتت ۔۔ ما و جنون عاشقی خانۂ عاشقان خراب

مدتون صحرای حیرت اور فضای بے نشانی مین راہ گم رہی راہ کیا نگاہ گم رہی لا اعلم

منم و بادیۂ حیرت و گمراہے چند ۔۔ تو عنان باز کش لے خواجہ کہ ہمراہ نہ

نہ منزل ملی نہ راہ کا نشان ملا نہ صدای جرس سنی نہ کوئی کاروان ملا آفتاب روز سیاہ دل کا داغ تھا سوز جگر شام غریبان کا چراغ تھا درد کے ہاتھ مین دل کی عنان تھی بیقراری راہبر راز دان تھی لا اعلم

عاشق ہم از اسلام خراب است وہم از کفر ۔۔ پروانہ چراغ حرم و دیر نداند شعر

عشق رکھتا ہے مرے خانۂ دل کو آباد ۔۔ شادی یافت نہین ماتم نایافت ہے

وحشی اوس میدان کے ہوش رمیدہ طایر وہان کے رنگ پریدہ نگاہ اگر کچھ چلنے سے پہلے پھر جاتی تھی اوپر جو دیکھتا تھا دستار علم گر جاتی تھی علم نے عینک کو

اپنی چوک کیا اعتراف بعجز و قصور کیا مثنوی

ہرچہ بربستم ہمہ زنار بود ہرچہ دانستم ہمہ پندار بود
ازچراغم کے دمد صبح صفا بایدم خورشید نور مصطفا

رباعی آمدم کہ دم از خویش زدم پس ماندم ہرچند کہ سر پیش زدم پس ماندم
این پای بریدہ بہ کہ در منزل دوست چندانچہ قدم پیش زدم پس ماندم

وادی نجد مین حالت وجد مین یہ غزل رنج تنہائی کی دوا تھی خاطر آشفتہ سر شوریدہ کی ہمنوا تھی

غزل حاصل ہے مہر رشک کا حرمان کہین جسے سایہ ہے وہ مرا شب ہجران کہین جسے
ہی عکس وہ مرا جسے کہتے ہین لوگ قیس میرا ہے جلوہ گاہ بیابان کہین جسے
ای رشک مہر جلوہ ترا ہے نگاہ سوز پردہ ترا ہے عارض تابان کہین جسے
غش آپ کو نہ آے تو لاؤن حضور مین وہ آینہ کہ دیدہ حیران کہین جسے
مجھکو کہ مدتون پہ قفس سے رہا ہوا صبح وطن ہے شام غریبان کہین جسے
سر سے زیادہ درد ہے اب پانون مین مرے درمان نہین ہے کوشش درمان کہین جسے
خوگر ہون مشکلون کا امید وصال مین دشوار مجھسے ہے وہی آسان کہین جسے
خوش ہے جنون سے مین کہ وہ کرتے ہین التفات ہے صبح عید چاک گریبان کہین جسے
ہونگے گھڑی کے چہرے کے مانند منفعل بیٹھے ہین لیکے وہ دل نالان کہین جسے
ہر اک اشارہ ہے سبب انقلاب دہر گردش ہے چشم یار کی دوران کہین جسے
عاشق کو قتل کرتے ہین بیتاب دیکھکر ہے یہ ترحم اونکا وہ احسان کہین جسے

مغرور مثل شیخ نہ ہو بیٹھوں اے جنون	آیا ہی پابوس کو داماں کہین جیسے
سعی طلب مین سرمہ کرون چشم شوق کا	وہ اک کف غبار بیابان کہین جیسے
جلوہ کو تیرے حشر کا کیون انتظار ہی	جلوہ ترا ہی حشر کا سامان کہین جیسے
کرغرق بحرِ عفو کہ کافی نہین مجھے	حمام گرم دوزخ سوزان کہین جیسے
وہ غم سرشت ہون کہ ہی عشرت کدہ مرا	اوس سے پرے کہ روضۂ رضوان کہین جیسے
صوفی بتائے منزل جانان کی راہ کون	اب چپ ہی وہ جرس فسِ نالان کہین جیسے

ایک دن اوسی عالم حیرانی مین عقل کا خیال گذرا کہ خدا جانے میری جدائی مین اوسپ کیا حال گذرا ناگاہ ایک شخص کو دیکھا حیرت زدہ بے حواس رنگ باختہ چہرہ اوداس فرشِ زمین بستر بدن پر خاکستر دیکھا تو وزیر ہی راہ کا رفیق کوے وفا کا فقیر ہی خاک سے اوٹھایا گلے سے لگایا پوچھا کیا حال ہی کہا درد مفارقت سے جینا وبال ہی قطعہ

کشف ہوتا ہی انھین گور و قیامت کا حال	ہین ترے عاشق مہجور کرامت والے
دیکھتے ہین ترے کوچہ مین ہم اپنے سر سے	جو کہ دیکھینگے قیامت مین قیامت والے

اگر عرض قبول ہو کہوں سایہ کیطرح قدموں کے تلے رہوں پھر کبھی جدا نہوں شاہ تقاضائی وفا سے ناچار ہوا یار کے ساتھ ہاتھ مین ہاتھ گرم رفتار ہوا اپنے کشتہ جدائی کی جانفزائی کی جی بہلانے کے لیے عشق کی کہانی شروع کی صنعت تلوین مین یہ مثنوی ذوبحرین سنانی شروع کی مثنوی

حسن کا جلوہ حجت حق ہی	آینہ دار قدرت حق ہی

دل تو ہی بندہ کیون نہو مائل — صاحب دیدہ کیون نہین ہے دل
ذائقہ بوجھے جسنے چکھا ہے — غیرت حق نے پردہ رکھا ہے
رہتے ہین اوسکی چاہ مین بندے — خاک ہین اوسکی راہ مین بندے
رہبر دل ہے نسبت باطن — لاتی ہے اوسکو کھینچکر اکدن
مقتبس اوسکے نور کے مہوش — ذرہ ہین اوسکے حسن کے دلکش
شہد کی مکھی چپٹی ہے جب گل — کیون نہ ہنستی ہو شمع پر بلبل
شمع سے مطلب اک بت ہندو — اور ہے بلبل ایک کلمہ گو
تھا کوئی مہوش آفت دوران — مہر و مہ اوسکے حسن کے قربان
رشک شکر تھے وہ لب خندان — برق کو ہنستے گوہر دندان
غمزہ شوخ نرگس فتان — فتنہ دین و رہزن ایمان
حسن کا جلوہ طور کی صورت — تھا ہمہ تن وہ نور کی صورت
بیٹھتا جب وہ اپنی دکان پر — قیمت دل تھا عشوہ دلبر
سیکڑون اوسکے بستہ گیسو — سیکڑون اوسکے کشتہ ابرو
جب وہ اوٹھے تو ساتھ ہون شیدا — پانو رکھے تو چشم ہو پیدا
حیرتی ایک اوس آینہ رو کا — کشتہ ناز عربدہ جو تھا
مومن پاک و صاحب دین تھا — عاشق صادق اوس بت چین کا
طالب جلوہ بیدل و مضطر — رہتا تھا بیٹھا اوسکی دکان پر

ولولہ اوسکے دل مین جب آتا	یہ غزل اپنے جوش مین گاتا

غزل

یار کا چہرہ غیرت گل ہے	آنکھ بھی رشک ساغر مل ہے
اپنے مین ہمنے ڈوب کے دیکھا	قطرہ مین دجلہ جزو مین کل ہے
کوچہ مین اوسکے حشر ہے برپا	قتل کا میرے شور ہے غل ہے
اپنے سے گذرے تو اوسے پائے	کہتے ہین جسکو موت وہ پل ہے
سر پہ ہے پگڑی پیچ کی اہا	سبحہ و خرقہ دام ہے جل ہے
قلقل شیشہ بزم مین میرے	کشتہ غم کا آپ کے قل ہے
داغ تو دل کے جلتے ہین صوتے	شمع گر اپنے قبر کی گل ہے
تب ہوئی ناگہ آفت جان کو	موت نے لوٹا اوسکی دکان کو
لوگون نے اوسکو پیٹ کے رو کے	گنگ مین لاکے خوب سا دھو کے
سوختہ کر کے آب مین ڈالا	خلق کے دل کو تاب مین ڈالا
عاشق خستہ ساتھ تھا اوسکے	کیونکہ دل اوسکا ہاتھ تھا اوسکے
تھا کھڑا اندہ آہ کی صورت	غمزدہ محو عالم حسرت
پکڑے تھا اک وہ نخل کی ڈالی	سکتہ مین مثل صورت قالی
پھر لگے آنے گھر کو جو ہمدم	اوسکو جو دیکھا آپ مین تھا گم
دی بہت اوسکو لوگون نے تسکین	وونہی چپ تھا عاشق مسکین

آہ تو کیا ہی دم نہین مارا	ہو گیا کشتہ جل کے وہ پارا
بیٹے کے غم مین باپ تھا گریان	رو کے وہ بولا با دل بریان
مرضی حق سے کسکو ہی چارہ	موت سے کب ہی جنگ کا یارا
لیتے ہین ہم بھی اشک کو تھام آب	آپ بھی لیوین صبر سے کام اب
مر گیا جو وہ پھر نہین آتا	دینے سے جی کے جی نہین جاتا
کیا کرے کوئی سوگ مین رہکر	آئیے چلیے گھر کو یہ کہکر
ہاتھ کو پکڑا اور جو کھینچا	تو اوسے پایا راکھ کا تودا
عمر کو صوفی آپ نے کھویا	خاک ہو کر ہو یار کے جویا
سن چکے حال عاشق فانی	خاک ہو یا ہو شرم سے پانی

عقل تو بقول شخصے **شعر**

عقل را با عشق زور پنجہ نیست	احتمال از ناتوانے میکند

عشق کا مغلوب ہو چکا تھا دل دکھنے کی لذت سے واقف خوب ہو چکا تھا افسانۂ عشق نے دل مین بہت اثر کیا زخم جگر مین کار نشتر کیا عین بیقراری مین قرار آیا بیتابی نے تسکین کا عالم دکھایا **شعر**

خوگر رنج ہو گیا غم ہی مری غذا ہی اب	خون جگر شراب ہی مست ہو نہین مزا ہی اب

روح نے جو **عقل** کو محظوظ و خرسند پایا عاشق نے ناصح کو ہمراز و دردمند پایا کہنے لگا مفہومات عشق مدرکات **عقل** سے بالا ہین افسانے اسکے حیرت افزا ہین

مصور عشق عاشق کی لوح کو دھو کر معشوق کا نقشہ نقش کرتا ہے یہ وہ صباغ ہے کہ
عاشق میں معشوق کا رنگ بھرتا ہے عشق یکرنگی طالب و مطلوب ہے میرے دعوے کی دلیل
اَلعِشقُ نَارٌ یُحرِقُ مَا سِوَی المَحبُوب ہے بیت

عشق وہ آگ ہے کہ پاک کرے	غیر محبوب سبکو خاک کرے

الغرض اوس پروانۂ جان سوختہ کے ڈھیر پر ہجوم خاص و عام تھا لب پر انگشت حیرت
اور زبان پر یہ کلام تھا سعدی

ای مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز	کان سوختہ را جان شد و آواز نیامد مثنوی

ہو گیا جل کے خاک عاشق پاک	سرمۂ چشم عاشقان ہے یہ خاک
دعوی عشق رکھتے ہون جو بشر	لیکے اس سوختہ کی خاکستر
اس سے آینہ اپنا صاف کرین	دیکھین اپنے کو ترک لاف کرین
عشق بازون کی قلعی کھلتی ہے	یان حقیقت ہر اک کی تلتی ہے
مدعی کون کون صادق ہے	محک امتحان عاشق ہے
نقد دل کا عیار کھلتا ہے	قلب و خالص نظر مین تلتا ہے
مونھ سے دل جو نثار کرتے ہین	ہم تو مرنے پہ اونکے مرتے ہین
ہان وہ دعوی مین لپنے صادق ہین	کہ ہین عاشق پر اپنے عاشق ہین
دل تو آرام خواہ عیش طلب	اور عاشق زبان کا غضب
دل تو کچھ اور ہے زبان کچھ اور	نہین اخلاص یہ نفاق کا طور

خواہش ننگ و نام رکھتے ہین
عاشق اس سے بھی کام رکھتے ہین

نام ہے عاشقی مین بدنامی
کام ہے بیدلون کا ناکامی

نامرادی مراد عاشق ہے
جنگ با خود جہاد عاشق ہے

نام ناموس سے ہے عشق کو ننگ
عافیت کا ہے اسمین عرصہ تنگ

جان و دنیا ہے اس گلی مین کمال
یہ وہ مذہب ہے جسمین خون ہے حلال

جان پر کھیلنے سے جی ہارے
عشق بازی بھی کھیل ہے بارے

عشق مین شرط ہے دل پر درد
مرد میدان نہین یہان ہر مرد

چشم تر رنگ زرد خشکی لب
عشق کی ہین علامتین یہ سب

آبرو آشکار ہونے مین
سرخروئی ہے خون رونے مین

پائے مطلب جو آپکو کھوئے
یار تک پہونچے جب گم ہوئے

پیشہ عشق بوالہوس سے نہو
کام پروانہ کا مگس سے نہو

جان پر کھیلے آپ کو مارے
شرط بازی کی جیتے جب ہارے

مر ہی جانا ہے زندگی اسمین
موت ہے آہ جیتے جی اسمین

شرط ہے خوگری بلا کی ہو
جور دلدار کا نشا کی ہو

ٹھہرے اس آگ پر دل بیتاب
کیمیا ہے جو کشتہ ہو سیماب

خوش رہے جسطرح سے یار رکھے
طبع کو روکے جی کو مار رکھے

شرط عاشق ہے احتمال جفا
نہین عاشق کرے جو ترک وفا

سوز سے عشق ساز رکھتا ہے
دل جلون سے نیاز رکھتا ہے

جس سے گرم تپاک ہوتا ہے
جل کے وہ دم مین خاک ہوتا ہے

اس کا عالم جہان سے باہر
اسکی باتین بیان سے باہر

اس نمک کا اگر مزا پوچھو
دہن زخم سے ذرا پوچھو

جل رہے ہین بان پر آہ نہین
دل مین گھٹتے ہین اُف کو راہ نہین

کیا حلاوت ہے اسمین کچھ یارب
غم یہ کھاتے ہین اور بند ہین لب

گھونٹ خون جگر کے پیتے ہین
اشک آنکھون مین بھر کے پیتے ہین

جل بجھین پر فغان بلند نہو
راکھ ہون پر دھنوان بلند نہو

جان ہو فرسودہ یہ وہ ہے منزل
جرس اس کاروان کا نالہ دل

جی سے اس رہ مین گذرتے ہین
جان پر پہلے پانو دھرتے ہین

پانو سے کب یہ کام آتا ہے
راہ الفت مین سر ہی جاتا ہے

مثل گیسو الجھ کے اور بھی آہ
قطع ہونے سے بڑھتی ہے یہ راہ

عشق ہے اور دیدہ نمناک
عشق ہے اور خاطر غمناک

عاشق اسکے ہین بندہ احسان
ہے یہ مشفق تو قاصد جانان

عشق ہے ہمای کوی وصال
عشق ہے نافہ دار بوی وصال

دل مرید اور رہنما ہے عشق
پیر و مرشد ہے پیشوا ہے عشق

بیدلون کا غرض رفیق ہے عشق
بخدا ہادی طریق ہے عشق

قصہ کوتاہ وزیر و شاہ مثل مہر و ماہ طی منازل کرتے ہوئے چلے جاتے تھے کہ ایک ریگستان نظر آیا ہر ذرہ ریگ تابش آفتاب سے مہر درخشان نظر آیا دامن دشت مین جابجا مجذوبان اہل درد کہین مستان صحرا نشین کہین دیوانگان بادیہ گرد اپنے اپنے راگ مین ترانہ ریز تھے کلمات اونکے اکثر بعید الفہم اور شطح آمیز تھے باتون کا اونکے یہ طور کہ الفاظ اور مدعا اور لفظ و معنی غیر کبھی ثنا خوان حرم کبھی مداح دیر اصطلاحین اونکی عجیب عجیب نادر و غریب محتاج تاویل بظاہر فضول حکم اونکا یہ کہ لا حرج لہا و لا قول بیگانگی عبارت سدراہ پردہ نشینان مطالب بقول غالب شعر

بکے جاتا ہون جنون مین کیا کیا	کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

کوئی جی ہی جی مین کچھ باتین گڑھ رہا تھا کوئی مستی مین با آواز بلند یہ اشعار پڑھ رہا تھا قطعہ

خودی آزار مہلک تھی کہا مے پی کہ دارو ہے	عمل پیر مغان کا ہے شریعت پر حقیقت مین
مجھے کہتا ہے سودائی نہین رکھتا خبر اپنی	اگر ناصح نہین دیوانہ کیون ہے قید ملت مین

کوئی کہتا تھا قطعہ

شیخ کی صحبت سے اس نوبت کو پہونچے ہین اب	توڑتے ہین دیر مین بتخانہ ہم پندار کا
صلح کر دے ای حقیقت تو ہی اگر درمیان	بڑھ گیا ہے حد سے جھگڑا کافر و دیندار کا
ذات مطلق کی پرستش ہوتی ہے ہر رنگ مین	بندگی کی قید ہے یہ باندھنا زنار کا

ایک طرف میر فسون صاحب کہ آخر عمر مین مجذوب ہو گئے تھے اللہ کی یاد مین تانین اوڑا رہے تھے اپنی دھن مین یہ غزل گا رہے تھے غزل

کیا ٹھکانا ہی کہ جب گم ہو تو ملتا تو ہی   بن کے اندھا تجھے دیکھے وہ تماشا تو ہی
ملے بے مول جو گاہک کو وہ سودا تو ہی   یار گاہک ہی ترے مہنگے ہین سستا تو ہی
ہم تو ایسے ہین کہ جو جان کے کرتے ہین گناہ   تجھکو غصہ بھی نہین اتنا ہی ایسا تو ہی

کسی دیوانہ کا شاہد سخن شمہت معنی سے پاک کوئی مست الست لاف زنی مین بیباک مثنوی سے

ہر طرف یہ ظہور اوسی کا ہی   دیدۂ و دل مین نور اوسی کا ہی
اوسکا جلوہ ہر ایک رنگ مین ہی   آب گوہر مین تاب سنگ مین ہی
پرتو جلوہ اش وجود ہمہ   از ظہورش بود نمود ہمہ
شمع دیر و حرم ہی نور اوس کا   یان بھی ہی وان بھی ہی ظہور اوس کا
وہی ہر سو ہی مست جلوۂ ناز   ہی حقیقت کا اک نقاب مجاز
شاہد معنوی ہی جلوہ فروش   پس ہی صورت کے پردہ مین روپوش
لفظ باغ بہار معنی ہے   صورت آیینہ دار معنی ہے
رنگ اوسکا ہی گل مین بو اوسکی   بلبلون کو ہی آرزو اوسکی
بس اوسی کی تلاش ہر سو ہی   فاختہ کی زبان پہ کوکو ہی
شمع کا روشن اوس سے کاشانہ   ہے پتنگا اوسی پہ پروانہ
آتش گل کو گرم تاب کیا   اوس نے بلبل کا دل کباب کیا
حسن لیلی تو ایک افسون تھا   بخدا قیس اوسی کا مجنون تھا

جلوہ مہوشان ہی راہمون	سارے عاشق اوسکے ہین مفتون
قافلہ اونکا دور جاتا ہے	سلسلہ اونکا دور جاتا ہے
اوستاد ازل کی صنعت ہی	ان بتون مین خدا کی قدرت ہی
صورت اک یادگار مانی ہی	نقش نقاش کی نشانی ہی
طایر دل ہی بس اوسی کا شکار	دام و دانہ ہی خط و خال نگار
اوسکی ناوک کا جی نشانہ ہی	نگہ یار کا بہانہ ہے

روح نے عقل سے کہا یہ لوگ خمخانہ وحدت سے ایک جرعہ پیکر بیخود ہو رہے ہین انہی حالتون مین مگن ہو رہے ہین پھر حضرت شیخ حسین بلخی فردوسی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار پھر بار پڑھکر متنبہ ہوئے آگے کو متوجہ ہوئے نظم

ازان جامیکہ از ساقی روان در کار می بینم	برآن بادہ ہمہ سوئے سرود ستار می بینم
بدور چشم میگونت رواجی نیست تقوی را	قماش زہد ہر سوئے درین بازار می بینم
حسین از سر برون افگن ہمہ پندار زہد خود را	کہ در توبہ ہر سوئے دو صد زنار می بینم

جاتے جاتے ایک دامن کہسار مین پہونچے کہ ایک طرف کوہ پرشکوہ اور ایک جانب غار عمیق تھا بیچ مین رستہ دقیق تھا عقل تو سن تمیز کو بہو نچکر بالغ ہو چکا تھا الفیض صحبت روح عالم تجرد مین بند تعلق سے فارغ ہو چکا تھا ذرا تامل کیا پھر پہچان کر کہدیا کہ یہ کوہ امن اور وہ غار یاس ہی فکر سیاہ منزل شناس ہی بحکم توفیق نگہبانی کے لیے خوف و رجا داہنے بائین ہو لیے جب امن کیطرف جھکتے تو خوف

جو اودھر تھا یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ کہکر آگاہ کرتا اور جب پاس
کی جانب لغزش ہوتی تو رجا جو اوسطرف تھا لاتقنطوا من رحمۃ اللہ
سناکر روبراہ کرتا سرکوہ پر آسایش طلبون کا ہنگامہ طرب خیز تھا ساز
احوال اونکا یون شور انگیز تھا لاعلم

عاقبت کی خبر خدا جانے	اب تو آرام سے گذرتی ہے

دہن غار سے یہ آواز آتی تھی ناامیدی اپنا حال سناتی تھی شعر

ہم فرش زمین پر ہین وہ عرش برین پر ہین	ہم جا نہین سکتے ہین وہ آنہین سکتے ہین

جب اوس کوچہ تنگ سے نکلے تو ایک جنگل مین پہونچے درخت اوسکے خودرو پہول
خوش رنگ مگر پہل تلخ اور بدبو وہ جنگل موسوم بہ جنگل رسوم تھا عاقلون کے لیے
مدرسہ تحصیل علوم تھا بقول استاد ادب آموز حکمت اندوز یعنی سعدی شیرین
زبان لقمان را گفتند ادب از کہ آموختی گفت از بے ادبان غالب

بازیچہ اطفال ہے دنیا مرے آگے	ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

قریب اوسکے ایک کوردہ جسکو ہر کہ و مہ قریہ عادت کہتا تھا بیچ مین تھوڑی
وسعت تھی کہ وہان بازار لگتا تھا میلا رہتا تھا عقل نے عبرت سے کہا
چشم انتباہ کھولے آگے ہولے حالت اضطراب مین رنگ باختہ بیساختہ قدم
تیز کیے جاتی تھی نقش قدم چشم غماز کی شوخی دکھلاتی تھی نظر کے بہکنے کا دل کے
اٹکنے کا تماشا تھا ہر جانب جا بجا نیا تماشا تھا کہین کچھ دھوم دھام تجگے کا

اہتمام مبارک سلامت کے غلغلے نرم و گرم گلگلے پروردگار بے نیاد کا رحم مطبوع ہر پیر و جوان بندون کے لیے ذایقہ زبان کسی طرف پھولون کے بدھیون کی بہار حماقت کے گلے کا ہار پر تکلف سہرے دوہرے تہرے اوسپر کلغی طرۂ دستار جہالت سر پر سوار ایک طرف ذکر خیر کی محفل مگر تکلفات خلاف آداب دین اوسکے شامل غالب

ہین اہل خرد کس روش خاص پہ نازان   وابستگی رسم و رہ عام بہت ہے

ہر کوئی نظر بند احاطۂ خود پسندی رسم کی تقلید رواج کی پابندی شعر

زندان مزاج کے مقید   زنجیر رواج کے مقید

کہین بزم شیون کی خاطر آشوبی ہین اور سینہ کوبی کہین مجلس ہین سوز خوانی کی جھن تان اور اوبج کی اودھیڑ بن کہین تحت لفظ پڑھنے والون کی گہر افشانی واہ واہ کہنے والون کی قدر دانی کہین قوالون کا گو ہار لاٹھی نہ تلوار ہاتھون مین ڈھولک و ستار دل کی چوٹ اندر کی مار پھر تو لوگون کا یہ حال ہوا کہ سنبھلنا محال ہوا خوب کوٹے گئے ایسے لوٹے گئے کہ سر ہے تو دستار نہین دستار کیا ایک تار نہین **ابیات**

ہر قدم پر تھی ایک بات نئی   تازہ رسم اور واردات نئی
کوئی تحقیق کی تھی غامض راہ   جادہ باریک مثل تار نگاہ
اوسپہ جاتے تھے مثل نور بصر   خطرہ پر قدم قدم پہ نظر
پھر نظر کچھ بہک جو جاتی تھی   دل کی بیزاری آڑے آتی تھی
دیکھے امواج اشک کی زنجیر   روک رکھتی نظر کو کر کے اسیر

دل کو جو زور تھا شریعت کا	بس نہ چلتا تھا کچھ طبیعت کا
رنگ ہر جا نیا جہان کا ہی	عکس طاوس آسمان کا ہی
رسم اسکے سوا نہین کچھ ہی	کہ کہین کچھ ہی اور کہین کچھ ہی

جب اوس مرحلہ کو قطع کیا ایک دوراہہ دکھلائی دیا بصیرت نے کہا یہان سے دو راستے ہین دونون منزل مقصد کو گئے ہین ایک راہ رخصت دوسری راہ عزیمت لیکن راہ رخصت بہت دور و دراز ہی گذرگاہ اوسکا صحراے مباحات و دشت جواز ہی کیا ہی صحراے پر فضا ہی موافق طبع اوسکی آب و ہوا ہی کیسا وسیع دشت ہی کیا ہی گلگشت ہی سر تا سر سبزہ زار ہی بڑی بہار ہی جیدھر دیکھو مرغزار ہی طرح طرح کے شکار ہین ہر طرف درخت سایہ دار ہر قسم کے میوے تیار جابجا چشمہ آب خوشگوار راہ بہت آسایش اور آسانی کی ہی مگر دہشت تمتع نفسانی کی ہی تمتع نفسانی نام ایک غول بد انجام اس سرزمین مین رہتا ہی کہ ہر وقت کمین مین رہتا ہی دھوکا دیکر لوگونکو بہکاتا ہی راہ بھولا کر وادی شبہت مین لیجاتا ہی اور وہان سے ہامون حرام مین کہ اوسکے ہمسرحد ہی پہونچاتا ہی اوسکے آگے ایک چھوٹا سا میدان ہی اوسکے بعد کفرستان ہی اور طریق عزیمت اگرچہ راہ صعب منزل رنج و تعب مردونکی آزمایش گاہ ہی مگر بہت نزدیک کی راہ ہی شعر

ہفت خوان طالبان یہ راہ ہی	اسمین رستم سا دلاور چاہیے

ہمت نے راہ عزیمت کو پسند کیا توفیق نے نشان تقوی بلند کیا شعر

عاشق آفتاب کو سایہ ہی ہی غنیمت اب ہے	کیون نکرے پسند دشت سقف و مکان چھاپ ہے

تھوڑی دور جاکر راستے اولجھ گئے عقل و فکر اپنے کو نادان سمجھ گئے راہین منزل کو چھپا گئے زلف خم بخم درہم و برہم پیچ در پیچ تھین مشاطۂ نگاہ اور شانۂ مژگان کی تدبیرین ہیچ تھین ہر جانب راہ کا نشان ہر طرف نقش پای روندگان ناچار اوس مقام پر توقف ہوا ہر چند وقفہ ہونے سے تاسف ہوا حیرانی تھی کہ کسطرف جائیے رہبر کی حاجت ہے کہان سے لائیے پیک نظر جیدھر گیا مایوس پھرا آخر تھک کر بستر ماندگی پر گرا مصیبت زدے خاک پر لوٹ کر کارساز بندہ نواز کی درگاہ مین مناجات کرنے لگے اسطرح عرض حاجات کرنے لگے امیر خسرو

بے بصرم نور فزایم تو باش	گم شدہ ام راہنمایم تو باش
جز تو ندارم دگر ہیچکس	اے زتو فریاد بفریاد رس

کبھی حالت اضطرار مین دعا کرتے تھے اور کبھی حلیۂ مبارک کی تصور سے التجا کرتے تھے مثنوی

یا رسول اللہ مضطر ماندہ ام	عاجز و بیچارہ و درماندہ ام
گمرہم من رہنمائی کن مرا	مردہ ام من جانفزائی کن مرا
ہستم افتادہ چو سایہ بر زمین	رحمتے یا رحمۃ للعالمین
جانفزائی کن دل افسردہ را	قم باذن اللہ بگو این مردہ را
نیست جز امید تو سرمایہ ام	در دو عالم دار زیر سایہ ام

اتنے مین ایک جوان خورشید روے مشکین موے جسکے پرتو رخسار سے وہ میدان وادی طور

نور شمیم گیسوی مشکبار سے دشت ختن ہو گیا برکت قدم سے خارستان ہر ایک گلشن ہو گیا سادہ روش آزاد منش خراباتی می پرست نشأ محبت سے مست بسرود مستانہ سرگرم ترانہ یہ شعر پڑھتا اور جھومتا اپنا قدم آپ چومتا ظہور سے

گرچہ خوردیم نسبتیست بزرگ	ذرہ آفتاب تابانیم

دور سے آتا ہوا نظر آیا مدعا نے نکلکر خوشخبری دی کہ لو مین بر آیا یہ خضر راہ ارشاد ہی اسکا نام اعتقاد ہی ادب نے بڑھکر استقبال کیا بخت سعید نے قدمون پر سر جھکا یون عرض حال کیا

شعر پر نکالے تھے قفس مین کہ گرفتار ہوئین	لے اوڑی حب وطن راہ چمن یاد نہین
شعر ہر کیدھر گلشن صبا مین آشیان گم کردہ ہون	آنکھین کھولی تھین قفس مین وہ نشان گم کردہ ہون

اوسنے کہا مین راہ واہ تو کچھ نہین جانتا چشم سخن گو کی بات نہین مانتا جادہ و منزل سے آگاہ نہین راہ کو دیکھون یہ میری راہ نہین رہبر کے قدم کو پکڑکر آنکھونکو بند کرلیا جو کہا اوسپر عمل کیا فضولی سے دور چون وچرا سے وارستہ ہون ایک مور ضعیف ہون کہ مرغ حرم کے قدمون سے وابستہ ہون میرا حال یہ ہی اور مثال یہ ہی لاا علم

مور مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد	دست در پای کبوتر زد و ناگاہ رسید

غرض اعتقاد نے ہاتھ تھام شیخ الاسلام رابطہ نام اپنے استاد عرش مقام تک پہونچایا اللہ اللہ عجب نورانی برزخ تھا کہ جسکو دیکھکر خدا یاد آیا مثنوی

سر سے پا تک تھا نور کا جلوہ	ہمہ تن شمع طور کا جلوہ
تھی حقیقت حجاب صورت مین	حسن معنی نقاب صورت مین

رابطہ نے انگشت ہدایت وزبان ارشاد سے دلالت کی کہ وہ راہ شکارگاہ لامذہبی کی ہے اور وہ خرابہ جہالت کی اور وہ بتخانہ بطالت کی اور وہ عیدت وضلالت کی اور یہ راہ سنت ہے کہ اصل شریعت ہے جادہ مسلک طریقت ہے راہبر منزل حقیقت ہے بیت

کعبۂ دل کی بس یہی ہے راہ	چل جو ہو عزم حج بیت اللہ
تمیز اس راہ کی نکہت عنبر بار سے ہے	کہ جانفزا اثر بوے زلف یار سے ہے
شعر ہر طرفی کہ بگذری عطرفشان شود ہوا	نکہت مشکبوی تو رہبر ما بسوے تو

یہ راہ اوس پیشوای عرش بارگاہ کی ہے کہ جیدھر ہو کر نکلتا تھا وہ راہ معطر ہو جاتی تھی مشتاق زیارت کو پوچھنے کی حاجت نہ تھی وہی خوشبو رہبر ہو جاتی تھی شعر

اس راہ سے کوئی گل رعنا گیا ہے آج	دامن صبا کا نکہت گل سے بھرا ہے آج

رابطہ نے خاک پاک راہ شریف کو لیکر سرمہ کردیا دیدۂ دل ودل دیدہ کو نور سے بھردیا حکیم سنائی

اودلیل تو بس تو راہ مجوی	اوزبان تو بس تو یاوہ مگوی
خاک او باش بادشاہی کن	آن او باش ہرچہ خواہی کن
ہر کہ چون خاک نیست بردر او	گر فرشتہ است خاک بر سر او

جب طریق متابعت سے آگاہ ہوئے گردن ادب جھکا کر سر کو قدم بنا کر سر براہ ہوئے رابطہ رہبر ہوا مرغ پرسوختہ کو شہپر ہوا بزور اعتقاد سرگرم سیر تھے

پای سیر جناح طیر تھے مولانا نظامی رح

قدم بر قیاس نظر میکشاد	مگر خود قدم بر نظر می نہاد

اگرچہ ہر ہر قدم پر سختی جانکاہ تھی نمونۂ عقوبت دوزخ صعوبت راہ تھی مگر جب نسیم عنبر شمیم رایحہ روح پرور لاتی تھی دل و دماغ مین قوت تازہ آتی تھی شعر

دارے دم روح افزا ہمچون نفس عیسی	اے باد سحرگاہی از کوے کہ می آئی

چلتے چلتے ایک ایسے دشت جگرتاب بے آب مین گذر ہوا کہ لب خشک آب دیدہ سے تر ہوا مسکن حرارت قلب خون جگر ہوا دونون طرف بیابان ہولناک او سمین رہزنان سفاک بیچ مین جادۂ تحقیق محتاج موشگافی تدقیق موقوف رہبری توفیق گھات مین قطاع الطریق رابطہ نے کہا یہ عقائد کا مرحلہ ہی بطلان نام یہ بیابان ہے بلا ہی بائین طرف سات سو رہزن جان کے دشمن قبلہ سے منحرف طور ہر ایک کا جداگانہ وضع مختلف اور داہنی طرف بہتر ڈاکو غیرت چنگیز خان و رشک ہلاکو کہ لباس اہل اسلام رکھتے ہین جبر و قدر و اعتزال وغیرہ نام رکھتے ہین شعر

پڑا ہی پیچ کیا کاکل معشوق مطلب کا	بنا ہی سلسلہ ہر تار زلف اک قید مذہب کا

مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ نے اسی مقام کی طرف اشارت کی ہی اپنے کشف سے عبارت کی ہی بیت

ہفصد و ہفتاد ملت دیدہ ام	ہمچو سبزہ بار ہا روئیدہ ام

سر جادۂ سنت سے نہ اوٹھانا عقل کو نہ لگانا یہان تیغ بے نیازی علم ہی جو سر اوٹھاوہ قلم ہی

بیت تیغ غیرت ہست اینجا آختہ		ہر کہ پیدا شد سرش انداختہ

ہر چند تفکر مین اہل نظر کو فائدہ ہی مگر جہان محل نظر نہین وہا امر زایدہ ہی بلکہ خوف ضرر ہی ہوس سود مین تلف سرمایہ کا ڈر ہی حدیث و آیت فضیلت تفکر پر دال ہی نتیجہ اوسکا علم اور گردش حال ہی مگر احاطۂ قواعد و اصول عقاید سے باہر خوض نکرے کہ گمراہی ہی حاصل اوسکا تباہی ہی اور نور براہین دینیہ اور دلایل یقینیہ کی شمع ہاتھ مین لیلے اندھون کیطرح اندھیری رات اور راہ پر آفات مین جان پر نکھیلے کہ ھُمْ فِی خَوْضٍ یَّلْعَبُوْنَ ہ بیت

فکر در دین کن مرو بیرون ازین		رہزنا نند لے برادر در کمین

اور جس بات پر علم ظاہر شہادت ندے معتمد نہین بے مہر ثبوت و گواہی شریعت مستند نہین تفکر کے بعد حاصل تفکر کو لے اور اسی ترازو پر تولے تو ظاہر ہو کہ یہ راست اور سنجیدہ ہی اور یہ غلط اور ناپسندیدہ ہی جو ان شرطون کے ساتھ خوض مین غرق ہو آب حیات کے حوض مین غرق ہوا اور تفکر اون میدانون مین نہ چاہیے کہ بے کیف و نا محدود ہون بلکہ اون چیزون مین چاہیے کہ محصور و معدود ہون تو اندیشہ راہ پائے اور بے ثمر و نتیجہ واپس نہ آئے تفکر آیات الٰہی مین چاہیے نہ ذات الٰہی مین کہ یہ ممنوع ہی آخر اسکا ضلالت یا حیرت یا رجوع ہی قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ہ بیت

نیست اینجا مقام در گ نظر	به که زین بگذری بترک نظر	

تفکروا فی آلاء اللہ ولا تتفکروا فی ذات اللہ مثنوی

فکر چون کردی حجاب دل شدی
درمیان تو آمدی حایل شدی

دام را آتش زن وخود کن بدرد
زانکه عنقا کس نیارد صید کرد

باد در مشت است اینجا دام را
هان نه پنداری تو عنقا نام را

اسی طرح صفات بیچون مین خوض وغور ناجایز ہی کہ عقل وفہم یہان عاجز ہی کافی ہی جو ائمہ دین سے منقول ہی باقی بحث منطقی فضول ہی مولانای روم

گر باستدلال کار دین بدے
فخر رازی راز دار دین بدی

اصنام خیالی کا بتخانہ توڑنا چاہیے آزر بت تراش کا پیشہ چھوڑنا چاہیے شعر

بت گڑھتے ہین خیال تراش وخراش مین
ہین تذکرے زبان پہ شہود و وجود کے

ملا حسینی زنہار بہ حجت قیاسی
غرہ نشوی بحق شناسی

از خود بخدا مرو بتاویل
تشبیہ مکن بوجہ تمثیل

ذاتش بصفات خویش موصوف
بے معرفت تو بود معروف

اوراچو ہمیشه او تمام است
گستاخ مرو کہ کار خام است

اے از تو گمان خلق بس دور
حلوای تو از مگس دور

مثنوی او نیاید در عبارتهای ما
برتر ہست او از اشارتہای ما

ما ورا از علم دان آن ذات را
حق مدان ایدوست معلومات را

غیر او را در حریمش بار نیست
ہیچ چشمے در خور دیدار نیست

بخشد او نورے کہ فردا مومنان
ہم بنورِ وے بہ بینندش عیان

ہیچکس بے او ورا نتوان شناخت
باید اینجا شمع خود را کشتہ ساخت

عرفت ربی بربی گواہ راستی سخن و درستی معنی ہے از روہم کی بت تراشی اور مصور خیال کی نقاشی لایعنی ہے بقول دانش گنجور گنجہ خوش کلامی خواجہ نظامیؒ

بیت کسے کز تو در تو نظارہ کند
در قبہائے بیہودہ پارہ کند

اور مسئلہ تقدیر مین بھی بحث و فکر سے حذر ہے کہ وہ معاملہ اسرار قضا و قدر ہے جیسا کہ نفس عالم محسوسات مین رہزن ہے عقل معقولات مین رہزن ہے نفس حظوظ جسمی پر مجنون اور عقل لذت علمی پر مفتون نفس کو وہان بھٹکاو اور عقل کو بہلاو اٹکاو نفس وہان فتنہ پرداز اور عقل یہان حیلہ ساز **مثنوی**

عقل بر اندازۂ خود میرود
با عصا چون کور در رہ می شود

ہر کہ از اندازۂ خود پاک شد
در طریق بے نشان چالاک شد

رہزن مرد است عقل ذوفنون
اے خوشا سرمایۂ اہل جنون

لیک عقلے کو مجرد شد ز خویش
یافت شمع از نور احمد پیش پیش

ہست امام این روش صدیق پاک
عقل را بر عتبۂ او سر بخاک

دیدہ اش بینا بنور احمدی
او امام و عقل او را مقتدے

فلسفی را چون نبود از عشق نور
عقل محض انداختش از راہ دور

ماندہ چشم از کحل عشقش بے ضیا
زانکہ ہست آن زیر پائے انبیا

القصہ اوس مقام پرخطر عقبہ مشکل گذر مین فکر متحیر ومبہوت تھا عقل کو سکوت تھا وہ جنگل تھا یا مقتل تھا ہر طرف تیر ونیزہ کا جنگل تھا کہین قد آدم سیخ کے درخت کہین نیستان کہین مغیلان یک لخت قدم گاہ تنگ راہ سخت شعر

کانٹے دونون طرف ہین گردن تک	پہلوون کو بچا کے چلیے گا

کہین غلو کی بلندی کہین تقصیر کی پستی تھی قافلے جوان رہزنون نے لوٹے تھے لاشون پر اونکے حسرت برستی تھی جس جس جگہ پر لوگ ہلاک ہوئے تھے بصیرت نے وہ سب مقام دکھلائے عبرت کی آنکھون مین آنسو نکل آئے مردم دیدہ چلائے قولہ تعالی مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ سعدی

از تو بکہ نالم کہ دگر داور نیست	وز دست تو ہیچ دست بالا تر نیست
آنرا کہ تو رہ دہی کسے گم نکند	وانرا کہ تو گم کنی کسے رہبر نیست

کچھ لوگ تصوف کے بگڑے ہوئے گرفتار بلا خود پسندی اور خود رائی سے مذاہب فاسدہ مین مبتلا اپنا بار اپنی گردن پر لیے گشتون مین دکھلائی دیے جو کتاب وسنت سے دور ہو گئے تھے اپنے زعم باطل پہ مغرور ہو گئے تھے خوشخبری ہو اونکو جو اس جادۂ راست سے چپ و راست نہ بڑھے پھر بصیرت نے یہ اشعار پڑھے

شعر ہر نگ نوح اپنا راہبر صاحب سفینہ ہو	ہمارا بار سر تکیہ ہو اپنے خواب راحت کا
شعر سر ترے علقبہ پہ جھکا تو سبکدوش ہوگئے	گلِ دستار ہوا بارِ امانت مجھکو

غزل

راہ خشکی کی بہت دور ہی دشوار بھی ہی
ہوش میرا جو ہی یہ سر پہ مرے بار بھی ہی

لیچل ای پیر مغان راہ تری سے مجھکو
آپکے نذر یہ جبہ بھی یہ دستار بھی ہی

آزمایش گہ عشاق ہی گلزار بہشت
مرغ و حلوا بھی ہی حورین بھی ہین دیدار بھی ہی

بیخودی مرشد رندان خرابات سے چاہ
حضرت شیخ مین ہستی بھی ہی پندار بھی ہی

کشتی بادہ ذرا تیز تو کرنا ساقی
صوفی غمزدہ اک کھیوے مین بیمار بھی ہی

کوئی مارا ہوا حلول کا کوئی اتحاد کا کوئی اباحت کا کوئی الحاد کا کوئی مقتول تشبیہ و تمثیل کا کوئی تنزیہ و تعطیل کا جانین اونکی روگ ہین اپنے بنے سوگ مین

شعر میری ہی صورتونسے بھرا ہی بتکدہ
ہی جو مرے گمان مین وہ مین ہون خدا نہین

جب کوئی سلوک طریقت اختیار کرے چاہیے شریعت مین قدمگاہ درست اور قدم استوار کرے کہ شریعت کی برکت سے راہ طریقت کھلتی ہی اور جب بقدم نیاز بترک دعوی سالک طریقت ہوا رفتہ رفتہ حقیقت کھلتی ہی شریعت بمنزلہ جسم اور طریقت بمشابہ دل اور حقیقت مثل جان ہی جب ان تینون منزلون سے سلامت گذرا آگے معرفت کا میدان ہی یہ مقولہ مقتدایان طریقت ہی اسپر اجماع اہل حقیقت ہی

مثنوی

طریقت بے شریعت نیست حاصل
حقیقت بے طریقت نیست واصل

بیک معنے تعلق ہر سہ دارد
کسے شان تفرقہ کردن نیارد

یہ لوگ شریعت پر ثابت نہ تھے قدم اوکھڑ گئے تخیل نفسانی وتمثل شیطانی
مین پڑ گئے عقیدے بگڑ گئے قیدی ہاویہ ہوا ہو گئے امراض قلوب انکے
لادوا ہو گئے سید حسینیؒ

در آینہ دیدہ ہوارا		گوئی کہ شناختم خدارا	

بندہ اگر بمقتضاے بشریت گناہون مین گرفتار ہو اور دل بیزار ہو اعضاو
جوارح آلودۂ معصیت ہین مگر دل بحکم بیزاری جدا ہو یہ عارضہ لایق علاج اور
قابل دوا ہو زندان گور یا میدان حشر یا حمام دوزخ اوسکا دارالشفا ہو اور اگر عقیدے
مین فساد ہو یہ بیماری دل ہو اگر زندگی مین نگئی ابد تک جان کے شامل ہو فِی
قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا یہ علت اصلاح پذیر نہین اسکی کوئی
تدبیر نہین قال امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ مَنْ تَزَهَّدَ بِغَيْرِ عِلْمٍ
فَتَزَنْدَقَ اومات کافرًا اندھا جب راہ پر چاہ مین بے عصا کش چلا کنوین مین گرا بیت

محال است سعدی کہ راہ صفا	توان رفت جز در پے مصطفا
ولہ ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی	کین رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

الغرض اوس جنگل کے بعد میدان فراخ تھا اور حظر راہ شاخ در شاخ تھا اگرچہ
راہین کئی تھین مگر سب ایک طرف کو گئی تھین صبح ہو چکی تھی کعبۂ مقصود کی راہ ظاہر
و پیدا ہوئی سمت ہویدا ہوئی قبلہ رخ ہو کر آیت اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ
فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کو پڑھا سنت کے بعد روح امام ہوا اور جماعت کے

ساتھ فرض کو پڑھا **غالب**

ہر پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود	قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہین

بعد فراغ اوس نشان پر جو رہبر نے بتا دیا تھا جسطرح پتا دیا تھا بخط مستقیم رہ نورد تھا سرمایۂ راہ اندوہ و درد تھا **شعر**

آہ ہے کہ بر آرم ز غم دوست بحسرت	آنرا بدو صد رکعت زاہد نفروشم

راہ مین چلنے والے وافر دیکھے بہت مسافر دیکھے کوئی صاحب عمامہ و عبا کوئی اہل دستار و قبا کوئی خرقہ پوش کوئی آزاد خانہ بدوش کوئی ہوشیار کوئی خود فراموش کوئی گویا کوئی خاموش کوئی آسودہ گوشۂ سلامت کوئی خونین جگر میدان ملامت کوئی مناجاتی کوئی خراباتی کوئی محزون کوئی مسرور کوئی مست کوئی مخمور کوئی ہوش مین کوئی جوش مین کوئی سست کوئی چست کوئی آہستہ رو کوئی تیز دو **شعر**

کوئی خندان کوئی گریان ہے کوئی حیران ہے	مختلف کیفیتین ہین ترے دیوانون کی

کوئی کہین حیرت مین سنگ نشان کی طرح کھڑا ہوا کوئی کہین ماندگی سے نقش قدم کے مانند پڑا ہوا کوئی عجایب راہ کے تماشا دیکھنے پر بھولا ہوا کوئی کسی رنگ پر کوئی کسی بو پر پھولا ہوا **غالب**

تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے	تیرا پتا نپائین تو ناچار کیا کرین

رفتہ رفتہ ایک ایسی منزل سخت و مشکل زیر قدم ہوئی کہ دہشت سے وجود کو آرزوی عدم ہوئی

شعر وجود سے جو دکھ تھا عدم بھی بہتر یہی تھا اچھا کہ ہم نہ ہوتے	اگر ہوئے تھے تو خاک ہوتے کہ پایمال الم نہ ہوتے

ہوش جانے لگے قدم تھرانے لگے دشوار گذار گذرگاہ تھا دم شمشیر جادۂ راہ تھا دریاے آتشین زور و شور جوش وخروش سے موجین لے رہا تھا شعلون کی زبان سے داد تعلی دے رہا تھا اوسکی ہر لہر خدا کا قہر اوسکا ہر لطمہ غضب کا تھپیڑا کشتی نہ بیڑا پار ہونے کے اسباب معدوم کنارہ نامعلوم اوسپر مثل خط موہوم ایک پل تھا باریک نہایت تاریک تمامتر آفت سراسر مخافت رستہ ناہموار کہین چڑھاو کہین اوتار برسونکی راہ ہوش ربا جانکاہ بیراہہ چلنے والے اوس پر سے دھم دھم گرتے تھے اور طوفان طلاطم مین ادھر اودھر زیر و زبر مارے پھرتے تھے اوسکی حرارت اور ہواے گرم کی شرارت سے دور دور تک زمین و زمان آتشکدہ اوسکی تبخیر سے کوہ و بیابان تپ زدہ عفونت سے دماغ گندہ حواس پراگندہ یہ حال دیکھکر زہرہ آب ہوا جگر کباب ہوا قریب تھا کہ غش آئے ہیبت سے کلیجا پھٹ جائے ناگاہ ایک نوجوان بہار شباب کا سرو روان گلشن

لباس اوسکا تقوی تھا زیور دلیل — نہ تھا اسکا محتاج گو وہ جمیل
کہ زیور کی زینت تھا اوسکا جمال — تھی آرایش اوسکی ظہور کمال
عیان عکس سے جلوہ تن کے نور — نکلتا تھا پردہ سے چھن چھن کے نور
نمایان تھا جامہ سے رنگ بدن — رنگا نور کے رنگ مین پیرہن

تاج عزت بالاے سر نقاب سبز چہرہ پر جسکی صورت سے بوے انس آتی تھی ہر ادا اوسکی تسکین ہوکر دل مین بیٹھ جاتی تھی ظاہر ہوکر کہنے لگا فضل خدا درکار ہے

اللہ یار ہے ہر اسان ہو کوئی مشکل ایسی نہین جو آسان نہو شعر

خوف دوزخ سے ہے جو دوزخ مین	بشر المومنین یاد نہین

ارحم الراحمین کے سوا سب سے آنکھین بند کر نہ کسی سے امید رکھو اور نہ کسی سے ڈرو بیت

ہان مدار از غیر حق خوف و رجا	لا تخف فاللہ خیر حافظا

پھر دفع دہشت و علاج وحشت کے لیے ہاتھ اپنا اوس مضطر کے سینہ پر ملا اور ہاتھ اوٹھا کر بر ملا یا رب سلم سلم کہتا ہوا آگے چلا اب تو نہ پانو مین لغزش ہے نہ راہ مین زلزلہ شعر

ہے مسیحائی لب جانبخش مین کیا بات ہے	تو اگر کہدے چلون سر سے دم شمشیر پر

ہاتھ اوسکا ہم پنجۂ آفتاب تھا ید بیضا کا جواب تھا آستین سے نکلنا تھا کہ وہ مقام تمام روشن ہو گیا رشک وادی ایمن ہو گیا روح نے دیکھا کہ بغیر ترتیب مقدمات عقلی اور بے تعارض دلایل نقلی کے باطن مین اثبات حق پر یقین اور اطمینان ہے بے شایبۂ شک و شبہہ پہچان لیا کہ یہ ایمان ہے پھر تو حضور کا کیا کہنا دیدہ و دل نور و سرور سے بھر گئے طرفۃ العین مین اوس مقام سے گذر گئے پلک جھپکی اور قطع مسافت ہو گئی دور ہر آفت ہو گئی شعر

آنکھون کو فرش کرکے رہ شوق دید مین	مانند نور تار نظر سے گذر گئے

جب اوس مضیق جانستان سے رہائی ہوئی ایک میدان وسیع مین سمائی ہوئی سامنے ایک باغ ندرت کا اعجوبہ قدرت کا نظر آیا وسعت مین احاطۂ نگاہ

بڑا نسیم عنبر شمیم سے اوسکے مشام جان معطر ہے جھونکا ہوا کا لخلخہ روح پرور پھولونکی خوشبو چارسو موج صبا سے لپٹکر منزلون جاتی تھی آنکھون مین طراوت دماغون مین قوت دلونمین فرحت لاتی تھی کتنا ہی مضمحل کیون نہو زاہد کا دل کیون نہو کیسا ہی افسردہ ہو فتیلہ چراغ مردہ ہو یہان کی ہوا لگے تو زندہ ہو جائے شعلۂ فروزندہ ہو جائے شعر

مشاطہ آج شانہ کش زلف یار ہے	بیوجہ کب ہوائے جہان مشکبار ہے
شعر مفرح تھی ہوای کوی یار ابخندہ آور ہے	لباس زعفرانی آج شاید زینت بر ہے

ادنی تعریف اوس باغ کی یہ ہے کہ چار دیواری اوسکی سونے اور چاندی کے اینٹونسے تھی نیکون کی ہمت کیطرح بلند اور پھاٹک کے کیواڑ ایک ایک قطعہ جواہر کے مگر دروازہ بند روح پرفتوح کو اوس گلزار پربہار کی سیر کا اشتیاق حد سے زیادہ ہوا ازبسکہ تو دیوار پرجست کرنے کا ارادہ ہوا یہ شعر پڑھا کمر قصد باندھی اور اوٹھا جیسے آندھی شعر

پہونچا بہ رنگ نکہت گل اوڑ کے یار تک	موجہ نسیم کا پر پرواز ہو گیا

حضرت ایمان دام ظلہ نے تھام لیا اور ایک آبگینہ مصفا سامنے رکھدیا فرمایا اسی مین دیکھ لو مگر دیر نہو یہ میری شہر بین ہے نام اسکا مرآت الیقین ہے اسکے مقابل جام جہان نما باطل کیونکہ وہ سحر ہے یہ اعجاز ہے یہ حقیقت ہے وہ مجاز ہے روح نے جو اوس شیشہ مین ملاحظہ فرمایا قدرت حق کا تماشا نظر آیا ملک عظیم

پر از ناز و نعیم ہر طرف خوش قطع عمارتین ہر دم تازہ بشارتین ہر مکان اسباب تجمل سے سجا جو صفت کیجیے بجا ہر قسم کی آرایش ہر طرح کی آسایش ہزار تکلف اگر چاہو بے تکلف دم بھر مین موجود اور تکلیف اگر ایک بھی ڈھونڈھو ابد الآباد تک مفقود وہان جسے عزیز کہتے ہین وہ مہمان اور مہمان کی خاطر ہی جو کچھ جی چاہے فوراً بے زبان ہلائے حاضر ہو دیر کا کام نہین نہین کا نام نہین ہان اندیشہ و فکر البتہ نہین خوشی کے چرچے تمام اور کوئی ذکر البتہ نہین زمین وہان کی مشک و زعفران کی ٹھکریون اور کنکریون کی جگہ جواہر درخشندہ پڑے کہین چھوٹے کہین بڑے مکانات بعضے نقرہ و طلا کے بعضے ایک ایک پارہ جواہر گران بہا کے و علی ہذا القیاس ہر شی تطویل کلام لاطایل ہی بہار و بوستان قابل دوستان درختان موزون خوبی انداز سے اپنے اپنے موقع پر سرفراز اور گلہاے رنگین جلوہ ناز سے لیے اپنے رنگ مین ممتاز ایک کی شوخی ایک پر غالب مگر دونون دل کے طالب غرض تماشا سراسر یا برابر انواع و اقسام کے درخت سرسبز اور لہلہے اور اون پر جانور و نکے چہچہے میوہ توڑ کر کھائیے پھر درخت مین مسلم پائیے جانور ایسے نازک کہ رغبت کی نگاہ سے دیکھیے تو گرمی نظر سے کباب ہو جائین قدرت حق کے کرشمے دکھلائین گوشت کھا کر ہڈی پھینکدے تو زندہ ہو پھر وہی پرندہ ہو ہر طرح کے طیور وحشت سے دور سراپا بہار ہمہ تن نقش و نگار اونکی ادائین محبوب صدائین مرغوب کبھی درختون پر اور کبھی ہوا مین نواسنج و عربدہ ساز ہون اور کبھی سامنے آکر کرشمہ پرداز ہون گانا سنائین رقص بے نقص دکھائین مثنوی

پپیہے نے جو اوپہا آن کی لی	تو بلبل نے اوبچ مین آن کی لی

بہارِ جلوہ و رنگینی ناز	پری ہے رقص مین طاؤس طناز
کہان پہ نقش پائے ہین پری نے	اوٹھائے ہین مگر اسکے قرینے

جب ہوا لگے موجون کے تھپیڑے ٹہنیون سے ملتے دلکش زمزمے ہو جاتے سہانے سہانے نغمے اور ترانے سننے مین آتے بیت

بہار جلوۂ احسان رب ہے	یہان کا ہر شجر ساز طرب ہے

ہر رنگ کے پھول ہر رنگ مین مقبول ہر قسم کے میوے مرادونکے پھل جنکی تعریف ہو سکے زمین مین جابجا چشمے جاری نیچے نہرین لہرین لیتین اور اوپر باد بہاری نہر با صفا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ کا دعوی کرتی اور نسیم جانفزا نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي کا دم بھرتی

بیت اب حضرت دل ذرا سنبھل جاؤ	قابو سے کہین نہ تم نکل جاؤ شعر
ایک ہے آئینۂ دل دلبر خودبین بہت	خوف ہے لے لے کوئی یا کشمکش مین ٹوٹ جائے

عورتین دلفریب بازینت و زیب حور کی صورتین نور کی مورتین چودھوین کا چاند جنکے آگے ماند اور چشمۂ آفتاب جنکے سامنے بے آب فہم رسا کی کمند اونکے بلندی وصف مین کوتاہ ہے ادنی سا نمونہ اونکے حسن کا جلوۂ مہر و ماہ ہے سر سے پانو تک جہان نظر گئی وہین ٹھہر گئی اور دل اوسکے ہمراہ ہوا دونو نگاہون مین قرارگاہ ہوا شیرین حرکات میٹھی ہر بات نازنین نازک اندام خاطرخواہ دل آرام خط و فا اونکے سرنوشت مین عصمت و عفت اونکے سرشت مین شوخ چشمی سے بری شرم سے بھری نگاہ نیچی کیے پردہ مین دل لیے لطیف و پاکیزہ نو رسیدہ و دوشیزہ اونکے نہال قامت کے اثمار ونکو کسی نے نچھوا

شاخون تک باد سحری کا گذر نہوا بیت

غنچہ لب سے صبا نہ لگی
اس ہوس کی کبھی ہوا نہ لگی

اپنے اپنے محلسراؤن مین جڑاؤ تختون پر جو سرتاسر جگمگ رہے تھے مغرق مسندون پر جنمین زرو جواہر لگے تھے ناز و انداز سے تکیہ لگائے ہوئے عروسان سج بیساختہ بنائے ہوئے بیٹھی تھین

بیٹھی ہوئین ایک جا پہ ثابت
ثابت یہ ہو گئین ثوابت
سیارے بھی اور جلوہ گر تھے
پھرتے تھے چلتے ادھر ادھر وہ
چھوٹے چھوٹے وہ ماہ پارے
افلاک پہ جسطرح ستارے

بھولے بھالے حسن و جمال والے دایۂ صبح کی آنکھون کے تارے تباشیر سحر کے شیر خوار صبح کے روئی کے گالون مین پلے ہوئے گال اونکے نظر آفتاب نے چھوئے ایسا

گورے گورے خوش رو لڑکے
ہنستے چہرے نور کے تڑکے
کبک ہو جنکی چال پر قربان
دامن دل کے گوہر غلطان
چاندسی صورت جلوۂ رحمت
ٹھنڈی ہون آنکھین دیکھ کے طلعت

پیاری پیاری باتین اشتیاقون کی ملاقاتین آلایش شہوت سے فرشتون کیطرح پاک خدمت گزاری مین چست و چالاک کام کرنے سے کام ہاتھون مین شراب ناب کے جام جو سرور زیادہ کرین راہ ہوش کشادہ کرین اور شربت خوشگوار کے پیالے آنکھون مین خنکی دلون مین راحت لانیوالے اور چاے کی قفلیان گرما گرم جن سے سینون مین گرمجوشی آئے

لطف رغبت اور رغبت لطف کا بازار زیادہ تر گرم ہوجائے لیے ہوئے خرامان مہمان نوازی کے سامان جس چیز پر خواہش ہو اور جو کچھ درکار ہے بے تکلف بے توقف تیار ہے نہ کوئی مانع جور وکے نہ کوئی مزاحم جو ٹوکے یار سے بیگانگی نہین اغیار کو پہلی نہین بیگانون کے لیے دربان ہے نام اوسکا شیطان ہے غیرت کو یہان شرم کہتے ہین کہ غیر کا نام نہ آئے اور لفظ غیر کی اضافت سننے والے کیطرف نہوجائے مثنوی

ہے پاک بدون سے شہر خوبان	یہ شہر بسا ہے بہر خوبان
ساقی مجھے جام بادہ دیدے	کچھ حوصلہ سے زیادہ دیدے
مین کوچہ یار کو چلا ہون	جو کچھ ہون برا ہون یا بھلا ہون
واعظ سر راہ ٹوکتے ہین	جنت کے خیال روکتے ہین

روح کا مزاج تو عاشقانہ تھا شمع حسن کا پروانہ تھا اون جمیلہ عور تونکو اون نظر فریب صور تونکو دیکھکر ٹھہر گیا اور کچھ عرصہ گذر گیا شعر

ہزار غنیمت اگر ہو تو ضبط ممکن ہے	پر اک حسین سے مشکل ہے روکنا دلکا

زوج ہونا روح کا محبت سے اور بحد جذبہ کامیاب ہونا جلوہ حقیقت سے

غالب مقصد ہے ناز وغمزہ وے گفتگو مین کام	چلتا نہین ہے دشنہ وخنجر کہے بغیر
ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو	بنتی نہین ہے بادہ وساغر کہے بغیر

سبحان الذی خلق الازواج کلہا خطبۂ نکاح کا سرنامہ ہے خطبہ نویس خامہ ہے خانۂ دل کی آبادی ہے نفس ناطقہ کی شادی ہے عروس طبع سے جفت ہوتا ہے نقد وصال

صفت ہوتا ہے ولادت معنی کا سامان ہے طفل مراد گوئی دم مین زیب دامان ہے دایہ
ہندوستانی ہے دہلی کی نشانی ہے خوبرو اور خوشخو ہے نام اوسکا اُردو ہے یہ پہلے ہی عرض
دے چکی ہے زبان بے چکی ہے روح تو اون حسینون کا محو جمال تھا طالب وصال تھا
معشوقون کے آئینۂ صورت مین قدرت حق کا جلوہ تھا حسن کا نظارہ لذت
روحانی کا مَن وسلویٰ تھا لب شیرین بہشت کا بے دود حلوا تھا شعر

تصویر مین ہو تو نکی پھر رہی ہین آنکھین	فانوس خیال ہے کہ میرا دل ہے

ناگاہ ایک سریر دلپذیر تخت سلیمان علیہ السلام کیطرح ہوا سے سطح زمین پر اوترا
نہایت صاف اور ستھرا یکرنگی کا تخت شیشہ سفید یک لخت نہ مرصع نہ مطلا آئینہ
کے مانند مجلا اور ایک پردہ نشین نازنین غیرت بلقیس لباس نفیس شبنم کی طرح پہنے مگر آرایش
نہ گہنے سفید و سادہ پوشاک بناوٹ اور تکلف سے پاک عالم حسن مین اوسکا شہرہ
لونڈی اوسکی مشتری و زہرہ شرم کے نقاب مین برقع کے حجاب مین ہمہ تن نہان
جسطرح جسم مین جان شعر

نزاکت سے ہے دامانِ نگہ بار	بدن ہے یا کہ جان نازنین ہے
شنوی پڑے چہرہ پہ خط تار نظر سے	کف پا سرخ ہو گلبرگ تر سے
قدم پر جا پڑے گر اوس رشک مہ کا	ملے لطف آنکھ کو نور نگہ کا

اوس تخت پر سوار انتہا کی غیرت دار غالب

ہے تیوری چڑھی ہوئی اندر نقاب کے	ہے اک شکن پڑی ہوئی طرف نقاب مین

آتے ہی روح پر عتاب کیا اسطرح خطاب کیا کہ ای بیوفا ستمگر پرجفا کچھ خبر ہے دوستی کا دعوی اور نظر جانب غیر ہے

شعر کہتے ہیں پھیرے کے مونھ پا تجھے طالب مگر
عاشق حور ہے میرا یہ طلبگار نہیں شعر

بوقت نزع وہ کہتے ہیں آکر سرہانے بالین پر
نظر کی حور پر تمنے تو کل مجھکو نہ پاؤ گے

قطعہ دم نزع مجھسے وہ چار تھے یہ کہا اشارہ چشم سے
کہ ہے مجھسے بھی کوئی حور عین مجھے آکے گئے خواب میں

غرض اپنی اپنی ہے راہ ان غم عشق پاس وفا کسے
کہ کسیکو خوف عذاب ہے کوئی ہے خیال ثواب میں

یہ کلام سنتے ہی وہ خجلت زدہ شرم سے پانی پانی ہو گیا خودی باقی نہ رہی عجب فانی ہو گیا سوا اسکے کچھ بات بن نہ آئی کہ خطا کی پھر اوس معشوقہ دلنواز نے بلاطفت سے جان تازہ عطا کی

شعر سوے جنت ہے کوئی یار سے مونھ
اسی مونھ سے نہیں عاشق ہو مونھ

روح کو کمال غیرت ہوئی اوس آشنائی نا آشنا کے اداؤں سے حیرت ہوئی مثنوی

خاموش تھا شرم اور حیا سے
حیران تھا شوخ دلربا سے

یہ کون ہے اور کہاں سے آئی
اس گل میں ہے بوی آشنائی

اوسنے کہا میں محبت غیور ہوں حیا سے معمور وفا سے مجبور ہوں سینہ مہر گنجینہ کی شیشہ محل کی مکین ہوں خلوتکدہ دل کی پردہ نشین ہوں جب وہاں آؤ گے مجھکو وہیں پاؤ گے ترک کو نہیں میرا مہر ہے غیر پر التفات کیا تو قہر ہے روح نے کہا الله اکبر

شعر مہر دو عالم قیمت خود گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

محبت نے کہا شعر

حریم عشق میں ہے صدق و پاکبازی شرط
غرض یہی ہے کہ اوٹھ جائے درمیان سے غرض

روح نے کہا شعر

روے پرنور سے اوٹھا پردہ	کہ ہے بے پردگی ترا پردہ

محبت نے کہا شعر

اپنی ہستی کے تو گمان سے اوٹھ	تو ہی پردہ ہے درمیان سے اوٹھ

روح نے کہا شعر

غیرت ہے تجھکو مجھ سے تو مجھکو نقاب سے	تجلی گراد سے مجھ پہ اوٹھائے نقاب کو
شعر تو شمع کی سدا رہے مین جل کے خاک ہون	پروانہ ہون نصیب سے مین اپنے پاک ہون

محبت نے کہا مرحبا اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ تو میرے لیے ہے اور مین تیرے لیے۔

سوال محبت نقد دل دے کہ میری قیمت ہے	جواب روح جان بھی جاے تو غنیمت ہے
س رو نمائی متاع ہستی ہے	ج جنس دیدار جب بھی سستی ہے
س ہے محبت جہان مین نام اپنا	پردۂ دل مین ہے مقام اپنا
ج مجھکو اس غم نے آج خستہ کیا	خانۂ دل کو کیون شکستہ کیا
س منظر چشم تھا پسند مجھے	پر حیا نے کیا ہے بند مجھے
ج غیر محرم ہین مردم دیدہ	دل مین آجا نظر سے پوشیدہ
س کرونگی حجلۂ عصمت ترے لیے خالی	کہ ملک مین مرے آیا ہے آج خانۂ دل
ج نہ دخل پائیگا زنہار اسمین غیر بھی	کہ غیرت اپنی ہے دربان آستانۂ دل

س بہ رنگ تیر چلتی ہوں نشانہ تاک کے دل کا
ج بنانا ہو ہدف گر عاشق غمناک کے دل کا
س دکھا ای داغ رستہ عاشق غمناک کے دل کا
ج کرو تیر نگہ سیدھا نشانہ تاک کے دل کا
س دو آتشہ مے دیدار پی جو ہو بردا شت
ج شراب بیچئے مین ظرف اپنا مثل دریا ہے
س نہین پسند محبت کو راز کا اظہار
ج سبکسری نہین ہم کرتے غیر کے ہا نند

دکھا ای داغ رستہ عاشق غمناک کے دل کا
کرو تیر نگہ سیدھا نشانہ تاک کے دل کا
کدورت ملتا نہین ہے ہاتھ سے ادراک کے دل کا
ملیگا راستہ روزن سے اس غمناک کے دل کا
کہ مے پلانے مین ہم آنکھین چار رکھتے ہین
ہم اپنے دل ہی مین جوش اپنا مار رکھتے ہین
جو عربدہ کرے ہم اوس سے عار رکھتے ہین
بگولے وہ ہین کہ دل مین غبار رکھتے ہین

پھر محبت نے چرخ مینا سے آفتاب چمکایا اور ہلال کو بدر کامل بنایا کون آفتاب
وہ آفتاب جو عالم خرابات سے ہے پیر مغان کے کرامات سے ہے جو گردشون مین
ہاتھون ہاتھ روان ہوتا ہے جسکا وصف اس مطلع سے عیان ہوتا ہے شعر

خورشید مین بچھوڑا اور دکھایا آفتاب
ہو گئے غائب ستارے اور آیا آفتاب

یعنی ساغر شراب مے ناب سے پر کیا اور یہ کہکر اپنے پنجہ نازک مین لیا شعر

مین تجھکو چاہتی ہون تو مجھ پہ مہربان ہے
پیمان تازہ کیجیے پیمانہ درمیان ہے

گرمی محبت سے روح کی افسردگی عین اشتیاق ہو گئی آغوش بیساختگی خود بخود
کھلنے لگا طاقت طاق ہوئی چشم شوق پھڑکنے لگی آتش دل بھڑکنے لگی خواجہ
فیض پاش حضرت شیخ نجم الدین کبری ولی تراش رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھکر

مذاق شوق کو شادکام کیا طلب جام مین ابرام کیا شعر

نہ از جنت تمنائے نہ از دوزخ تبرائے	ازین خوشتر بود جائے بمن بنمای پیمانہ شعر
دے جام اوٹھا نقاب کہ جنت مین وقت دید	پہلے ملیگا جام شراب طہور کا

جب دونون راضی ہوئے حضرت ایمان قاضی ہوئے صدق اور اخلاص کہ ایمان کے قرۃ العین تھے شاہدین عادلین تھے ایک درخت کے نیچے جو رشک نخل طور تھا جسکا سایہ نور تھا گل و ثمر سے سرمایہ دار بلند و سایہ دار کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ وہین عقد محبت کا رنگ جما روح کو انبساط ہوا یہ قطعہ نغمہ ساز اختلاط ہوا غالب

ہے وصل ہجر عالم تمکین و ضبط مین	معشوق شوخ و عاشق دیوانہ چاہیے
اوس لب سے مل ہی جائیگا بوسہ کبھی تو ہان	شوق فضول و جرأت رندانہ چاہیے

محبت نے مسکرا کر اپنے ہاتھ سے بادہ مصفا پلایا اور یہ شعر لحن داؤدی مین سنایا شعر

اٹک کر رہگئے زہاد ہم مو پیکے چل نکلے	گئی ہے راہ کوے یار کی باغ جنان ہو کر

اور اوس پلانے مین گوشہ نقاب چہرہ سے اوٹھایا آئینہ جام مین جمال جہان آرا دکھایا نظر پاک نے مصحف رخسار کھولکر سامنے کر دیا حیرت نے آئینہ آگے دھر دیا ناز و نیاز نے باہم پیوند مرابطت ملایا یہ جوش خود رفتگی سے آپ مین سمایا شعر

وارفتہ ہو مین حسن خداداد کا ترے	تمیز نہین مجھکو حدوث اور قدم کی

چاہتا تھا جوش کرے عہد کو فراموش کرے کہ چشم سیاہ کے عکس نے غمزون سے شراب مین

سرمہ پلادیا اور طاق ابرو مےکے پر تو نے اشارون سے نوشاد کہکر پلادیا بیت

گردشِ نرگس سیاہ کے ساتھ	سرمہ ساپس گیا نگاہ کے ساتھ

اوس کشتۂ انتظار تشنۂ دیدار نے معشوق کی طلعت محبوب کی صورت کو شراب کے ساتھ کھینچ لیا اور اپنے آئینۂ سینہ مین جلوہ گر کیا شعر

مے کے بھوکے نہین ہم بھوکھے ہین تیرے ساقی	نوش کر لیتے ہین جلوہ ترا ہم ساغر مین

اوسکے حسن دل افروز نے سب خوبصورتونکو اور تمام لذتونکو بھلا دیا دل صافی مین نقشہ اپنا جماکر سب نقشونکو مٹادیا مثنوی

تیر غمزہ چلی پڑی جب آنکھ	دل کا خون ہوگیا لڑی جب آنکھ
شہر مملوکۂ تصرف روح	عشق کے ہاتھ پر ہوا مفتوح

غمزہ آخر رخصت ہوش کا اشارہ ہوگیا وہ تماشائی محو نظارہ ہوگیا مثنوی

گردش چشم آسیا ٹھہری	دانۂ اشک ساگرا پکر
بت جو اوسکو بنادیا یکبار	سرمہ آلودہ تھی مے دیدار

نہ ہوش رہا نہ خبر نہ دل رہا نہ نظر نہ حضور نہ شعور مثنوی

نہ جنون کو خیال پردہ دری	نہ خرد کو حواس نجیہ گری
نہ خودی کو توہم پندار	نہ تعلق کو یاد یار و دیار
ہجر کا رنج نہ نشاط وصال	مٹگیا لوح دل سے نقش خیال
خوف دوزخ نہ آرزوے بہشت	نہ خیال حرم نہ وہم کنشت

بند تکلیف عقل کا ٹوٹا	دل کا حیرت نے قافلہ لوٹا
اوٹھ گیا دل سے اپنے بار اپنا	مٹگیا طبع سے غبار اپنا
گم تھا اندیشہ وخیال سے وہ	بے خبر تھا خود اپنے حال سے وہ
نہ رہا وہم مین گمان اپنا	نہ ملا نام کو نشان اپنا

شب و روز کی کچھ خبر نہ تھی کہ کیدھر آئے اور کیدھر گئے خدا جانے کتنے دن گذر گئے غالب

ہم وہان ہین جہان سے ہمکو بھی	کچھ ہماری خبر نہین آتی

ناگاہ ایک مرد جوان مردی مین فرد قوی جوان زور آور پہلوان آزمودہ کار دلیر و جرار تنہا ہزارون لڑائیان سیکڑون قلعے فتح کیے ہوئے داد مردانگی دیے ہوئے عالم علوی مین جسکا شور تھا اور اوسپر حسن کا بھی یہ زور تھا کہ ماہتاب سے گوے اور آفتاب سے پنجہ لیجائے ہنسی مین بجلی کو زمین پر گرائے آنکھون مین وہ نشہ کہ چشم بد دور ساغر شراب طہور وہ شاہ عشق کی فوجون کا سپہ سالار عالی مقام تھا جذبہ اوسکا نام تھا سروش غیبی کے مانند اوس بیدل کے سر پر آیا اور پھول کیطرح اوسکو دامن ناز مین اوٹھا لیا یہ تو بالکل محو تھا نہ سکر تھا نہ صحو تھا سید حسینی

طلب آفت است وارادت وبال	وجود ت حجاب است وجدان محال
غالب دل مین ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہین	آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا
شعر مرحجہ جنبان ہجر میر بخود و دنکو صبح حشر	ہین بہ نفخ صور کو ٹھنڈھی ہوا سمجھے ہوئے

پھر عالم بالا کا رستہ لیا یہ گیا وہ گیا دم بھر مین پہونچا دیا سبحان اللہ ایسا نورانی جہان تھا

کہ جسمین ماہتاب کی زمین اور آفتاب کا آسمان تھا بیت

جہان تھا سراسر جہان نور کا	زمین نور کی آسمان نور کا مثنوی
اک عالم نور چشم بد دور	باشندے وہان کے پیکر نور
پاکیزہ لطیف بے کدورت	آئینہ مین جسطرح سے صورت

جذبہ نے پردہ دراوٹھا کر حجلۂ نازمین لیجاکر مسند عصمت پر عروس کے ساتھ سلادیا اور محبت کو جگاکر عرق شرم سے موںھہ دھلادیا بقول ظفر شاہ ارم آرامگاہ شعر

کوئی جا سکتا نہین عصمت سرای یار تک	پردہ در جسنے اولٹا وہ صبا تھی پن تھا

یہ محبت ہی کی سلسلہ جنبانی اور چارہ سازی تھی بے دلون کی دلنوازی تھی الغرض جذبہ جب اپنا کام کر چکا اوسکو رخصت ملی اشتیاق کی بن آئی کہ خلوت ملی مگر شرم درمیان آکر اوس سے جھگڑنے لگی نگاہ بھی اشتیاق کی کمک مین لڑنے لگی آخر یہ غالب آیا شرم کو مار ہٹایا محبت نے اوٹھکر اوسکے سرکو اپنے زانوی نازنین پر دھر اگل مراد سے دامن بھر اوس دہن سے لب ملایا چشمۂ آب حیات سے آب بقا پلایا بارے روح ہوش مین آیا اور اپنے کو یار کے آغوش مین پایا پہلے تو اوسکو سادگی کے پیرایہ مین دیکھا تھا اور اب دیکھا بھی ٹھنی لباس رنگین مین دولھن بنی ایک تو اوٹھتی جوانی اور پھر حسین اور اوسپر آرایش و تزئین چشم بد دور نور علی نور بادۂ دیدار بھی دوبارہ تھا پھر بیخودی کو آنے مین کون سا عذر اور کیا چارہ تھا پھر بیہوشی چھائی فراموشی آئی محبت نے زلف مشکین کا لخلخہ سونگھایا لبون سے

قند مکرر کا شربت موںھ مین ٹپکایا تو ہوش ہوا پھر تو جی کھول کر ہم آغوش ہوا
سوز و ساز ایک ہوئے دونون کے راز ایک ہوئے منی اور توئی نہ تھی آپسمین
دوئی نہ تھی ستارون کی نظر اور سایۂ فلک کے آسیب سے بے خطر وہ عالم ہی
اور تھا جامون کی گردش تھی ساقی کا دور تھا ساقی وقت ساغر لیے کہ نوش
کیجیے مطرب حال ساز درست کیے کہ جوش کیجیے ۔ غزل

گر حسب خواہ گردش ایام چاہیے ۔ تو دور جام مے سحر و شام چاہیے
تقوی کی رت بدل گئی رندی کے دن پھرے ۔ شیشہ بغل مین ہاتھ مین لب جام چاہیے
ہر اک کو ہی بہار مین اک شوخ کی تلاش ۔ بلبل کو گل مجھے بت گلفام چاہیے
واعظ ہمارے یاد قیامت دلانے کو ۔ رفتار ناز شوخ خوش اندام چاہیے
ہین خود پرستیان طلب وصل و رنج ہجر ۔ ترک خودی کو عاشق ناکام چاہیے
تسبیح سے کھلا کہ ہے صیاد خلق شیخ ۔ ورنہ یہ دانے کسلیے کیون دام چاہیے
کیا مجھکو فیض عابد شب زندہ دار سے ۔ ذوق صبوح رند مے آشام چاہیے
مسجد گیا تھا صبح مناجاتیون کے ساتھ ۔ پر اس لیے کہ وصل دلارام چاہیے
کل ہم کرینگے عرض کہ رحمت کی نذر کو ۔ ہدیہ گناہ لائے ہین انعام چاہیے
تھا ننگ ہمکو نام سے صوفی کیوجہ سے ۔ کہلاتے ہین ترے ہمین اب نام چاہیے

جام محبت کی مستی پردہ دار جلوہ ناز تھی طالب و مطلوب کی محرم راز تھی جو اسکے در وا نہ تھے

پٹ جھٹ پٹ لگا دیتی خواب کا پردہ گرا دیتی اور وہ بیہوشی خواب راحت تھی تجلی گاہ حقیقت
تھی روح نے اپنے کو اوسی مقام مین پایا جہان بسم اللہ ہوئی تھی نگاہ اولین جنبش مین آکر
مبتلائے غربت ہوا تھا برق جلوہ جانان شمع راہ ہوئی تھی اَلنِّهَايَةُ هِيَ الرُّجُوعُ اِلَى الْبِدَايَةِ غالب

ہے غیب غیب جسکو سمجھتے ہین ہم شہود	ہین خواب مین ہنوز جو جاگے ہین خواب مین

پہلے پہلے جو حقیقت نے لب جان بخش سے تسکین عاشق محزون کی اس کلام سے
روح تازہ کان مین پھونکی شعر

آئینہ ہاے تو نے مرا چور کر دیا	دل جو ملا تھا تجکو مرا جلوہ گاہ تھا

روح یہ خطاب دلنواز و نفس گیراز سنکر حیا سے پانی ہوگیا موجۂ آب تشویر دفتر عجب پندار کو دھو گیا

شعر کہتے ہین مجھکو توڑ دیا آئینہ مرا	یہ جانتا تو لیئے کو یون توڑتا نہ مین

پھر پردۂ ناز و نیاز کھلے پوشیدہ راز کھلے مثنوی

دل سے پردہ اوٹھا جو صورت کا	کھل گیا راستہ حقیقت کا
روشنی تھی رخ محبت کی	رہنما کوچۂ حقیقت کی
جذب دل راہبر ہوا کرتا	بیٹھے بیٹھے سفر ہوا کرتا
چشم بیدار تھی وہ بیہوشی	خواب دیدار وہ فراموشی
خواب وہ جاگنا تھا قسمت کا	آئینہ جلوۂ حقیقت کا

اب تو محبت کی ملاقات دوبدو رہنے لگی تجلی دیدار روبرو رہنے لگی حاجت صراحی و جام نرہی
مست کشی بادۂ گلفام نہی نگاہ محبت شراب احمر ہی چشم مست ساغر ہی شعر

مست رکھتی ہی مجھے گردش چشم ساقی | ساغر بادہ برابر ہی رواں ہو کہ نہو

مغنیان احوال ساز نگاری وقت بے عشرت سازی کے باجے بجاتے تھے نواے راز مین یہ غزل گاتے تھے

غزل ہون مست چشم جانان جام شراب کیا ہے | عاشق سدا جوان ہی عہد شباب کیا ہی
بارش ہی فصل گل ہی توبہ کا آج قتل ہی | گردش مین جام مل ہی یا آفتاب کیا ہی
گر یار مے پلائے آنکھین ذرا ملائے | پھر شیخ سر ہلائے توبہ یہ تاب کیا ہی
گم اپنا راز دان ہی تو اہل کاروان ہی | اے اشک دل کہان ہی خون ہی کہ آب کیا ہی
ناصح یہ کیا پڑی ہی کیون گریہ ہر گھڑی ہی | کس سے نظر لڑی ہی کہیے جناب کیا ہی
دے جام بادہ پیہم کیا باز پرس کا غم | ہین کس شمار مین ہم اپنا حساب کیا ہی
اوس برق وش پہ مائل دل ہو اوسکا مشکل | کیون مضطرب نہو دل یہ اضطراب کیا ہی
سنتے ہین وہ مری کب کچھ حال دل کہا جب | کہتے ہین کہیے مطلب اسکا جواب کیا ہی
لیتا ہی واعظ اجرت پیشہ مین کیا قباحت | مے کی کرو تجارت صوفی حجاب کیا ہی

القصہ روح نے محبت کے محل مین مقام کیا آرامگاہ اطمینان مین آرام کیا شعر

جون آوارہ تھا مین ضعف نے آج اوسکے کوچے مین | اوتارا بار میرے دوش سے خانہ بدوشی کا

خود بدولت کبھی خلوت سرا مین جام عیش نوش کرتے دونون عالم فراموش کرتے اور کبھی بارگاہ آگاہی مین تشریف لاتے تخت شاہی پر جلوس فرماتے شعر

جلوہ نے تیرے دل مین چھوڑی نہ غیر کی جا | ہر انجمن مین خلوت خلوت مین انجمن ہی

پھر محبت نے عقل کی تلاش مین ہرکارے دوڑائے لوگ اوسکو درخت کے

تلے سے مردہ کی صورت جنازہ مین رکھکر لے آئے نہ بحث کرنیکی قوت نہ دلیل ڈھونڈھنے کی طاقت نہ وہ تقریر نہ وہ طاقت لب پر مہر خاموشی ہوش محو خود فراموشی نقطۂ دائرۂ غم سراپا اندوہ والم ضعف ولاغری کے ظلم سے کاہیدہ نظرون سے پوشیدہ تصور نے بہ تعمق نگاہ تصویر ذہنی وصورت فرضی خیال کیا زبان حال نے بے منت گویائی بنوائے بے نوائی یون عرض احوال کیا غزل

جوش کے دن ہین کیون نہ رسن دار مین لاش	ہے نہان ضعف سے بستر کے تار مین لاش
اوس سہی قد کی تمنا گئی تا دم مرگ	اس گنہگار کی چن دیجیو مینار مین لاش
زخم سے ہے دل مشتاق کا آغوش کھلا	تنگی دل سے ہے لپٹی تری تلوار مین لاش
گر گئے چار آنکھین جو کی ذبح مین جلدی تو نے	تڑپے گی حشر تلک حسرت دیدار مین لاش
لے اوڑی در سے ترے جان ہے بلبل گلبرگ	لاغری سے ترے مقتول کی منقار مین لاش
منکر حشر کو ٹھوکر ہے خرام جان بخش	لاکے رکھدین مری گر کوچۂ دلدار مین لاش
کشور ہند کی صوفی نے ولایت پائی	گئی رکھی جو ترے سایۂ دیوار مین لاش

شاہ نے کلام معجز نظام سے مسیحائی فرمائی عقل نے زندگی دوبارہ پائی عالم سر نو سے آباد ہوا دشمن ناکام دوست بامراد ہوا شعر

بنا ہے ٹوٹ کر پھر خانۂ دل	خدا کا گھر ہے اب بتخانہ اپنا

موسم بہار کا آنا نفس کے واسطے خط سپارش لانا شاہ کی بندہ نوازی

نفس کی سرفرازی بطور شرع اطاعت کے ساتھ مناکحت اور کامرانی پھر حکومت پائی غزل

نسیم صبح چھڑکتی ہوئی گلاب آئی
خبر بہار کے آنے کی بوی گل لائی

چمن مین نخل چراغان اگر ہین گل کے درخت
تو لالے دشت مین شاخ خون پہ ہین یہ صحرائی

جلا کے صومعہ زاہد ہے زیر سایۂ تاک
فروغ لالہ و گل نے یہ آگ بھڑکائی

نکل رہے ہین سب ارمان خاک کے جی کے
زمین پہ ابکی ہے رضوان کی گلشن آرائی

زمین کے دل کی امنگین یہ لالہ و گل ہین
کہ رنگ طبع جوان کی بہار دکھلائی

دماغ شوق فلک پر ہے کہکشان کا ہار
گلے مین ڈالے ہے پیری مین چرخ مینائی

نہین ہے صرف جوانونکو سیر باغ کا شوق
کہ جانماز بھی گلدار شیخ کو بھائی

دعا بہار کی مردانِ غیب کرتے ہین
خضر کا سبز مصلا ہے آب پر کائی

جہان اک آئینہ ہے جسمین اپنے عالم کا
ہوا ہے بادشہ حسن خود تماشائی

کنار حسن مین مشاطگی شوق سے ہے
عروس ناز بصد جلوہ محو رعنائی

چلا ہے کعبہ کو حجرہ جو چھوڑ کر صوفی
یہ سیر دشت کا شاید کہ ہے تمنائی

گلبانگ عندلیب خامہ آمد بہار کی مبارکبادی ہے ورق گل پر محبوسان قید اختیار کا خطِ آزادی ہے نیِ قلم ہمدم صور حشر ہے صریر تحریر نفخۂ بعث و نشر ہے مردگان آرزو و ارمان کشتگان یاس و حرمان زندہ ہو کر گورستان خاطر سے نکلتے ہین جو جلے بہار مین رنگ بدلتے ہین چمن بہشت ہے دختر رز حور سرشت ہے رباعی

نکلی نہین آرزوی جان مغموم	ہر تشنہ جگر شوق شہید مظلوم
رو پیٹ کے ہم تو صبر کر بیٹھے تھے	جی اوٹھی بہار مین امید مرحوم

شب برات شادی وصال سے ایک چلہ تک بصلاح نیت بزم تہنیت تھی مطبخ کرم گرم تھا طعام ولیمہ کی دعوت تھی تمام ملک مہمان خوان نعام تھا آوازہ دعوت عام تھا ہر جگہ سفرۂ الوان نعمت کشادہ تھا ہر طرف سامان جشن حسن انتظام سے آمادہ تھا مقربان خاص صدق و توفیق و اخلاص اہتمام مین تھے ہمت و سخاوت و شکر کام مین تھے

روزے خودمی خور داز خوان تو	لا اعلم شکر بجا آر کہ مہمان تو

ایک رات کہ شب قدر دولت وصل تھی بہار فضل کی فصل تھی دل و دیدہ خوبان بہار کے فروغ حسن سے روشن تھا مجمع یکرنگی ساغر گل و صراحی غنچہ سے رشک گلشن تھا شعر

قلقل سے بزم مین غل کر رہا ہر شیشہ	توبہ کا جانشین ہر قلقل کر رہا ہر شیشہ

سپر ابر رحمت کا شامیانہ کھنچا تھا زمین پر سر تا سر قالین سبز کا فرش بچھا تھا اودے سپید اوجہرے ہوئے گل بوٹے جنکے دیکھنے مین دامن نظارہ بہار لوٹے غالب

ہر رنگ لالہ و گل و نسرین جدا جدا	ہر رنگ مین بہار کا اثبات چاہیے

کوہ و دشت قابل گلگشت ہر طرف سبزہ و گل کا ابھار قدرت کی بہار ساحت بیابان غیرت خیابان میدانون مین تماشا گلہای خود رو کا صحرا پر رندونکو باغ کا دھوکا باغ پر زاہدونکو بہشت کا یقین جب دیکھا یہ آیت پڑھی کہ اُزلِفتِ الجنّۃُ لِلمتقین شعر

چمن مین ساقی مست آج سنکے کہتا ہر	کہ حورون مین ہو بادہ تم بہشت مین ہو

برق نہ چمکتی تھی زمانہ خوش وقتی سے ہنستا تھا مینھ نہ برستا تھا فرشتگان رحمت کی فوجین ہیم آسمان سے نزول کرتی تھین گنہگارون کے حق مین بشارت کی آیتین اوترتی تھین ساقی نامہ

ہوا ہے ابر ہے بارش ہے ساقی　　پلا مے یار باقی بزم باقی
نہو گر مے تو کہ تو مجھ سے پیارے　　فلک سے توڑ کر لادون ستارے
ثریا کو نچوڑ انداز دکھلا　　بنا لے آفتاب اعجاز دکھلا
غلط کہتے نہین مستان بیباک　　ثریا خوشہ ہے اور آسمان تاک
شرابین چاہیدانون مین ہون ساقی　　رہے تا محتسب کا ڈر نہ باقی
کسی مین چاہے گرما گرم بھی ہو　　کڑا ہو محتسب تو نرم بھی ہو
بلا ٹل جائے سر سے جی لگی ہو　　پھر آئین شیشے مجلس جگمگی ہو
ہوئی ضامن بہار فضل و احسان　　بلا ہے شوخیون کو خط غفران
صلائے مے کشی ہے رعد کا شور　　دلون کو کھینچتا ہے ابر کا زور
نہین قوس قزح یہ جلوہ آرا　　فلک ابرو سے کرتا ہے اشارہ
ایدھر بجلی بھی چشمک کر رہی ہے　　یہی ہے وقت بیہوشی یہی ہے
صدائے تن تنن تن تن تنن ہے　　نہ کہیے اسکو بارش جلترنگ ہے
ہوا نے آب پاشی سخت کی ہے　　قسم رندون کے جاگے بخت کی ہے
عجب گلزار اپنی بزم مل ہے　　صراحی غنچہ ہے پیمانہ گل ہے
اگر گھر مین ہین لطف انجمن ہے　　کبھی نکلے تو گلگشت چمن ہے

بسیرون پر جو چڑیون کے گروہیان
تو سب گاتی ہین ملکر شام کلیان

پپیہے نے جو اوپر تان کی لی ٭
تو بلبل نے اوپچ مین آن کی لی

بہارِ جلوہ و رنگینیِ ناز
پری ہر رقص مین طاؤس طناز

کہان یہ نقش ہائے ہین پری نے
اوٹھائے ہین مگر اسکے قرینے

غضب گلشن پہ ہے جوبن کا عالم
بہشت دیدہ ہر گلشن کا عالم

یہ زور نامیہ کا ولولہ ہے
چمن مانند طاؤس اوڑچلا ہے

چمن ہے یا کوئی زیبا دولھن ہے
گل تر عارض و غنچہ دہن ہے

یہ افشان جگنوون کی وان نہین ہے
فلک آئینۂ روے زمین ہے

چمن مین میکشون کا امتحان ہے
زمین ہمرنگ صحن آسمان ہے

چراغ آسا ہے روشن آتشِ گل
پتنگے آتے ہین جلتی ہے بلبل

کھلا نافہ ہے جو غنچہ کھلا ہے
صبا کو حکم عطاری ملا ہے

چراغان لالہ و گل سے چمن مین ٭
گل شبو مین شمع اس انجمن مین

ہجوم مہوشان نور علی نور
وہ زاہد کش کہ باغ خلد مین حور

غنچۂ بکر مانند مریم نکہت عیسی دم سے حاملہ رازدار قدرت کاملہ گلہای شگفتہ عقدہ کشاے اسرار نہفتہ جنبش انفاس نسیم نفخۂ روح شمیم

غزل

اور ہی رنگ فصل گل لائی
شیخ کی اگلی سال بن آئی

نہ رہی سر پہ منت مطرب
طایرون کی ہے نغمہ آرائی

دل پژمردہ زندہ ہوتے ہین
ہر دم باد مین مسیحائی
ساغر گل سے شیخ و رند مین مست
یاد کرتی ہے بادہ پیمائی
شعر غالب سنا کے شیخ نے آج
بادہ نوشون سے توبہ کروائی
ہر ہوا مین شراب کی تاثیر
بادہ نوشی ہے بادپیمائی
ہمنے صوفی مذاق سے اپنے
داد اپنے کلام کی پائی

سبز پوشان اشجار قطار در قطار لیل و نہار حالت قیام مین صف آرای عبادت تھے سرو و سپیدار اقرار وحدانیت مین ہمہ تن انگشت شہادت تھے انوار جمال و آثار رحمانیت سے روی زمین کا رنگ اور قالب خاک کا لباس مبدل تھا یوم تبدل الارض غیر الارض کا مطلب حل تھا

ابیات باغ سبزہ کی زبان سے کہہ رہا
کیف یحیی الارض بعد موتہا
ہر شجر ظل امان چتر پناہ
اون پہ جب اہل نظر نے کی نگاہ
کیف مد الظل کے معنی کھل گئے
نکتہ توحید یعنی کھل گئے

جب غنچہ کا موہ کھلتا تھا صدا یہ ہوا آتی تھی انی وجدت نفس الرحمن من قبل الیمن کی بو آتی تھی انفاس نسیم جوشش دم کے ساتھ اندر آتے تھے خانہ باغ سینہ مین غنچہ ہای حقایق دکھہای معارف کھلاتے تھے شاہد چمن پر شباب کا جوبن سبزہ نو دمیدہ پر خط معشوقان نوخط کی پھبن جوش نمو پر بہار رہر دم تازہ او بہار معلم مدرسہ تحقیق صفحہ ہستی پر آیت سراسر ہدایت ما خلقنا السموت والارض وما بینہما لعبین ۰ ما خلقنا ہما الا بالحق ولکن اکثرہم لایعلمون ۰ کی شرح تحریر کرتا تھا اور درس کشاف کشف اللہ نور السموت

و لا ارض کی تفسیر کرتا تھا **شعر**

مختلف رنگون کے شیشون سے اگر ہو منعکس ۔ جلوہ یکتائی خورشید مین نقصان نہین

معشوقان رنگین لباس بہار و انجمن آرایان گلزار کہ پردہ غیب سے مجلس ظہور مین صدر نشین تھے ناموس نگاہ حق بین تھے نشان شان و الجلالی تھے آثار صفات جمالی تھے **شعر**

ان پاکدامنون پہ نہ شوخی سے کر نظر ۔ دھبا لگا نہ انکو خودی کی نگاہ سے

گنہگاران شرمسار رحمت کے امیدوار شرم کی نگاہ سے نظارہ کنان تھے زاہد بیم فتنہ سے گوشہ خلوت مین نہان تھے **نظامی قدس سرہ**

زاہد نداشت تاب جمال پری رخان ۔ کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

روح تو نفس ذوفنون کے مکر و فسون اور اوقات غفلت کے شب خون سے اندیشہ مند رہتا تھا حصن حصین احتیاط مین قلعہ بند رہتا تھا مدتون حصار عزلت کا زندانی تھا خواب راحت کے ٹکڑے اوڑتے تھے ہر دم دم تیغ اصفہانی تھا **شعر**

دل مین چور رہتا ہے اوسکے زلف پیچان کا خیال ۔ چونک چونک اوٹھتے ہین ہم خواب پریشان دیکھکر

اندنون کہ نفس مقہور قیدی قبر مجاہدہ تھا اور نقوش بہار و لوح گلزار مین کاتب قدرت کا مشاہدہ تھا بصیرت کی تحریک اور شکر کے تقاضا سے خیمے صحرا مین کھڑے ہوئے تھے ایک طرف سرو و شمشاد سے شاہ نوبہار کے سبز جھنڈے گڑے ہوئے تھے تختہ گلشن طاؤسی تخت تھا اور اوسکے مقابل سریر شاہنشاہ جوان بخت تھا وزیر امیر اپنے اپنے منصب پر سرفراز تھے اور سرداران لشکر کرسیون پر جلوہ پرداز تھے وزیر صایب تدبیر نے

نفس کی کیفیت شاہ عالی جاہ کی خدمت مین گذارش کی اور وقایع اوسکے جو خفیہ نگارون نے لکھ لکھکر بھیجے تھے دکھلا کر سپارش کی پھر عرضی اوس اسیر پرسش کی پیش کی لکھا تھا بیت

پیش ہے نامۂ سیاہ اپنا	ہم قلم مین ہے ہر گناہ اپنا

حضرت فلک بارگاہ ملک سپاہ تقدس پیرایہ آفتاب سایہ شاہنشاہ جہان پناہ قبلۂ عالم ظل اللہ اختر بخت بلند اقبال مدظلہ العالی کی حضور پرنور مین بندۂ سرافگندہ مشتاق خاکبوسی بے غایۂ چاپلوسی شرمسار اپنے جرم وخطا کا امیدوار آپکے عفو وعطا کا سیاہ نامہ نفس لوّامہ زمین عقیدت کو دور سے بلب ادب بوسہ دیکر حالت شرمندگی مین عنایت عام شاہی پر جی کو بھروسا دیکر یہ عرضداشت کہ آئینہ حال ہے گواہ صدق مقال ہے گذرانتا ہے کیونکہ عرض احوال ضروری جانتا ہے جس زمانہ مین امارہ تھا بیہودہ وآوارہ تھا بہت دنون عالم نادانی مین رہا وسعت آباد نافرمانی مین رہا زال دنیا کے دام فریب مین گرفتار بلا رہا حرام کاریون مین مبتلا رہا

بیت گئے آخر گذر وہ جوش کے دن	آپڑے سر پہ اپنے ہوش کے دن

پھر حضور کے انفاس پرتاثیر اور عقل سلیم کی نصیحت دلپذیر کی برکتون سے ان حرکتون سے باز آیا حرام سے ہاتھ اوٹھایا اپنے وزیر خناس شریر سے صلاح کرکے دنیا سے نکاح کرکے بطور حلال کامرانی کی عمر عزیز صرف لذات فانی کی بیت

حیلۂ شرع اک بہانہ تھا	مطلب اپنا مزے اوڑانا تھا

اپنے بدخواہ شیطان گمراہ کو مین نے نہ پہچانا تھا راہزن کو راہبر جانا تھا یہ دشمن تھا دوست نما ہای بوم شوم کو مین نے سمجھا ہما اب ندامت کرتا ہون اپنے کو ملامت کرتا ہون الحمد للہ کہ آفتاب چشم سے

نہین نکلا ہی ابھی در توبہ وا ہی حضرت نے ابتدا سے جو جو کچھ ارشاد کیے ہین بجا و درست وہ سب میری بہتری کے لیے ہین اب جیتے جی مرتا ہون مرنے سے ڈرتا ہون موت سے مفر نہین وقت کی خبر نہین یہ جہان آتی ہی ناگہان آتی ہی عیش دنیا صحبت احتلام کی ہی حاصل اسکا حسرت و ناکامی ہی شعر

خواب غفلت مین اپنے تھا سب کچھ
آنکھ جب کھل گئی تو کچھ بھی نہین

حکایت

دار فانی ہی اک طلسم خیال
خواب مین دیکھتے ہین ہم تمثال

نظر آتی ہی اور نہین ہے وجود
کہ نظر مین ہی سیمیا سے نمود

ہیچ ہی یہان کی راحت اور عنا
ہرزہ ہی ہرزہ فرق فقر و غنا

لغو سمجھے کمی و افزونی
سنکے ہم یہ کہ ایک افیونی

نشے مین ایک روز اونگھ گیا
جیسے مار سیاہ سونگھ گیا

پایا اپنے کو ایک مجلس مین
بٹ رہی تھین مٹھائیان جسمین

اسکو دینے لگے تو افیونی
بس کہ دل مین ہوس تھی دونی

بول اوٹھا مجھکو دیجے دو حصے
لڑ رہا تھا یہ اہل مجلس سے

کھل گئی آنکھ تب تو گھبرا کر
آنکھین موند اور ہاتھ پھیلا کر

یون لگا کہنے بس کرم کیجے
مجھکو دیتے تھے جو وہی دیجے

بزم کیسی کہان مٹھائی تھی
وہم کی شعبدہ نمائی تھی

باقبال حضور یہ سب امور سوچکر دیو ہوس کے پر نوچ کر پہلے اس قحبہ خائن کو شوہر کش
ڈاین کو طلاق بائن دیکر جبر و استقلال سے کام لیا پھر اسکی برائیون کو خیال کر رفتہ رفتہ
اسکا تعلق دل سے نکال کر مطلقہ ثلاثہ کیا یہ حلقہ بگوش طوق اطاعت اور زنجیر محبت مین
گرفتار ہے اور یہ مجھکو ذریعۂ عزت و افتخار ہے یہی قید کافی ہے اب امید معافی ہے اس زندان مصیبت سے
رہا کیا جاؤن آستانۂ حضوری مین در دولت پر بلا لیا جاؤن قلعۂ دماغ تبخیر سے مکدر رہتا ہے
دھنوان دھار اکثر رہتا ہے کبھی فرط حرارت سے تنور کے مانند گرم تاب و کبھی جوش رطوبت سے
خانہ بسیلاب کبھی یبوست خاک اوڑاتی ہے تو گرد و غبار سے حالت انتشار کبھی برودت سے
لرزۂ اضطرار کبھی غلبۂ ریاح سے طوفان ستم کبھی تعفن معدہ سے ناک مین دم صفرا و سودا
و بلغم و دم کے اختلاط سے فساد اخلاط سے فاسد خیالات اور وسوسے بے حد و پایان
اور وہمیہ صورتین عجیب و مہیب نمایان ہر جانب شکل ہراس ہے جیدھر موتھ پھیرتا ہون صورت
یاس ہے نہ کچھ بس ہے نہ زور ہے مین مردہ ہون اور یہ زندان گور ہے میرے موتھ مین بان نہین گنہگار
ہون عذاب قبر مین گرفتار ہون اگرچہ یہی موتھ دکھلا نہین سکتا سامنے آ نہین سکتا
مگر لطف شاہی اگر عذر خواہ ہو کرم کی نگاہ ہو دریای رحمت جوش مین آوے فضل کا موجہ
مجھکو کنارۂ نجات پر پہونچاوے تو کیا عجب زیادہ حد ادب جہان پناہ نے عرضی ملاحظہ
کر کے مقتضای شفقت سے کمال حیرت سے فرمایا پہلے انھین مقامون سے خوش رہتا تھا ہمین
آب و ہوای گندہ موافق مزاج بندہ کہتا تھا انھین وسوسون اور خیالون سے مالوف تھا اور ہمہ تن انھین
مین مصروف تھا راحت ملتی تھی لذت ملتی تھی اب وحشت ہے نفرت ہے ڈرا جاتا ہے مرا جاتا ہے

آستانہ دولت کی دربانی کی درخواست ہے واللہ اعلم فریب ہے یا راست ہے وزیر نے عرض کیا کہ جو کچھ اسنے لکھا ہے راست راست ہے احوال واقعی بے کم و کاست ہے پیک نظر نے کہ آمد و رفت رکھتا تھا اسپر گواہی دی عدل نے کہ قاضی القضاۃ تھا عذرخواہی کی ندیم قدیم مفتی نیک سیرت بصیرت نے شفاعت کی آخر توکل و تسلیم نے اپنا ذمہ کر کے اسکی برات کی حکم ہوا حجاب بارگاہ ابھی جائین نفس کو قیدخانہ سے نکال کر حضور مین پہونچائین حکم کی دیر تھی گئے اور آئے ہاتھون ہاتھ اوٹھا کر لائے دیکھا تو نزار و نحیف لاغر و ضعیف آنکھین بند بدن زرد ہاتھ پانو سرد سانس اوپر کو مایل حس و حرکت زایل نبض ساقط قوت فوت حالت نزع مین قریب الموت **شعر**

ای مسیحا خبر اس کشتۂ دیدار کی لے	تیرے بیمار مین اب جان رمق باقی ہے

لب معجز بیان نے جان بخشی کر کے مردہ کو جان بخشی مژدۂ بخشایش سے تاب و توان بخشی **شعر**

یہ ایما ہے کٹی وہ شب جو تھی بیمار پر بھاری	کہ سرمہ دھو دیا آنکھون کا اشک آئے عیادت کو

فرمایا اس کشتۂ شرم انحراف جبہہ سای عتبۂ اعتراف کی تقصیر معاف کی **غالب**

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے	شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا

نقیب کی پکار نے گنہگارون اور شرمسارون کے دل و دماغ کو تازہ کیا امید نے بڑھکر یہ آوازہ کیا لَا یَیْأَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکَافِرُوْنَ **لا اعلم**

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ	گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

پھر ارشاد ہوا ہان اسکو لے جاؤ نہر الحیات سے نہلا کر پھر لے آؤ کار پردازون نے حکم کے ساتھ اوسکو سر پر اوٹھا لیا اور چشمہ مین لا کر غسل دیا بدن مین دنیا کا میل تھا خوب نہلایا پھر بارگاہ حضوری مین لیجا کر عبودیت کے مقام مین ٹھہرایا اسنے آداب کے لیے عاجزی سے سر جھکایا **شعر**

کیا جو سر کو قدم کو چۂ صنم کے لیے ادب سے شوق نے بوسے سر قدم کے لیے

ظل اللہ کو اوسکا طریقۂ ادب و سلیقہ بہت پسند آیا تشریف قبول سے مشرف فرمایا خلعت شریعت سے مخلع کیا ملہمہ خطاب دیا اتنے مین ایک عقیلہ شکیلہ و جمیلہ **شعر**

حسن مین ماہتاب کا عالم لطف کے دن شباب کا عالم

عفیفہ شریفہ پاک نظر خجستہ سیر حیادار نیک طینت بے لوث آرایش و زینت حسن سادہ دلربائی مین ماہ تمام سے زیادہ لقب اوسکا صالحہ اور نام اوسکا نیت حشتم کارخانہ انسانیت بقول گنجینۂ علوم مولانای روم علیہ الرحمہ **بیت**

اے برادر کار تو بر نیت است چون کہ نیت پاک شد امنیت است

صالحہ کا بڑا اعتماد و اعتبار تھا سب کامون کا اسی پر دار و مدار تھا **بیت**

باتین عمدہ تھین ڈھنگ اچھے تھے ہاتھ مین کنجیون کے گچھے تھے

خاتون پردہ عصمت یعنی محبت کی کھبی ہوئی حالت خوشی مین دوڑی ہوئی آئی اور یہ خوشخبری سنائی کہ بانوے نیک انجام اطاعت نام کہ ملکہ اوسکو بہت مانتی ہین بہن کے برابر جانتی ہین ہمراز و ہمدم ہے ہمنشین و ہمقدم ہے چال اور چلن کا وہ انداز کہ کچھ تھیے

زیب اور بھین کا یہ نقشہ کہ دیکھتے رہئیے بیت

دیکھتے رہیے ہو خوب صورت ہے　　آئینہ کو بھی ایک حیرت ہے

جمال بھی ہے کمال بھی ہے اوسکی تمثیل کس سے دی جائے کہین مثال بھی ہے بیت

کچھ عجب دلفریب صورت ہے　　حُسن ہے یا خدا کی قدرت ہے

آس نے سرو ساماں اشک بداماں سے منسوب ہو تو بہت خوب ہو لیکن برضا و رغبت خاطر خواہ بے جبر و اکراہ کہ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ قول پروردگار ہے امین بندہ کو اختیار ہے نفس کو تو اطاعت سے چارہ نہ تھا دستگیری شاہ کے سوا کوئی سہارا نہ تھا خوش ہو کر لیسیر چشم کہا اور سر جھکا کر چپ ہو رہا عقل و بصیرت نے بطور شرع شریف و دین حنیف اپنی تجویز سے ساماں تزویج کیا جہاں پناہ نے ادای مہر اپنے ذمہ لیا نکاح دم نقد ہوا خط غلامی عقد ہوا

بیت بندہ جا نفس کا جب اطاعت سے عقد　　تو توفیق کا اب ہے نیت سے عقد

توفیق نیت کا عاشق زار تھا ایک عمر سے خواستگار تھا نیت جو نکاح اطاعت کا پیغام فرحت انجام محبت کی طرف سے لیکر جوش مسرت مین شاہ کی خدمت مین ناگہان آ پڑی نظر سے نظر لڑی توفیق کا حال غیر ہو گیا باجازت بصیرت نیت کا توفیق سے اوسی دن کار خیر ہو گیا ان دونون کا تو کیا کہنا صاحب منصب تھے گھر باہر کے مختار شاہ و ملکہ کے معزز و مقرب تھے محل سلطانی کے متصل مکان بہار دار باغ بہشت کے مانند بے آزار رہنے کو ملا مصرع گلشن امید مین غنچہ کھلا گل کھلا نفس کا انجام کار دیکھیے شان آمرزگار دیکھیے سچ ہے بندہ کیسا ہی گنہگار ہو سیاہ نامہ تباہ کار ہو رحمت کا امیدوار رہے ڈھٹائی نکرے

معصیت کا اقرار رہے توبہ ٹوٹے آس نہ ٹوٹے شرم رہے ادب نہ چھوٹے رباعی

کرتا نہیں ترک ساقی و جام نکر
نادم ہو مقررہ کہ گنہگار ہوں میں

مایوس نہو شوخی و ابرام نکر
خود ہو بدنام دین کو بدنام نکر

مولوی معنوی از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از لطف رب

قطعہ مطرب سہی شراب سہی سب ہوس سہی
یان تک کہ بزم شیخ ہو مجلس نیاز کی

سب فعل کیجئیگا مگر اپنے فعل میں
تاویل سے دلیل نہ لانا جواز کی

الغرض شاہنشاہ نے مہربانی کی نگاہ سے قدر دانی کی راہ سے تفقس کو داخل ظل کرم و ذیل حمایت کرکے خلعت خاص عنایت کرکے اپنی طرف سے تاج بخشی کی اور اپنی نیابت دی کشور جسیم کی حکومت بے خصومت عطا کرکے شاد کیا اور مہتمان دولت کو ارشاد کیا کہ در شہر پناہ پر عمارت عالی تیار ہو جو قابل شاہ و شہریار ہو محلسرا ہو بارگاہ ہو اس غریب آوارہ نصیب کا وہی قرارگاہ ہو پھر اوسکے دونوں بیٹوں کو بھی قید سے رہا کرکے عہدوں پر بحال کیا بدستور سابق شہوت کو تحصیلدار اور خشم کو کوتوال کیا اب تو نواب ملہمہ خطاب حضرت اعلی کے نایب ہوئے خاطر جمع ہوئے وسوسے غایب ہوئے صبر و شکر عتبہ عبودیت پر سر بزمین سجدہ سپاس میں جبین تھے

حکیم سنائی ناکسان بلطف خود کس کرد
باقبول تو لے زعلت پاک
بدرمانیک شد چو پدر رفتے

صبر و شکر سے زندگان بس کرد
چہ کسند خوب و زشت مشتے خاک
نیک ما گشت بد چو بگر فتے

جب تخت حکمرانی پر بیٹھتا نایب تھا جب بارگاہ مین حاضر ہوتا مصاحب تھا تخت
اوسکا نمونۂ سریر شاہنشاہی تھا ہر حکم اوسکا موافق فرمان ظل الٰہی تھا بے صلاح عقل
و بصیرت کوئی کام نکرتا تھا مثل ہر مار گزیدہ از ریسمان پیچیدہ می ترسد تار نفس سے
ڈرتا تھا سانس لینے مین رک جاتا تھا اگر نبض نے حرکت بیجا کی لرزہ آتا تھا الغرض
بکمال ہوشیاری و بیداری سرگرم بندوبست جہانداری ہوا پہلا فرمان یہی جاری ہوا
کہ نمک حرامون کو جہان پاؤ جسطرح ممکن ہو ٹھکانے لگاؤ بسلسلۂ سطوت سلطانی باندھکر
حاضر کرو بصورت سرکشی سر حاضر کرو کتنے اہل گرفتہ تلوار کے گھاٹ پر ملک ہستی سے
پار ہوئے کتنے بھاگ نہ سکے زندہ گرفتار ہوگئے ہوا شہر بدر تھا خون اوسکا ہر
تھا خناس بدمعاش کی بہت تلاش کی مگر وہ فرومایہ عملداری روح سے ایسا
بھاگا کہ جیسے آفتاب سے سایہ کبھی ہاتھ نہ آیا کہین نشان نپایا انصاف کی جاروب سرکشی
سے تمام جہان خصوصاً دماغ کا قلعہ اور سینہ کا میدان کدورتون سے صاف و پاک
ہوگیا دور ہر خس و خاشاک ہوگیا اوسکی آرایش انتظام سے عروس ملک کی جوبن
آئی مشاطہ مادر مشفقہ سے زیادہ مہربان پائی نئی دولھن کا جوبن دکھا دیا حسن عمل سے
روی زمین کو رخسارہ حور بنادیا بستیان گلزار آبادی صحرا سیرگاہ آزادی شہر و قریہ
بہار تجارت کا باغ میدان ساحت فراغ نخلبند خیر گلشن اعمال کا باغبان تھا نامیۂ
برکت باغ نیت کے نونہالون کا میر کاروان تھا سبزہ خفتہ فرش زمین پر پچھے
نسوتے تھے جوش تعلی سے آلودۂ خاک نہوتے تھے درختان الوالعزم ثبات قدم رکھتے

بالا روی کا دم رکھتے تھے گل آپ مین لسماتے تھے غنچے کھلے جاتے تھے **غالب**

دیکھکر تجھکو چمن بسکہ نمو کرتا ہے | خود بخود پہونچے ہے گل گوشۂ دستار کے پاس

پار ساؤن کی کھیتی لہلہی تھی بہار نشو و نما لہرین لے رہی تھی ہاتھ کی تری جو پائی تھی تسبیح کے دانون مین انکھوے یعنی انکرے نکل آتے تھے مسواک آب دہن سے ہری ہو کر نہال ہو جاتی تھی پھول اور پھل لاتی تھی پیرون کی دعا سے انفاس پاک کی ہوا چل گئی تھی مزاجون کی رت بدل گئی تھی سیرابی طراوت سے زاہدون کا مغز تازہ و نغز اور کھیت ہرا تھا چشمۂ مشرب و خزانۂ مطلب بھرا تھا سرون سے یبوست و خشکی نکل گئی تھی کنگھی عمامہ مین رکھی اور جوش رطوبت دماغ سے کنگھی کا درخت ہو کر پھل گئی جب وضو کرکے عصا لیا دست شیخ مین شاخ باردار ہو گیا اگر ستر انصب کیا نخل رطب بار ہو گیا خاک نشینان سبزہ نے مصلا ہوا پر بچھایا صوفیان اشجار نے سر عرش پر پہونچایا **شعر**

سینچی جاتی ہے وضو مین بڑھتی ہے ہر وقت بھی | ریش اقدس آپ کی زاہد بہشتی سبزہ ہے

قہوۂ شیخ مین حرارت جوانی کی اومنگ تھی نشاشباب مین شراب الصالحین کی ترنگ تھی **ابیات**

شیخ در فکر زاد راہ اجل	نوجوان مبتلاے حسن عمل
روح گردیدہ پیشوا و امام	نفس را بود اقتدای دوام
دل بحق آرمیدہ و ساکن	رنگ ظاہر موافق باطن

لیکن **بصیرت** عالی فطرت **نفس** سے مطمئن نتھا اسکے مکر و کید سے امین نتھا کبھی غافل نرہتا تھا اکثر **عقل** سے کہتا تھا **ملا حسینی** رح

باا ینہمہ معدن فساد است	ہشدار چہ جاے اعتماد است
بیت بیجا ہے غرور حسن اعمال	پوشیدہ ہے خاتمت کا جب حال

جنگ نامہ نفس و روح جو منشی خیال نے لکھا تھا اور کتب خانہ حفظ مین رکھا تھا بصیرت نے شاہ سے عرض کرکے اوس کارنامہ کو لیا اور نفس کو لاکر ہدیہ دیا کہا یہ تحفہ دوستی لایق دید ہے اکثر استعمال مین رہے کہ نسخہ مفید ہے اور نفس نے جو جو تجربے حاصل کیے تھے شاعر فکر سے نظم و نثر مین موزون کروالیے تھے او خوشنویس خیال سے وصلیان لکھوائی تھین آئینون مین رکھکر بآئین آرایش اپنی نشستگاہ کی دیوارون مین لگائی تھین ایک ورق زرافشان پر یہ لطیفہ دلنشین بھی تحریر تھا مدعا اوس سے نتیجہ دلپذیر تھا **حکایت لطیف**

سنا ہے مرشد سے یہ لطیفہ	روا ہے گر ہم کرین وظیفہ
کہ ایک شاہ گدا نما تھا	فقیر آزاد باصفا تھا
پسند خاطر جو تھی سیاحت	نہ تھے دامن مین پائی راحت
تو ایک بستی مین آب و دانہ	گدا کو لایا مسافرانہ
زمین پر تکیہ کہین لگایا	کہ بستر اوتھا شجر کا سایہ
تو لوگ دوڑے کہ واہ صاحب	یہان ہین کیون چلیے شاہ صاحب
اوٹھا کے اچھے محل مین لائے	تواضع اوسکی عمل مین لائے
جو گھر کا مالک تھا نامور تھا	تو انگرون مین وہ مشتہر تھا

وہ دینے والا ہزار مین ایک ہزار اوسکے شمار مین ایک

وہ اپنے عالم مین رشک حاتم نیاز مندون کے در کا خادم

ہمیشہ جوشش مین ریگ ہمت کہ عام تھا اوسکا خوان دعوت

سحاب گوہر فشان کف اوسکی وہ بحر تھی زر فشان کف اوسکی

کہ ریگ لعل و گہر کو سمجھے کف روان سیم و زر کو سمجھے

فقیر مہمان رہا جو جسکے ملازم اوسکے تھے اسکے بندے

کشادہ باب خزانہ دیکھا سدا ایسی کارخانہ دیکھا

عجیب عالم تھا اوس سخی کا کہ جلوہ تھا شان رازقی کا

کہا تعجب سے اوس گدا نے کہ دی ہے دولت اسے خدا نے

تو خرچ بالکل ہے راہ حق مین یہ نفس سے ہے پناہ حق مین

بہت پھرا مین زمانہ دیکھا سخی نہ ایسا سنا نہ دیکھا

کہا کسی نے بخیل تھا یہ اس امر مین بے عدیل تھا یہ

بہت ہی تھا تنگدل یہ داتا کسیکو دیتا نہ آپ کھاتا

یہ دل کو تنگی تھی فکر زر مین کہ قحط رہتا تھا اسکے گھر مین

یہ آپ کھاتا نہ ایک پیسا کبھی کھلاتا کسیکو کیا

ولیکن اک نخل بے ثمر تھا نہ اسکے دختر تھی نہ پسر تھا

ہوا جو مایوس برگ و بر سے سخی بنا ہے اجل کے ڈر سے

کہ آخر آئیگا غیر کے ہاتھ ‏— کھلے ہین اب اسکے خیر کے ہاتھ
زیادہ ستّر سے بڑھ گیا سن ‏— قریب آئے ہین موت کے دن
یقین جلدی جو کوچ کا ہے ‏— سب اپنی دولت لٹا رہا ہے
سنا جب آزادہ نے مفصل ‏— کہا کہ سچ ہے بڑا ہے اجل
عزیز رکھتا ہے مال و زر کو ‏— بڑی محبت ہے حیلہ گر کو
نہ نام لینا کبھی سحر کو ‏— رکھا ہے دنیا مین ساتھ زر کو
جو یہان سے جاتا ہے کیا بلا ہے ‏— وہان بھی ساتھ اسکو لیچلا ہے
یہ جھوٹھ ہو یا کہ سچ ہو قصہ ‏— نکال صوفی تو اپنا حصہ
جو چاہے زر تیرے ساتھ جائے ‏— در و گھر تیرے ساتھ جائے
تو خرچ کر تو رہِ خدا مین ‏— ملیگا وہ عالم بقا مین
یہان جو بوئیگا توشہ ہوگا ‏— جو ایک دانہ ہے خوشہ ہوگا
کرو یہان کام عاقبت کا ‏— کہ مزرعہ ہے یہ آخرت کا

عبرت یار دلسوز تھا توفیق استاد ادب آموز تھا حافظہ و خیال نفس کے احکام کو بلکہ ہر کام کو یاد کر کر نقل کرتے تھے اور حوالۂ فکر و عقل کرتے تھے دفتر عمل شام و صبح دیکھ لیا جاتا تھا حسن و قبح دیکھ لیا جاتا تھا خلاصۂ مطالب شاہنشاہ کی حضور مین پیش ہوتا تھا بصورت خطاے نظر وراے توبہ آب سرشک و عرق خجالت سے دھوتا تھا کہین خوف حرف غلط کو اپنے کزلک

تیز سے چھیل دیتا تھا اور رجا قلم عفو سے اصلاح کر کے جلوہ تکمیل دیتا تھا
جب نفس کی نظر اپنی طرف جاتی تھی موافقت تھی شرمندہ ہو جاتا تھا اور جب شاہ بندہ
پرور کے فضل و کرم پر نظر کرتا تھا زندہ ہو جاتا تھا بیت

مرہی جانے مین ہے میری زندگی	زندگی میری ہے تیری زندگی

سوا اسکے تہذیب ایسی کہ واہ واہ قرینہ ایسا کہ سبحان اللہ اچھون سے صحبت
برون سے نفرت عجب و غرور وغیرہ محفل مین دخل نپاتے تھے اگر کہین
دور سے نظر آگئے نکلوا دیے جاتے تھے تواضع و مدارات وغیرہ کہ شہر
موافقت کے رئیس تھے اوسکے ہمنشین و جلیس تھے غالب

آزادہ رو ہون اور مرا مسلک ہے صلح کل	ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے

تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب سے تواضع و مدارات ہو دب ہو گئے تھے
ایسے مہذب ہو گئے تھے کہ سرحد موقع سے نہ گذرتے تھے بالاخانۂ عزمیت سے
نہ اوترتے تھے اگر بحکم رخصت کبھی چلتے تھے ہوا اپر نہ نکلتے تھے بلکہ پالکی پر اور
پٹ بند کر لیتے تھے کوچۂ تذلیل کی ہوا لگنے ندیتے تھے غالب

بینیس مین گذرتے ہین جو کوچہ سے وہ میرے	کندھا بھی کہارونکو بدلنے نہین دیتے
شعر گر تواضع ہی ناکسون کے ساتھ	وہ تواضع نہین ہے ذلت ہے

روباہ بازی کا تو کیا ذکر روباہ کے نام سے چڑ جاتے تھے خوشامد و چاپلوسی کا
اگر تصور آیا دور باش سناتے تھے سرداران لشکر روح سے نفس کو بے تکلفانہ

رسم وراہ تھی حاجتون کی تقریب مین آمد رفت دلخواہ تھی جب دربار کا وقت آیا آپ تخت سلطنت پر تن گئے جب خلوت سرا مین گئے نوشہ بن گئے جب سے اپنی زوجۂ حور طلعت بی بی اطاعت کو دیکھا تھا فریفتہ ہو گیا تھا بادشاہ اور ملکہ کی بندہ نوازی پر اور بھی شیفتہ ہو گیا تھا تمام عمر تابع فرمان رہا ابد تک بندۂ احسان رہا سر خط بندگی پر فخر و مباہات کرتا تھا فرمان برداری مین ہر قدم آگے ہی دھرتا تھا شاہ کو بھی اوسپر نازش تھی ہر دم تازہ نوازش تھی ایک کو ایک کے بغیر بے چینی بقول ملا حسینی **بیت**

جان از دل و دل ز نفس نازان	بایکدگرند عشق بازان

الحمد للہ کہ شاہد استعارۂ نقاب یعنی اس کتاب نے پیرایۂ اتمام پایا صورت آغاز نے حسن انجام پایا الٰہی اس ناچیز کا اور سب برادران عزیز کا خاتمہ بخیر ہو بڑی بڑی سیر ہو

بیت یا الٰہی بخیر ہو انجام	قول ایمان پہ ہو کلام تمام

خاتمة الطبع

یہ کتاب راحت روح ۲۳ ماہ جمادی الاولی سنہ ۱۳۲۱ھ کو جناب مولانا
مولوی قاضی عبد الوحید صاحب رئیس پٹنہ کے مطبع حنفیہ
مین نہایت حسن اہتمام و تصحیح کے
ساتھ طبع ہوئی

اطلاع عام

اس کتاب کی رجسٹری حسب ضابطہ ایکٹ نمبر ۲۵ ۱۸۴۷ء
ہوئی ہے۔ کوئی صاحب بغیر اجازت قصد طبع نہ فرمائین بعوض
نفع نقصان نہ اوٹھائین۔ ہان جن حضرات کو جتنی جلدون کی
ضرورت ہو جناب شاہ محمد وزیر صاحب مہتمم خانقاہ اسلامپور
ضلع پٹنہ۔ ڈاکخانہ عطا سرلے سے طلب فرمائین۔ قیمت
فی جلد ایک روپیہ (عصہ) علاوہ محصول ڈاک ہے۔ دس جلدون
کے خریدار کو ایک جلد مفت دیجائیگی۔ اس سے زیادہ کے خریدار
کیلیے اور رعایتین ہو سکتی ہین۔ جو صاحب دس جلدون سے
زیادہ خریدنا چاہین بذریعہ خط و کتابت سے طے کرلین۔

المشتہر

سید شاہ عطاء الرحمن غفر لہ